مضامینِ آزاد

مرتبہ

عبداللہ بٹ

(بی۔اے (آنرز))

ناشر

قومی کتب خانہ۔ ریلوے روڈ۔ لاہور

Marfat.com

فہرست

۱ - الہلال کی سیاسی تعلیم	۹
الہلال کے مقاصد اور پولیٹیکل تعلیم	۱۱
صبحِ اُمید	۲۵
مُسلمانوں کی آئندہ شاہراہ مقصود کیا ہونی چاہئے؟	۳۵
الجہاد فی سبیل الحریت	۶۹
۲ - مُسلم یونیورسٹی علی گڑھ	۸۹
نشہ شام کی نصف شب	۹۱
حدیث الغاشیہ (۱)	۱۰۷
حدیث الغاشیہ (۲)	۱۱۰
حدیث الغاشیہ (۳)	۱۲۱
حدیث الغاشیہ (۴)	۱۳۶

Marfat.com

۳- نیکی کی تلقین اور برائی کی روک	۱۵۹
الامر بالمعروف والنہی عن المنکر	۱۶۱
ان الحکم الا للہ	۱۹۳
۴- عیدین	۲۰۵
عیدالفطر	۲۰۷
عیدالاضحیٰ	۲۱۹
۵- مسئلہ سود	۲۵۳

Marfat.com

پیش لفظ

۱۹۱۲ء کا زمانہ ہندوستان کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا، یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مسلمانوں کی سیاسی اور مذہبی زندگی پر غفلت و بے عملی کی تیرہ و تار گھٹائیں چھا رہی تھیں، ملکی سیاست سے انہیں کوئی دلچسپی نہ تھی، وہ غیر ملکی حکومت کے دفتری نظام کو ایک نعمت عظمیٰ سمجھتے تھے۔ اس وقت جب کہ ملکی سیاست کی قیادت کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں ہونی چاہئے تھی یہ ملکی خواہشات کے راستے میں روک بن کر کھڑے تھے۔ ملک ترقی کی طرف گامزن تھا اور یہ تعلیم کی سر دلاش لئے بیٹھے تھے۔ اسلام سے بھی ایک برائے نام تعلق باقی تھا، تعلیم یافتہ طبقہ مذہب سے ناآشنا اور بیگانہ تھا، علماء مذہب کی حقیقی روح اور اس کے اصلی پیغام سے بے بہرہ تھے، ایک طرف مسلمانان عالم پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے اور دوسری طرف اسلام کے یہ مدعی نہایت آرام و آسائش کی زندگی میں مشغول، مسلمانوں کی قومی زندگی سے انہیں کوئی لگاؤ نہ تھا، قوم کا امیر طبقہ حکومت وقت کی خوشنودی حاصل کر لینے کو سعادت دارین سے زیادہ سمجھتا تھا، غرض کہ ساری قوم پر جمود و تعطل طاری تھا، دہلی دربار اور تقسیم بنگال کی منسوخی مسلمانوں کی اس بے حسی اور غفلت کے لئے تازیانہ ثابت ہوئی جس سے ایک عام اضطراب اور بےچینی پیدا ہو گئی، مگر متعین منزل سامنے نہ تھی جس کی طرف قدم بڑھایا جاتا۔

ان حالات میں کلکتہ سے "الہلال" نکلا، اور ہر نگاہ اس کی طرف اٹھ گئی، "الہلال" ہر اعتبار سے

Marfat.com

نرالا اور اس کا انداز مجتہدانہ تھا، وہ احیائے تعلیمات صادقہ اسلام کا داعی تھا، اسلام کی سنت حریت کی تجدید، اور جہاد حق وعدالت کی طرف بلاتا تھا، علم وادب اس کا خاص موضوع تھا، طرز تحریر میں وہ ایک اسلوب جدید اور انداز نو کا حامل تھا، اس نے اردو فن صحافت کی ہر شاخ میں اپنی راہ سب سے الگ نکالی اور جو کام ہندوستان کی پوری ایک صدی کی حیات طباعت وصحافت اور دور تصنیف و تالیف میں شروع نہ ہو سکا اس کو

"ایک ضعیف ارادہ، ایک بے سروسامان آمادگی، ایک درماندہ جدوجہد ایک بے اسباب ووسائل سعی وتدبیر، ایک دائم المرض زندگی، ایک مبتلائے آلام وموانع اقدام، ایک معتوب حکومت، مبغوض امراء اور محصور اعداء ومعاندین ہستی، غرض کہ عاجزیوں اور درماندگیوں کی ایک التجائے حقیر اور بے سروسامانیوں اور بے چارگیوں کی ایک دعائے مضطر نے شروع کر کے کس حد تک پہنچایا؟ اور جب کہ دنیا اور دنیا والوں کے پاس اس کے لئے کچھ نہ تھا تو خدا اور خدا کی غیبی نصرت فرمائیوں اور دستگیریوں نے اس کے لئے کیا کیا؟"

بخاک راہ ارادت بریدئے گرد آلود　　نشستہ ایم بدریوزہ تا چہا بخشند

الہلال کا وجود اردو صحافت میں ایک عظیم الشان انقلاب تھا، اس نے اپنی زندگی کے تھوڑے ہی عرصے میں قوم کے مذہبی افکار واعمال اور سیاسی آراء ومعتقدات میں جو تغیرات اور انقلاب پیدا کئے اس کی نظیر نہیں ملتی، الہلال کی دو سالہ زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں:۔

"ہم کو اپنے سفر میں نکلے ہوئے دو سال ہو گئے، ہمارا سفر تاریکی میں نہ تھا بلکہ دوپہر کی روشنی میں تھا، اور دنیا اسے دیکھ رہی تھی، ہم اگر حرکت میں رہے ہیں تو اس پر پردہ نہیں پڑا ہے، اور اگر کسی جمود وغفلت میں کھڑے کے کھڑے رہ گئے ہیں تو وہ بھی کوئی راز نہیں ہے، اور اگر راہ کی دشواریوں سے درماندہ رہ گئے ہیں تو ہمت کا تزلزل اور قدم کی لغزش بھی برسر بازار ہے، متاع بالکل نئی تھی اور اپنے سفر کے لئے خود ہی ایک نئی راہ نکالی گئی تھی، نہ تو ہمارے سامنے نمونہ تھا اور نہ کوئی راہ نمائی کی مادی روشنی:۔

لب خشک رفت ودامن پرہیز تر نہ کرد　　زاں چشمہ کہ خضر وسکندر وضو کنند

Marfat.com

قوموں اور جماعتوں میں انقلاب و تغیر کی دعوتوں کے نفوذ کا کام ایسا دشوار گزار سفر ہے کہ اگر قرنوں کی بادیہ پیمائی اور تگ ودو کے بعد سلامتی کا ایک قدم بھی طے ہو جاتا ہے تو اس کی کامیابی رشک انگیز اور اس کی فتحمندی جشن و نشاط کی مستحق ہوتی ہے، ایک ٹوٹی ہوئی دیوار کو گرا کر دیوار بنانے کے لئے کس قدر سامان اور وقت مطلوب ہوتا ہے؟ پھر ان لوگوں کے لئے تو وقت کا کوئی سوال ہی نہ ہونا چاہیئے جو معتقدات و اعمال کی ایک پوری آبادی کو بدل دینا چاہتے ہوں، اور صرف کسی دیوار اور محراب ہی کو نہیں بلکہ شہر کی تمام عمارتوں کو از سر نو بنانے کے لئے آرزومند ہوں! کتنے ہی عظیم الشان ارادے اور اولو العزم ہمتیں ہیں جنہوں نے اس فکر میں حسرت و آرزو کے سوا کچھ نہ پایا اور کتنے بڑے بڑے قافلے ہیں جو اس تلاش میں اس طرح گم ہو گئے کہ پھر ان کی کوئی خبر دُنیا نے نہ سُنی۔

مپرس رہ کہ زسر ہائے رہروان حرم
نشانہاست کہ منزل بمنزل افتادست

پس اس کا تو ہمیں دعویٰ نہیں ہے کہ ہم نے اس تھوڑی سی مدت میں اپنے سفر کا بڑا حصہ طے کر لیا اور منزل مقصود کے قریب پہنچ گئے، کیونکہ منزل تک پہنچنے کا ان لوگوں کو کچھ اختیار نہیں دیا گیا ہے جو اس کی تلاش میں نکلنا چاہتے ہیں، البتہ ہمارا ضمیر مطمئن ہے کہ ہم نے سفر کا اعلان کیا تھا اور الحمد للہ کہ پیہم سفر ہی میں رہے، اور اگر اس منزل مقصود سے قریب تر نہ ہوئے جہاں تک ہمیں پہنچنا ہے تو اس منزل سے بعید تر تو ضرور ہو گئے جہاں سے ہم نے سفر شروع کیا تھا، اس راہ کے مسافر کے لئے اتنی کامیابی ہی کافی ہے، یہاں منزل تک پہنچنے کا خیال ہی مقصود نہیں ہوتا بلکہ منزل کی جستجو میں چلتے رہنا بھی کم از حصول مقصد نہیں۔"

رہروال راخستگی راہ نیست
عشق خود راہست وہم خود منزل ست

آج جب کہ مسلمانوں میں ذہنی انتشار انتہا تک پہنچ چکا ہے اور نصب العین اور منزل کی تلاش کے لئے ایک اضطراب اور بے چینی پیدا ہوئی ہے ضرورت تھی کہ لوگوں کو اسی دعوتِ اسلامی کی طرف بلایا جاتا جس کی طرف آج سے تیس سال پہلے ایک معجز نما شخصیت نے پکارا تھا، ابوالکلام نے

Marfat.com

جس راہ پر چلنے کی دعوت دی وہ کوئی نئی راہ نہ تھی بلکہ :۔

"آدم نے اس پر قدم رکھا اور نوح نے پتھروں کی بارش میں اس کا وعظ کہا، ابراہیم نے اس کی نشانی کے لئے قربان گاہ بنائی، اسماعیل نے اس کے لئے اینٹیں چنیں، یوسف سے مصر کے قید خانے میں جب ایک ساتھی نے پوچھا تو اُس نے اس کی طرف راہنمائی کی، اور موسیٰ جب وادی ایمن میں روشنی کے لئے بے قرار ہوا تو اس راہ کی تجلی ایک سبز درخت کے اندر نظر آئی، گلیل کا اسرائیلی واعظ جب یروشلم کے قریب ایک پہاڑ پر چڑھا تو اس کی نظر اسی راہ پر تھی اور پھر جب خداوند سعیر سے چمکا اور فاران کی چوٹیوں پر نمودار ہوا تو وہی راہ تھی جس کی طرف اُس نے دنیا کو دعوت دی۔"

مجموعہ پیش نظر اپنی نوعیت کا پہلا مجموعہ ہے جس میں صرف وہی مضامین شامل ہیں جو مولانا ابوالکلام آزاد کے رشحات قلم کا نتیجہ ہیں۔ قرآنی آیات کے نمبروں کی صحت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔

مَیں استاذی المکرم ڈاکٹر برکت علی قریشی (صدر شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی) کا بیحد ممنون ہُوں کہ آپ نے نہایت فراخ دلی سے البلال کی مجلدات سے استفادہ کی مجھے اجازت دی۔

میں مولانا نصر اللہ خاں عزیز، مولانا غلام رسول مہر، مولانا محمد حنیف ندوی اور برادرم پروفیسر عبدالقیوم کا شکر گزار ہوں جن کے مفید مشورے میرے شامل حال رہے۔

لاہور
یکم فروری ۱۹۴۴ء

عبداللہ بٹ

الہلال کی سیاسی تعلیم

Marfat.com

الہلال کے مقاصد اور پولیٹیکل تعلیم

۸ ستمبر ۱۹۱۲ء

صُبحِ اُمّید!

۲۲ ستمبر ۱۹۱۲ء

مُسلمانوں کی آیندہ شاہراہِ مقصود کیا ہونی چاہیئے؟

۹، ۱۶، ۲۳ اکتوبر، ۶ نومبر ۱۹۱۲ء

الجہاد فی سبیل الحُرّیت

۱۸ دسمبر ۱۹۱۲ء

Marfat.com

الہلال کے مقاصد اور پولٹیکل تعلیم

اس ہفتہ ہمارا ارادہ تھا کہ اس موضوع پر کچھ لکھیں گے۔ لیکن ایک بزرگ دوست کی تحریر نے اور زیادہ ضرورت پیدا کر دی، وہ لکھتے ہیں:-

"..... ان سات نمبروں کو بغیر ایک حرف چھوڑے ہوئے پڑھ لینے کے بعد بھی صاف صاف معلوم نہیں ہوتا کہ آپ قوم کو کس قسم کی پولٹیکل تعلیم دینا چاہتے ہیں؟ ایک بہت بڑا بنیادی اصول جو آپ کا معلوم ہوتا ہے اور اسی نے آپ کی بے انتہا عزت میرے دل میں پیدا کر دی ہے، یہ ہے کہ آپ مسلمانوں کے تمام امراض کا علاج مذہب اور قرآن کو سمجھتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ ان میں اسلام کی اصلی نہ کہ رسمی روح پیدا کی جائے، اس اصول کو اور بھی بہت سے لوگ جانتے اور کہتے ہیں مگر سچ یہ ہے کہ آپ سے بڑھ کر اس کو کوئی عمل میں نہیں لا سکتا، ابھی صرف چند تحریریں ہی آپ کی نکلی ہیں، لیکن انہی سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی نظر قرآن مجید اور اس کے حقائق و معارف پر کیسی وسیع اور گہری ہے؛ لیکن معاف کیجئے گا آپ اپنے مذہبی رنگ میں پالٹیکس کو بھی خلط ملط کر دیتے ہیں، اور اس طرح ملا دیتے ہیں کہ پہچان مشکل ہو جاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری طرح الہلال کے صدہا ناظرین کو بھی یہ

خلجان پریشان کرتا ہوگا، پس آپ کو چاہیئے کہ سب سے پہلے آپ اپنی پالیسی کی تشریح کردیں اور کم از کم پولٹیکل تعلیم کو مذہبی تعلیم سے الگ کرکے صاف صاف بتلادیں کہ آپ قوم کو کس راہ لے جانا چاہتے ہیں؟ ایک راستہ تو وہ ہے جس پر آج تک چلتے رہے، دوسرا راستہ اعتدال پسند ہندوؤں کا ہے جو برٹش شہنشاہی کو قائم رکھ کے اپنے حقوق طلب کرتے ہیں، تیسری جماعت ان ہندی انارکسٹوں کی ہے جو بم کے گولے اور ریوالور چلاکر بھارت ماتا کو اجنبیوں سے خالی کرنا چاہتے ہیں، براہِ کرم بتلادیں کہ آپ کس جماعت میں ہیں اور کس کے ساتھ ہم کو کھڑا کرنا چاہتے ہیں؟ ...... اس وقت ہم یا تو آپ کا ساتھ دیں گے اور یا مذہبی تعلیم میں تو شریک رہینگے اور اور صیغوں میں الگ ہو جائیں گے ...... میرا مقصد یہ ہے کہ آپ نے نہیں معلوم کس قدر قوتیں اُٹھا کر ایک ایسا بڑا کام شروع کیا ہے ..... آپ کے علم و فضل علی الخصوص مذہبی معلومات کا درجہ تو میری تعریف سے بھی بلند ہے، یہ چیزیں ہماری بدقسمت قوم کو میسر نہیں آتیں ایسا نہ ہو کہ خدانخواستہ یہ تمام قوتیں ضایع جائیں اور قوم آپ کی قابلیتوں سے محروم ہو جائے ——"

ہمارا ارادہ تھا کہ سب سے پہلے الہلال کے مقاصد پر ایک جامع سلسلۂ مضمون شروع کریں گے اور ایک مرتب صورت میں بتلادیں گے کہ ہمارے سفر کے حدود و مقاصد کیا ہیں؟ لیکن بعض مسائل درمیان میں ایسے آگئے جن پر بے اختیار قلم کو حرکت ہوئی اور تمہید سے پہلے اصل کتاب شروع کرنی پڑی، لیکن ہم اپنے مکرم دوست کے شکرگزار ہیں کہ انھوں نے اس ضروری سوال کو چھیڑ دیا۔

اُنھوں نے جن الفاظ میں میرے مذہبی افکار و تحریرات کی تعریف کی ہے، یہ اُن کا بزرگانہ حُسنِ ظن ہے لیکن بلا شائبہ انکسار عرض کرتا ہوں کہ اس کی اہلیت کسی طرح اپنے اندر نہیں پاتا، ممکن ہے کہ مذہبی باتیں تھوڑی بہت معلوم ہوں لیکن قرآن کریم کے معارف تو اتنے ارزان نہیں جن کو میں اپنی حرف شناسی دے کر خرید سکوں۔ میں تو ان کے خط میں اپنی نسبت ایسے الفاظ دیکھ کر بے اختیار کانپ اُٹھا، اگر اس کے حقائق و اسرار کے فہم کے لئے عربی دانی کی ضرورت ہوتی تو میں عربی کچھ نہ کچھ سمجھ لیتا ہوں، اگر مذہبی معلومات کی ضرورت ہوتی تو اُن کے

Marfat.com

حاصل کرنے کی کوشش کرتا، اگر کتب تفاسیر کے مطالعے کی ضرورت ہوتی تو کتابوں کی میرے پاس کمی نہ تھی، لیکن اس کے لئے یہ تمام باتیں بے کار ہیں، یہاں پہلی شرط اتقا اور تزکیۂ قلب ہے اور ساری محرومی اسی میں ہے کہ اس سے محرُوم ہُوں، جو دِل زادِ تقویٰ سے محرُوم اور ہوائے نفسانی و آلائش دُنیا پرستی میں گرفتار ہے وہ ایک لمحہ کے لئے بھی قرآن کے حقائق و معارف کا تجلّی گاہ نہیں بن سکتا، علم و فضل اس کے لئے بے کار ہے اور ذہن و دماغ کو یہاں کوئی نہیں پُوچھتا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

از منطق و حکمت نکشاید درِ محبُوب

اینہا کہ ہمہ آرائش افسانۂ عشق است

یقین فرمائیے کہ جو کچھ عرض کر رہا ہُوں بالکل سچ ہے، قرآن کے اسرار و معارف میں ایک غیر متقی انسان کے لئے کوئی حصہ نہیں گو وہ علم و فضل کے تمام مدارج طے کرلے، انصاف فرمائیے کہ جب حالت یہ ہو تو پھر میری اس مقام میں کیا ہستی ہے؟

ان کے خط میں کئی باتیں قابلِ غور ہیں:-

۱- پولٹیکل مباحث مذہبی تعلیم سے الگ ہونے چاہئیں۔

۲- ہندوستان میں اس وقت جو پولٹیکل گروہ موجود ہیں اُن میں سے الہلال کس کا ساتھ دیتا ہے؟

امرِ اوّل کی نسبت گزارش ہے کہ یہ تو جناب نے اس بُنیادی اصُول کو چھیڑ دیا جس پر ہم الہلال کی پُوری عمارت کھڑی کرنا چاہتے ہیں، آپ کہیں کہ محراب خوشنما نہیں تو ممکن ہے ہم بدل دیں، لیکن اگر آپ کی خواہش ہو کہ بُنیاد کا پتھر بدل دیا جائے تو معاف فرمائیے اس کی تعمیل سے ہم مجبُور ہیں۔ انسانی اعمال کی خواہ کوئی شاخ ہو ہم تو اسے مذہب ہی کی نظر سے دیکھتے ہیں، ہمارے پاس اگر کچھ ہے تو صرف قرآن ہی ہے اس کے سوا ہم کچھ نہیں جانتے، ساری دُنیا کی طرف سے ہماری آنکھیں بند ہیں اور تمام آوازوں سے کان بہرے ہیں، اگر دیکھنے کے لئے روشنی کی ضرورت ہے تو یقین کیجئے کہ ہمارے پاس تو "سراجِ منیر" کی بخشی ہوئی ایک ہی روشنی ہے اسے ہٹا دیجئے گا تو بالکل اندھے ہو جائیں گے۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (۱۴ : ۱)

قرآن ایک کتاب ہے جو تم پر نازل کی گئی اس لئے کہ انسان کو تاریکی سے نکالے اور روشنی میں لائے۔

آپ فرماتے ہیں کہ پولٹیکل مباحث کو مذہبی رنگ سے الگ کر دیجئے لیکن اگر الگ کر دیں تو ہمارے پاس باقی کیا رہ جاتا ہے؟ ہم نے تو اپنے پولٹیکل خیالات مذہب ہی سے سیکھے ہیں، وہ مذہبی رنگ ہی میں نہیں بلکہ مذہب کے پیدا کئے ہوئے ہیں، ہم انہیں مذہب سے کیونکر علیحدہ کر دیں؟ ہمارے عقیدے میں تو ہر وہ خیال جو قرآن کے سوا اور کسی تعلیم گاہ سے حاصل کیا گیا ہو ایک کفر صریح ہے اور پالٹیکس بھی اس میں داخل ہے، افسوس کہ آپ حضرات نے اسلام کو کبھی بھی اس کی اصلی عظمت میں نہیں دیکھا، مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ورنہ پولٹیکل پالیسی کے لئے نہ تو گورنمنٹ کے دروازے پر جھکنا پڑتا اور نہ ہندوؤں کے اقتدا کرنے کی ضرورت پیش آتی، اسی سے سب کچھ سیکھتے، جس کی بدولت تمام دنیا کو آپ نے سب کچھ سکھلایا تھا، اسلام انسان کے لئے ایک جامع اور اکمل قانون لے کر آیا اور انسانی اعمال کا کوئی منافشہ ایسا نہیں جس کے لئے وہ حکم نہ ہو، وہ اپنی توحید تعلیم میں نہایت غیور ہے اور کبھی پسند نہیں کرتا کہ اس کی چوکھٹ پر جھکنے والے کسی دوسرے دروازے کے سائل بنیں، مسلمانوں کی اخلاقی زندگی ہو یا علمی، سیاسی ہو یا معاشرتی، دینی ہو یا دنیاوی، حاکمانہ ہو یا محکومانہ، وہ ہر زندگی کے لئے ایک اکمل ترین قانون اپنے اندر رکھتا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ دنیا کا آخری اور عالمگیر مذہب نہ ہو سکتا، وہ خدا کی آواز، اور اس کی تعلیم گاہ خدا کا حلقۂ درس ہے جس نے خدا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا وہ پھر کسی انسانی دستگیری کا محتاج نہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ہر جگہ اپنے تئیں امام مبین، حق الیقین، نور و کتاب مبین تبیانا لکل شیئ، بصائر للناس، ھادی و اھدی الی السبیل، جامع اضراب و امثال، بلاغ للناس ہادی بحر و بر، اور اسی طرح کے ناموں سے یاد کیا ہے، اکثر موقعوں پر کہا کہ وہ ایک روشنی ہے اور روشنی جب نکلتی ہے تو ہر طرح کی تاریکی دور ہو جاتی ہے، خواہ مذہبی گمراہیوں کی ہو خواہ سیاسی!۔

Marfat.com

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۵ : ۱۵)	بے شک تیرے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور ہر بات کو بیان کرنے والی کتاب آئی ہے، اللہ اس کے ذریعے سلامتی کے راستوں پر ہدایت کرتا ہے اس کو، جو اس کی رضا چاہتا ہے اور اس کو ہر طرح کی گمراہی کی تاریکی سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لاتا اور صراط مُستقیم پر چلاتا ہے۔

دُنیا میں کونسی کتاب ہے جس نے خود اپنی زبان سے اپنی نسبت ایسے عظیم الشان دعاوی کئے ہوں؟ اس آیت میں صاف صاف بتلا دیا ہے کہ قرآن مجید روشنی ہے اور روشنی ہے تو تمام انسانی اعمال کی تاریکیاں صرف اسی سے دُور ہو سکتی ہیں، پھر کہا کہ وہ ہر بات کو کھلے کھلے طور پر بیان کر دینے والی ہے اور انسانی اعمال کی کوئی شاخ ایسی نہیں جس کے لئے اس کے اندر کوئی فیصلہ نہ ہو، اس ٹکڑے کی تائید دُوسری جگہ کر دی کہ:۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔	بے شک ہم نے ان کو کتاب دی جس کو ہم نے علم کے ساتھ مفصل کر دیا ہے وہ ہدایت بخش اور رحمت ہے ارباب ایمان کے لئے۔

اس کے بعد پہلی آیت میں قرآن کو سبل السلام کے لئے ہادی بتلایا کہ وہ تمام سلامتی کی راہوں کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور اگر آپ کے سامنے پولیٹکل اعمال کی بھی کوئی راہ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی سلامتی آپ کو قرآن سے نہ ملے۔ پھر کہا کہ وہ انسان کو تمام گمراہیوں کی تاریکی سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لاتی ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری پولیٹکل گمراہیاں صرف اس لئے ہیں کہ ہم نے قرآن کے دستِ راہنما کو اپنا ہاتھ سپرد نہیں کیا، ورنہ تاریکی کی جگہ آج ہمارے چاروں طرف روشنی ہوتی، آخر میں کہہ دیا کہ وہ "صراط المستقیم" پر لے جانے والی ہے اور "صراط المستقیم" کی اصطلاح قرآن کی زبان میں ایسی جامع و مانع ہے کہ ساری دُنیا اس کے اندر سمجھئے!

اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ

(اے پیغمبر!) ہم نے تجھ پر کتاب اتاری جو ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کر دینے والی ہے اور نیز ہدایت بخش اور رحمت ہے صاحبان ایمان کیلئے۔

سُورۂ یُوسف کے آخری رکُوع میں فرمایا:۔

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔

قرآن کوئی بنائی ہوئی بات نہیں ہے بلکہ جو صداقتیں اس سے پہلے کی موجُود ہیں ان کی تصدیق کرتا ہے اور اس میں ارباب ایمان کیلئے ہر چیز کا تفصیلی بیان اور ہدایت و رحمت ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوا:۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ

ہم نے انسان کے سمجھانے کیلئے اس قرآن میں سب طرح کی مثالیں بیان کر دیں تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

ان آیات میں قرآن کا دعویٰ بالکل صاف ہے وہ ہر طرح کی تعلیمات کے لئے اپنے تئیں ایک کامل معلم ظاہر کرتا ہے۔ پھر اس کی تعلیم صاف اور غیر پیچیدہ ہے بشرطیکہ اس پر تدبر اور تفکر کیا جائے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۜ (۱۸: ۱)

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے اپنے بندے پر قرآن اُتارا اور اس میں کسی طرح کی پیچیدگی نہ رکھی۔

پس یہ کیونکر ممکن ہے کہ اس کے پیرو اپنی زندگی کے ایک ضروری شعبے یعنی سیاسی اعمال کے لئے دوسروں کے دروازوں کے سائل بنیں، حالانکہ خود قرآن اُن کے پاس ایک حکم اور امام مبین ہے۔

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ (۳۶: ۱۲)

اور ہر شے کو ہم نے اس کتاب واضح (قرآن) میں جمع کر دیا ہے۔

Marfat.com

دوسری جگہ اس کو تمام امور کے لئے قول فیصل بیان کیا:۔

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ (۸۶ : ۱۳) — بیشک یہ قرآن ایک قول فیصل ہے، تمام اختلافات و اعمال کے لئے، وہ کوئی بے معنی اور فضول بات نہیں۔

مسلمانوں کی ساری مصیبتیں صرف اس غفلت کا نتیجہ ہیں کہ انہوں نے اس الٰہی تعلیم گاہ کو چھوڑ دیا اور سمجھنے لگے کہ صرف روزہ و نماز کے مسائل کے لئے اس کی طرف نظر اٹھانے کی ضرورت ہے ورنہ اپنے تعلیمی، تمدنی اور سیاسی اعمال سے اسے کیا سروکار؟ لیکن وہ جس قدر قرآن سے دور ہوتے گئے اتنا ہی تمام دنیا ان سے دور ہوتی گئی اور جس راہ میں قدم اٹھا گمراہی کی ظلمت سے دوچار ہوئے، اس وقت کی پیشین گوئی پہلے ہی قرآن نے کر دی تھی:۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (۲۵ : ۳۰) — قیامت کے دن رسول اللہ عرض کریں گے کہ خدایا! میری امت نے اس قرآن کو بیکار سمجھا (اور اس پر عمل نہ کیا)

ہم نہیں سمجھتے کہ اگر نزول قرآن کے وقت مشرکان مکہ اس سے اعراض و اغماض کرتے تھے تو ان میں اس سے زیادہ کیا تمرد و سرکشی تھی، جتنی آج صدیوں سے تمام مسلمانان عالم، اور ان کا ہر طبقہ خواہ وہ مدعیان ریاست دینی کا ہو، یا مسند نشینان تخت دنیوی کا، بلا استثنا کر رہا ہے! وہ اگر قرآن کی تلاوت کے وقت کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے تھے یا کعبے کے اندر شور مچاتے اور تالیاں پیٹتے تھے کہ اس کی آواز کسی کے سننے میں نہ آئے تو آج خود مسلمان کانوں کی جگہ دلوں کو بند کئے ہوتے ہیں، اور شور مچانے کی جگہ گو خاموش ہیں مگر ان کے نفس نے انسانی ہنگاموں کا ایسا غل مچا دیا ہے کہ ندائے حق کبھی کان میں نہیں پڑتی:۔

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ — اے پیغمبر! جس وقت تم قرآن پڑھتے ہو، ہم تم میں اور ان لوگوں میں جنہیں آخرت کا یقین نہیں ایک چھپا دینے والا پردہ ڈال دیتے ہیں نیز ان کے دلوں پر غلاف ڈال دیتے ہیں تاکہ

وَفِیْ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا، وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا (۱۷ : ۴۶) — قرآن نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دیتے ہیں تاکہ سُن نہ سکیں۔

پس اگر آپ کو یہ خلجان پریشان کئے ہُوئے ہے تو افسوس ہے کہ ہم اسے دور نہیں کر سکتے۔ اگر ہم کو اپنے مقاصد بالتفصیل بیان کرنے کی مہلت نہیں ملی تو مضائقہ نہیں وُہ نہایت مختصر لفظوں میں بھی آج سُنائے جا سکتے ہیں، ہم بالاختصار عرض کر دیتے ہیں کہ الہلال کا مقصد اصلی اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ مسلمانوں کو ان کے تمام اعمال و معتقدات میں صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے اور خواہ تعلیمی مسائل ہوں خواہ تمدنی، سیاسی ہوں خواہ اور کچھ وہ ہر جگہ مسلمانوں کو صرف مسلمان دیکھنا چاہتا ہے، اس کی صدا صرف یہی ہے کہ تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ (۳ : ۵۷) اس کتاب اللہ کی طرف آؤ جو ہم اور تم دونوں میں مشترک ہے اور جس سے کسی کو اعتقاداً انکار نہیں مگر عملاً یہ حال ہے کہ :-

الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ (۵ : ۴۵) — انہوں نے زبان سے تو کہہ دیا کہ ہم ایمان لائے ہیں لیکن ان دلوں میں ایمان نہیں۔

خدا تم کو اپنے کلام کے آگے سر بلند کرتا ہے، تم کیوں اس سے گردن موڑ کر انسانوں کے آگے ذلت کا سر جھکاتے ہو؟ اس کے سوا الہلال کی تعلیم کا اور کوئی مقصد نہیں وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (۳۲ : ۲۱)
(اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف دعوت دے اور عمل اچھے کرے اور کہے کہ میں مُسلمان ہُوں۔)

آپ کا دوسرا سوال یہ ہے کہ ہندوستان میں پولٹیکل خیالات کے تین راستے موجود ہیں۔ الہلال کس راہ پر قوم کو چلانا چاہتا ہے؟ پھر آپ نے ان کو گنوا بھی دیا ہے لیکن افسوس کہ آپ ایک چوتھی راہ کو بالکل بھول گئے، یہ تین راستے تو آج آپ کے سامنے نمودار ہیں مگر وہ چوتھی راہ تو وہ قدیمی راہ ہے جس پر چل کر ہزاروں ہستیاں منزلِ مقصود تک پہنچ چکی ہیں، آسمان و زمین کے فاطر نے جس وقت انسانوں کو آنکھیں دیکھنے کے لئے عطا فرمائیں اسی وقت اُس کے سامنے یہ راہ بھی کھول دی تھی، آدم نے اس پر قدم رکھا، اور نوح نے پتھروں کی

Marfat.com

بارش میں اس کا وعظ کہا، ابراہیم نے اسی کی نشانی کے لئے قربانگاہ بنائی اور اسماعیل نے اس کے لئے اینٹیں چنیں، یوسف سے مصر کے قید خانے میں جب ایک ساتھی نے پوچھا تو اس راہ کی اس نے راہ نمائی کی، اور موسیٰ جب وادیٔ ایمن میں روشنی کے لئے بیقرار ہوا تو اسی راہ کی تجلی ایک سبز درخت کے اندر نظر آئی، گلیل کا اسرائیلی واعظ جب یروشلم کے قریب ایک پہاڑ پر چڑھا تو اس کی نظر اسی راہ پر تھی اور پھر جب خداوند سعیر سے چمکا اور فاران کی چوٹیوں پر نمودار ہوا تو وہی راہ تھی جس کی طرف اس نے دنیا کو دعوت دی۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ

اللہ نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ ٹھیرایا ہے جس پر چلنے کا اس نے نوح کو حکم دیا اور اے پیغمبر وہی تمہاری طرف اتارا گیا اور اسی کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا کہ کہ اس دین کے راستے کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

یہی وہ راہ ہے جس کی نسبت (یوسف صدیق) نے قید خانہ مصر میں یہ کہہ کر اپنا وعظ ختم کیا تھا کہ:-

ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۱۲ : ۴۰)

یہی سیدھا راستہ ہے مگر بہت ہیں جو نہیں جانتے۔

اور جس کی نسبت داعی اسلام کو حکم ہوا تھا کہ کہہ دے!

هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (۱۲ : ۱۰۸)

میرا راستہ یہ ہے، تم سب کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور جو لوگ بصیرت کے ساتھ اس دین کے راستے پر ہیں۔

الحمدللہ کہ ہم "وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ" کے زمرہ میں داخل ہیں اور اسی لئے جناب کی قرار دی ہوئی ان تینوں انسانی راہوں سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے، بلکہ اس چوتھی راہ الٰہی کی طرف دعوت دیتے ہیں، یہ قرآن کی بتلائی ہوئی راہ صراط المستقیم ہے۔ اور ہمارا عقیدہ ہے کہ جو

Marfat.com

مسلمان اپنے کسی عمل و اعتقاد کے لئے بھی اس کتاب کے سوا کسی دوسری جماعت یا تعلیم کو اپنا راہنما بنائے وہ مسلم نہیں بلکہ شرک فی صفات اللہ کی طرح شرک فی صفات القرآن کا مجرم اور اس لئے مشرک ہے:- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ (۷: ۴۳)

مسلمانوں کے سامنے خود انکی پولیٹیکل راہ موجود ہے

آپ پوچھتے ہیں کہ آجکل ہندوؤں کے دو پولیٹیکل گروہ موجود ہیں آپ ان میں سے کن کے ساتھ ہیں؟ گزارش ہے کہ ہم کسی کے ساتھ نہیں بلکہ صرف خدا کے ساتھ ہیں، اسلام اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے کہ اس کے پیرؤوں کو اپنی پولیٹیکل پالیسی قائم کرنے کیلئے ہندوؤں کی پیروی کرنی پڑے، مسلمانوں کے لئے اس سے بڑھکر کوئی شرم انگیز سوال نہیں ہو سکتا کہ وہ دوسروں کی پولیٹیکل تعلیموں کے آگے جھک کر اپنا راستہ پیدا کریں، ان کو کسی جماعت میں شامل ہونے کی ضرورت نہیں وہ خود دنیا کو اپنی جماعت میں شامل کرنے والے اور اپنی راہ پر چلانے والے ہیں اور صدیوں تک چلا چکے ہیں، وہ خدا کے سامنے کھڑے ہو جائیں تو ساری دنیا ان کے آگے کھڑی ہو جائے گی، ان کا خود اپنا راستہ موجود ہے، راہ کی تلاش میں کیوں اوروں کے دروازوں پر بھٹکتے پھریں؟ خدا ان کو سربلند کرتا ہے تو وہ کیوں اپنے سروں کو جھکاتے ہیں؟ وہ خدا کی جماعت ہیں اور خدا کی غیرت (والغیرة من شان حضرة الربوبیة) اس کو کبھی گوارا نہیں کر سکتی کہ اس کی چوکھٹ پر جھکنے والوں کے سر غیروں کے آگے بھی جھکیں:- اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ،

مگر وہ راہ کس طرف لیجانا چاہتی ہے

پس الہلال کی اور تمام چیزوں کی طرح پالٹیکس میں بھی یہی دعوت ہے کہ نہ تو گورنمنٹ پر بیجا اعتماد کیجئے اور نہ ہندوؤں کے حلقۂ درس میں شریک ہوجیئے۔ صرف اس راہ پر چلیئے جو اسلام کی بتائی ہوئی صراط المستقیم ہے۔

۱- اسلام کا اولین اصول توحید ہے، وہ سکھلاتا ہے کہ صرف خدا کو مانو اور صرف خدا

Marfat.com

کے آگے سر جھکاؤ، اسی سے مدد مانگنی چاہیئے اور اسی کی اعانت پر اعتماد کرنا چاہیئے (اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ) جس طرح خدا کو ایک ماننا توحید میں داخل ہے اسی طرح اس کی صفات میں کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کرنا جزو توحید ہے، پس خدا کے سوا کوئی نہیں جس کا حکم انتہائی حکم ہو، کوئی نہیں جو عاجزی و تذلل کا مستحق ہو، کوئی نہیں جس کی جبروت و عظمت کے آگے چون و چرا کی گنجائش نہ ہو اور کوئی نہیں جو ڈرنے اور خوف کرنے کے لائق ہستی ہو۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خیر الامم بنایا اور دُنیا میں اپنی نیابت اور خلافت بخشی، پس اپنے درجے کو ہر مُسلمان محسوس کرے اور افسردگی، بے ہمتی، خوف و مرعوبیت، کی جگہ اپنے اندر بلندی، خودداری، طاقت اور استحکام پیدا کرے۔

۳۔ خُدا نے مُسلمانوں کو ایک عادلانہ قوّت قرار دیا اور فرمایا کہ (جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا) ان کا ہر کام عدل و اعتدال پہ مبنی ہو گا، پس مسلمانوں کو ہر موقعہ پر میانہ روی اور اعتدال کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

۴۔ مُسلمان دُنیا میں صلح و امن کا پیام ہیں، اُنہوں نے تلوار بھی اُٹھائی ہے تو صلح کی حمایت میں، پس فتنہ و فساد اکراہ و ردّ کے لئے معیُوب و جُرم ہے تو اُن کیلئے معصیت اور فسق ہے، دُنیا میں جن قوموں نے فتنہ و فساد کو اختیار کیا وہ قہر الٰہی سے مغضوب و مردُود ہو گئے۔

۵۔ قرآن ان کو سکھلاتا ہے کہ:۔

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا — ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور پرہیزگاری

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ — کے کاموں کیلئے، گناہ و فساد کیلئے نہیں۔

وہ دُنیا میں خدا کے پاس اس امر کے ذمہ دار ہیں کہ نیکی کی حفاظت کریں اور فساد کو روکیں، پس ہر اچھی بات کرنے والوں کے وہ مددگار ہوں خواہ وہ گورنمنٹ ہو یا کوئی اور قوم۔

۶۔ قرآن انتظامِ عالم کے لئے ضروری سمجھتا ہے کہ شخصی استیلاء و اقتدار کی مخالفت کرے، اس کی تعلیم یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی نہیں جو انسانوں کو محض اپنی رائے اور خواہش

کے بنائے ہوئے احکام کی تعمیل پر مجبور کرنے کا حق رکھتا ہو۔

مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَہُ اللّٰہُ الْکِتَابَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (۳ : ۷۹)

یہ حق کسی بشر کو نہیں پہنچا کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب اور عقل اور حکم اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کی بندگی چھوڑ کر میری بندگی کرو۔

جس چیز کا اختیار انبیاء کرام کو نہیں اس کا حق کسی دُنیوی طاقت و حکومت کو بھی نہیں مل سکتا، البتہ وہ ملت اور جماعت کے اندر اپنی عقل کو مخفی بتلاتا ہے اور کہتا ہے کہ (ید اللہ علی الجماعۃ) اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے پس اس کے نزدیک وہی حکومت جائز ہو سکتی ہے جو شخصی نہ ہو بلکہ کسی ملت اور قوم کے ہاتھ میں ہو، اس بنا پر اس نے مشورے کا حکم دیا۔

وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ ۔ وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ

اور انکو حکم دیا کہ مشورہ کر کے تمام کام انجام دیں۔ اے پیغمبر تمام امور و معاملات کو مشورے کے ساتھ انجام دیا کرو۔

پس مسلمانوں کا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ جائز آزادی کے حصول کے لئے کوشش کریں اور پارلیمنٹری حکومت اُنہیں جب تک نہ مل جائے اپنے اصول مذہبی کی خاطر چین نہ لیں۔

یہ اصول ہیں جن سے ہم اپنی پولٹیکل پالیسی تیار کر سکتے ہیں اور جس کے لئے ہمیں نہ تو ماڈریٹ ہندوؤں کی کاسہ لیسی کی ضرورت ہے نہ اکسٹریمسٹ کی، اگر ہم ایسا کریں تو ایک اعتدال پسند مگر بے خوف جماعت ہونگے اور ہم سے کسی فریق اور جماعت کو نقصان اور ضرر کا خوف نہ ہوگا، ہم بالکل اپنے مذہبی اصول کے مطابق ملک کی ترقی اور آزادی کے لئے سعی کریں گے۔ لیکن ہماری سعی فتنہ و فساد اور شورش و بغاوت سے بالکل پاک ہوگی۔ قرآن نے ہم کو سکھلایا ہے کہ (لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِھَا) امن کے بعد زمین پر فساد نہ پھیلاؤ، برٹش گورمنٹ نے یقیناً ہم کو امن دیا ہے اور اس امن میں ہم آزادی کے ساتھ مذہبی فرائض انجام دیتے ہیں پس اب باغیانہ شر و فساد اور مغویانہ قانون شکنی

131277

Marfat.com

اصلاح کے بعد زمین کو آلودۂ فساد کرنا ہوگا، اور یہ یقیناً خدا کا جرم اور عصیان ہے، قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ پس جو لوگ ملک میں فساد پھیلاتے ہوں خواہ وہ ہندو انارکسٹ ہوں یا جرائم پیشہ جماعتیں، ہمارا فرض ہونا چاہئیے کہ ان سے دوری ڈھونڈیں اور بن پڑے تو ان کے دفعیے کے لئے کوشش کریں

گورمنٹ کو بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ اگر ہم سچے مسلمان ہو جائیں تو جس قدر اپنے نفس کے لئے مفید ہونگے اتنا ہی گورمنٹ کے لئے، نیز اس قدر اپنے ہمسایوں کے لئے، اس کو بھولنا نہیں چاہئیے کہ اگر ہم سچے مسلمان ہوں تو ہمارے ہاتھ میں قرآن ہوگا اور جو ہاتھ قرآن سے رکا ہوا ہو وہ بم کا گولہ یا ریوالور نہیں پکڑ سکتا، البتہ یہ بھی سمجھ لینا چاہئیے کہ اسلام نے ہم کو آزادی بخشنے اور آزادی حاصل کرنے دونوں کی تعلیم دی ہے ہم جب حاکم تھے تو ہم نے آزادی دی تھی، اور اب ہم محکوم ہیں تو وہی چیز طلب کرتے ہیں، ہم خدا کی مرضی اسی میں یقین کرتے ہیں کہ قوموں اور ملکوں کو اپنے اُوپر آپ حکومت کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے اور یورپ خود اسی اصُول پر کاربند ہو کر آزاد ہو چکا ہے، ہم انگلستان سے اسی چیز کے طالب ہیں جس شے کے لئے وہ خود کل تک بے قرار تھا، بے شک اگر اسلام کی بتلائی ہوئی پالٹیکس کی راہ ہمارے سامنے ہوگی تو ہم ایک طاقتور گروہ ہونگے، بے خوف ہونگے۔ اظہار حق میں بیباک ہونگے، کیونکہ خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، لیکن اسلام ہی کے بتلائے ہوئے اصُولوں کی وجہ سے قانون اور حکومت بھی ہماری طرف سے بے خطر ہوگی، چونکہ ہماری راہ صاف اور غیر مشتبہ ہوگی اس لئے ہماری نیت اور ہماری زبان بھی ایک ہوگی، ہم جوش میں بھی آئیں گے لیکن ہمارا ایجی ٹیشن قانون اور امن کے حدود کے اندر ہوگا، کیونکہ خدا نے کہا ہے کہ فساد مت کرو، اب تک مسلمانوں کے جو پیشوا قوم کو بے خبر اور غافل رکھنے کی سعی کرتے ہیں وہ اندر ہی اندر پھوڑے کو پکانا اور راکھ کے اندر چنگاریوں کو دبانا چاہتے ہیں، لیکن اگر ہم اس راہ پر آئے تو ہمارے زخم دل پر نہیں بلکہ کھلے ہوئے چہروں پر ہونگے، ہماری خواہشوں اور شکایتوں کے پھوڑے اندر پک کر امن کے جسم کو نقصان نہیں پہنچائیں گے، بلکہ پھوٹ کر

Marfat.com

بہہ جائیں گے، ہم شور مچائیں گے مگر پھر دل میں کچھ باقی نہ رہے گا، فریاد ضرور کریں گے مگر اندر شکایتوں کی آگ کو نہیں پالیں گے، پس گورنمنٹ کی بھی مصلحت یہی ہے کہ ہمکو مسلمان بننے کے لئے چھوڑ دے، کیونکہ مسلمان ہونے کے بعد ہم اپنے نفس کے لئے نیز تمام عالم کے لئے یکساں طور پر مفید ہستی ہو سکتے ہیں۔

یہ الہلال کی پالیسی ہے اور یہی دعوت ہے جس کی طرف ہم مسلمانوں کو بلانا چاہتے ہیں یہ کسی انسانی دماغ کی اختراع نہیں اور نہ کسی انسانی گروہ کا اتباع و تقلید ہے بلکہ اس رب العالمین نے، جس نے کتاب و حکمت اور عدل و میزان کے ساتھ اپنے رسولوں کو دنیا میں بھیجا، یہ راہ ہمارے سامنے کھول دی ہے، وہ اگر توفیق بخشے تو اُس کی دی ہوئی زندگی کو اسی دعوتِ حق میں ختم کر دینا چاہتے ہیں، نہ کسی سے جنگ ہے نہ کسی سے مناقشہ، نہ صلہ کی توقع نہ داد کی امید، اس راہ کے داعی کریم کو جو حکم دیا گیا تھا وہ ہمارے سامنے موجود ہے:-

فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ اللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ

(اے پیغمبر) تو ان کو دعوت دے اور جو حکم دیا گیا ہے اس پر قائم ہو جا، انکی خواہشوں پر نہ چل، اور انکو کہدے کہ تمام اتری ہوئی کتابوں پر میرا ایمان ہے اور مجھ کو حکم ملا ہے کہ عدل کروں، وہی اللہ ہمارا اور تمہارا دونوں کا پروردگار ہے، ہمارا عمل ہمارے لئے اور تمہارا عمل تمہارے لئے، جھگڑنے کی کوئی بات نہیں اللہ نے ہم سب کو ایک جا جمع کر دیا اور سب کو اسی کی طرف جانا ہے۔

مسلم لیگ مسلمانوں کی پولٹیکل راہنمائی کرنا چاہتی ہے تو اس کو یہی راہ اختیار کرنی چاہیئے۔

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ:-

---

صبحِ امید

به بدمستی سزد گر متہم سازد مرا ساقی
ہنوز از بادہ پارینہ ام پیمانہ بردارد

نزولِ رحمتِ الٰہی وحیات بعد الممات

قدرتِ الٰہی کی بخششوں کو کون شمار کر سکتا ہے:-

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (۴ :۱۶۳)

اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو کبھی نہ کر سکو گے۔

عالم کائنات کی کونسی شے ہے جو اپنے اندر قدرتِ الٰہی کی کوئی نشانی نہ رکھتی ہو؟

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ

اور آسمان و زمین میں اللہ کی قدرت و عظمت کی کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے وہ (انسان) گزر جاتا ہے اور غور نہیں کرتا۔

لیکن عالمِ سماوی کے آثار و آیات میں ایک بہت بڑی نشانی بارش کا نزول اور زمین کی نباتاتی حیات و ممات ہے:-

Marfat.com

ہوتی ہیں، اور ان کی مثال سوتے ہوئے انسان کی سی ہوتی ہے، جو گو زندہ ہے مگر حرکت کرنے کے لئے کسی بیدارکن صدا کا محتاج ہے، ہندوستان میں مسلمانوں کی تمام نشوونما کی قوتیں ابتدا سے وقفِ غفلت رہیں ان کو کوئی جگانے والا ہاتھ، اور کوئی ہشیار کرنے والی صدا نصیب نہیں ہوئی، قوموں کی زندگی کی اصلی قوت عوام کا طبقہ ہے مگر اس طبقہ کی قوت چند نفوس خاص کے ہاتھ میں ہوتی ہے، ان کی بیداری سے تمام ملت بیدار رہتی ہے اور ان کی غفلت سے تمام ملت پر غفلت چھا جاتی ہے، لیکن بدبختی سے مسلمانوں کے رہنماؤں کا یہ حال رہا ہے کہ:-

از خویشتن گم است، کرا رہبری کند

خدا کی بخشائش عام ہے، فطرت کی فیاضیوں میں نسل و قوم کی تمیز نہیں اور اُن کے جسم کے اندر جو خون ہے وہی ہماری رگوں کے اندر بھی دوڑ رہا ہے۔ ہندوستان میں گزشتہ نصف صدی کے اندر بیسیوں تغیرات ہوئے تعلیمی رفتار کو خواہ کتنا ہی سست کہا جائے، مگر ترقی رفتار سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا، سب سے بڑی چیز شب و روز کے ساتھیوں کی حرکت تھی اور کوئی نظر ایسی نہ تھی جس کے سامنے سے قافلے نہ گزرتے ہوں اور شہسواروں کی اڑائی ہوئی گرد سے غبار آلود نہ ہوتی ہو، ضرور تھا غافل دلوں میں اُمنگ اور حرکت کی گدگدی پیدا ہوتی، اور ساتھیوں کو دوڑتے دیکھ کر بلا قصد بھی پاؤں حرکت کرنے لگتے، مگر بدبختی یہ تھی کہ لگام اُن ہاتھوں میں تھی جو لگام سے لگام کا نہیں بلکہ زنجیر کا کام لیتے تھے، اور بیداری کے قدرتی ولولوں اور امنگوں کو ہمیشہ اپنی مصنوعی خواب مقناطیسی کے عمل سے دبا دینا چاہتے تھے: دلوں میں جوش اٹھتا تھا، اور آنکھیں راہ مقصود کو ڈھونڈھتی بھی تھیں لیکن جوش یا تو دبا دیا جاتا تھا یا اس کے لیے غلط مصرف پیدا کر دیا جاتا تھا، جس میں خرچ ہو کر ضائع ہو جاتا تھا، اور تلاش راہ کی خواہش کو یا تو بڑھنے سے روک دیا جاتا تھا یا پھر ایک پرپیچ و خم راہ ضلالت سامنے کر دی جاتی تھی تاکہ جستجوئے منزل کا قدم اسی میں بھٹک کر رہ جائے۔

مسلم یونیورسٹی کا ہنگامہ

اس کی کتنی صاف اور بین مثال ہمارے سامنے ہے مسلمانوں کی افسردگی اور بے ہمتی کے افسانے نصف صدی سے ہماری انجمنوں

Marfat.com

کا دائمی مرثیہ ہیں، لیکن مسلم یونیورسٹی کی صدائے تحریک کے بلند ہوتے ہی تمام ملک میں ایک عام جوش و خروش پیدا ہو گیا، ملک کا کوئی حصہ اور قوم کا کوئی طبقہ نہیں، جس کے اندر اس صدا نے حرکت پیدا نہ کر دی ہو، علی الخصوص صوبجات متحدہ اور پنجاب میں نوجوان نثارانہ فداکاریوں کے ولولے نظر آنے لگے، اور بازار کے دوکاندار اور دیہاتوں کے کاشتکار تک پوری دلچسپی اور شغف کے ساتھ اس کے چندے میں شریک ہوئے، غور کیجئے کہ یہ کیا بات تھی؟ بار بار کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کی عام تعلیمی خواہش اور جستجو کا یہ نتیجہ تھا، لیکن اس سے بڑھ کر اور کوئی غلط بیان نہیں ہو سکتا، جن لوگوں نے لاہور میں یونیورسٹی ڈیپوٹیشن کی گاڑیاں کھینچی ہیں، راہ میں جلوس کو روک کر شربت کے گلاس تقسیم کئے ہیں اندر کوٹھوں اور برآمدوں پر سے پھولوں کے گلدستے پھینکے ہیں اور پھر سب سے زیادہ یہ کہ قصبوں اور دیہاتوں میں جن لوگوں نے سینکڑوں روپوں کی رقمیں چندے میں شامل کی ہیں، ہمیں بتایا جائے کہ ان میں کتنے آدمی تھے جو یونیورسٹی کی ضرورت کو محسوس کرنا ایک طرف اس کی حقیقت سے بھی واقفیت رکھتے تھے؟

اصل یہ ہے کہ یہ تمام جوش و ہنگامہ اس امر کا ایک بین ثبوت تھا کہ لوگ سوتے سوتے اب تھک گئے ہیں۔ اور قلوب حرکت اور جد و جہد کے قدرتی ولولوں کو اور زیادہ نہیں روک سکتے۔ طبیعتوں میں جوش بے قراری پیدا کر دیا ہے۔ قوتیں ابھرنے کے لئے بیچین ہیں۔ اور جذبات مضطرب ہیں کہ باہر سے کوئی صدا سنیں۔ تو لبیک کہہ کر اٹھ کھڑے ہوں، یونیورسٹی کی صدا غیر معمولی بلند آہنگی سے بلند ہوئی۔ تو جوش و قوت کا سیلاب اسی طرف بہنے لگا۔ پاؤں چلنے کے لئے بیقرار تھے۔ جو راہ سامنے نظر آ گئی، اسی پر دوڑنے لگے۔ یہ کام کرنے والوں کا کام تھا۔ کہ طاقتوں اور امنگوں کے لئے ایک صحیح مصرف تجویز کرتے۔ اور انجن کو پٹڑی کی لائن پر چلاتے۔ اسکی اسٹیم کو جنگل میں دوڑا کر ضائع نہ کر دیتے۔ لیکن وہ روز اول سے اس کوشش میں معین ہونے کی غلطی کر رہے ہیں۔ کہ یا تو قدرتی ولولوں کو دبایا جاتا ہے۔ اور یا پھر ایک غلط راہ پر لگا کر راہ مقصود سے غافل کر دیا جاتا ہے۔

قدرتی ولولوں کو روکنا ممکن نہیں | لیکن تاہم دل کے جوش اور ولولے کو باہر کی کوئی طاقت

Marfat.com

نہیں دبا سکتی۔ قدرتی نشوونما کو کتنا ہی بند کیجئے۔ وہ ابھر ہی کر رہے گا۔ آپ نے بارہا اپنے دروازے کے آگے کسی بے موقعہ درخت کے پودے کو بڑھتے دیکھ کر کچل دیا ہوگا۔ مگر چند دنوں کے بعد پھر دیکھا ہوگا تو اُس کی جگہ خالی نہ ہوگی۔ یہ قدرت کے کاروبار ہیں اور ان میں کوئی خلل نہیں ڈال سکتا۔ مسلمانوں کے دلوں کو برسوں تک زمانے کی آوازوں سے غافل رکھا گیا۔ لیکن یہ ایک زبردستی کی پٹی تھی جو اُن کی آنکھوں پر باندھی گئی۔ ممکن تھا کہ ابھی کچھ اور زمانہ غفلتوں اور گمراہیوں کو فرصت کامل جاتا۔ لیکن ہم نے جاگنے میں دیر کی تھی۔ تو قدرت نے جگانے میں اور زیادہ دیر نہ کی۔ یکے بعد دیگرے چند واقعات و تغیرات نے بھی ظہور کر کے تنبہ اور غفلت شکنی میں مدد دی اور الحمدللہ کہ اب موجودہ حالات کو دیکھتے ہیں تو مایوسی کی جگہ اُمید کے اثر کو غالب پاتے ہیں۔ تو اب تک کوئی اصلی حرکت پیدا نہیں ہوئی ہے۔ نہ تو پچھلی راہ سے پورے قدم ہٹے ہیں۔ اور نہ آئندہ کے لئے کوئی نئی راہ متعین ہوئی ہے۔ اب تک جو کچھ تغیرات ہوئے ہیں، صرف ذہن و دماغ تک محدود ہیں اور وہ بھی کوئی کامل تغیر نہیں۔ بلکہ صرف ایک جنبش ہے۔ جو دماغوں نے محسوس کی ہے۔ پھر جو کچھ بھی ہے کسی متحد رشتے میں منسلک نہیں اور اب تک اتحاد و مبادلۂ آراء کی قوت سے محروم ہے۔ تاہم ہر حرکت کی ابتدا جنبش سے اور ہر عمل کا آغاز ذہن و خیال سے ہوتا ہے۔ برسوں کی نیند کے متوالے اگر ابھی کروٹ بھی لے رہے ہیں تو اٹھ کر بیٹھ جانے کے لئے جلدی نہ کرنی چاہئے۔ شب کی سرمستیوں کا ابھی کچھ عرصے تک تو خمار رہے ہی گا۔ عجب نہیں کہ نئے موسم کے آتے تک کچھ زمانہ تداخل کی بے عنوانیوں کا بھی گزرے۔ لیکن ہر حال میں عقل و ہوشمندی، حزم و احتیاط اور اعتدال و توسط کے ساتھ نظر عواقب امور پر رہنی چاہئے:۔ وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِن بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنشُرُ رَحْمَتَهُ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ (۴۲ : ۲۷)

انسانی ضلالت کا اصلی مبدأ

ہر اصلاحی تحریک و دعوت کیلئے پہلی منزل "تقلید" کی بندشوں کو توڑنا ہے۔ کیونکہ تقلید کے اہرمن سے بڑھ کر انسان کی تمام یزدانی خصائل کا اور کوئی دشمن نہیں۔ انسانی اعمال کی جس قدر گمراہیاں ہیں۔ اُن سب کی تخم ریزی صرف تقلید ہی کی زمین میں ہوتی ہے۔ اس لئے راہِ اصلاح کا اولین منظر یہ ہے تقلید

Marfat.com

پرستی کے سلاسل و اغلال سے انسانوں کو نجات حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ نے ہر انسانی دماغ کو سوچنے والا، اور ہر آنکھ کو دیکھنے والا بنایا ہے:۔ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ؕ وَلِسَانًا وَّ شَفَتَيْنِ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (۹۰ : ۸) کیا ہم نے انسان کو دیکھنے کیلئے دو آنکھیں نہیں دیں؟ اور بولنے کے لئے زبان اور لب نہیں عطا کیں؟ اور پھر ہدایت و ضلالت کی دونوں راہیں اس کے سامنے نہیں کھول دیں؟

اس لئے ہر انسان اپنی ہدایت و گمراہی کا ذمہ دار، اور اپنے فکر و دماغ سے کام لینے کے لئے خود مختار ہے۔ لیکن انسان کی تمام قوتیں نشو و نما کی محتاج ہیں اور نشو و نما ہو نہیں سکتی، جب تک قوتوں کو بغیر سہارے کے خود ورزش کرنے کے لئے چھوڑ نہ دیا جائے، انسان چلنے کی قوت اپنے ساتھ لے کر آتا ہے، مگر بچے کو جب تک خود کھڑا ہونے اور پاؤں پر زور دینے کے لئے چھوڑ نہ دیجئے گا۔ کبھی اُس کے پاؤں نہیں کھلیں گے۔ تقلید سے پہلی ہلاکت جو انسانی دماغ پر چھا جاتی ہے۔ وہ یہی ہے کہ انسان اپنے چند پیشواؤں اور مقتداؤں کی تعلیم یا آباؤ اجداد کے طریق و رسوم پر اپنے تئیں چھوڑ دیتا ہے۔ اور صرف اُنہیں کا تعبد کرتے کرتے خود اپنی قوتوں سے کام لینے کی عادت بھول جاتا ہے۔ اس عالم میں پہنچ کر اُس کی حالت بالکل ایک چار پائے کی سی ہو جاتی ہے اور انسانی ادراک و تعقل کی علامتیں مفقود ہونے لگتی ہیں۔ انسان کا اصل شرف نوعی اور مابہ الامتیاز اس کے دماغ کا تدبر و تفکر اور اجتہاد و تجسس ہے۔ دُنیا میں جس قدر علوم و فنون کا انکشاف ہوا۔ قوانین الٰہیہ اور نوامیس فطریہ کے چہروں سے جس قدر پردے اُٹھے۔ اشیائے کائنات کے خواص کا جو کچھ سراغ لگا، تمدن و مصنوعات میں جس درجہ ترقیاں ہوئیں، نئے نئے آلے اور نئے نئے وسائل راحت جس قدر ایجاد ہوئے غرض کہ انسان کے ارتقائے ذہن و فکری کے جس قدر کرشمے دُنیا میں نظر آرہے ہیں۔ یہ تمام تر اسی انسانی تفکر و تدبر کے نتائج ہیں۔ لیکن تقلید پرستی کی عادت ہلاکت و بربادی کی ایک چٹان ہے، جو انسانی تفکر و تدبر اور ادراک و تعقل کی تمام قوتوں کو کچل ڈالتی ہے اور اسکی قوت نشو و نما کا دائمی سدباب کر دیتی ہے۔ (قرآن کریم) جس دعوت کو لے کر آیا فی الحقیقت اس کا اصل مقصد یہی تھا کہ تقلید اور استبداد فکری کی زنجیروں سے انسان کو نجات دلائے۔ بُت پرستی اور انسان پرستی کی تمام

Marfat.com

شاخیں بھی اسی تقلید آباد رسوم سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے قرآن نے اپنی تعلیم توحید کا اساس بھی انسان کی اجتہاد فکری پر رکھا اور تفکر پر زور دیا۔ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ؟

کیا لوگ اپنے دماغ سے قرآن پر غور نہیں کرتے، یا اُن کے دلوں پر قفل لگ گئے ہیں؟

مقلدین محض کو چار پایوں اور حیوانوں سے تشبیہہ دی، اور پھر اس کو بھی اظہار ضلالت کے لئے ناکافی قرار دے کر ان سے بھی بدتر فرمایا:۔

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا	اُن کے پاس دل و دماغ ہیں مگر نہیں دیکھتے
وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا	کان ہیں مگر نہیں سنتے خود اپنے ذہن سے کام
اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ	نہ لینے اور مقلد محض ہونے میں وہ مثل چار پایوں
اَضَلُّ	کے ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ تر۔

پس خواہ مذہبی اصلاح ہو یا اخلاقی، تمدنی ہو یا سیاسی، ہر راہ میں پہلا پتھر تقلید کا حائل ہوتا ہے، اور یہ اگر ہٹ جائے تو پھر آگے کے لئے راہ صاف ہے، ہم کو مسلمانوں کے موجودہ سیاسی تغیرات میں سب سے پہلی علامت اُمید جو نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ اس راہ میں لیڈروں کی تقلید و اتباع کی جو بیڑیاں برسوں سے قوم کے پاؤں میں پڑی تھیں، الحمدللہ کہ ان کو توڑ کر پھینک دینے کے لئے ہر پاؤں بے قرار ہے، اور اب اور زیادہ اس بوجھ کو برداشت کرنا نہیں چاہتا، اب تک فی الحقیقت پالٹیکس میں نہ تو قوم کی کوئی پالیسی تھی اور نہ کوئی رائے، صرف چند ارباب رسوخ و اقتدار تھے جو اپنے محلوں میں بیٹھ کر تجویز بافی کر لیا کرتے تھے۔ اور پھر تمام قوم کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اُن کے ہاتھوں میں اپنی چھڑی پکڑا دیتے تھے، اور وہ کولھو کے بیل کی طرح ان کے بنائے ہوئے مرکز ضلالت کا طواف کرتی رہتی تھی۔ اصل قوت عام قوم کی ہے، اور یہی پالیسی وہی ہے جو خود قوم کے دماغوں میں پیدا ہوئی ہو، لیڈروں کا کام یہ ہوتا ہے کہ اس کی نگہداشت کریں اور اس کو ایک صحیح اور باقاعدہ تنظیم کے ساتھ ہمیشہ قائم رکھیں، مسلمان لیڈروں نے نہ تو کبھی خود قوم کو سوچنے اور سمجھنے کا موقعہ دیا اور نہ خود قوم کو اپنے ذاتی اجتہاد فکری اور قوتِ تفکر و تدبر سے کام لینے کی مہلت ملی، ابتدا سے لیڈروں

Marfat.com

کی یہی تعلیم رہی کہ تقلید واتباع پر قناعت کرو اور جو کچھ کہا جائے اس پر چون وچرا مت کرو، کیونکہ ابھی تم میں تعلیم نہیں، اور کئی صدیوں تک چارپایوں کی زندگی بسر کرنے کے لئے مجبور ہو گویا نعوذ باللہ پیشوایان قوم کا صحیفہ تعلیم بھی کلام الٰہی تھا کہ:-

وَاِذَا قُرِیَٔ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ (۷ : ۲۰۳)

جب قرآن کریم پڑھا جائے تو پوری توجہ اور انقطاع کے ساتھ سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر اللہ کی نظر ترحم مبذول ہو۔[لہ]

ہمارے سلف صالحین کی تو تعلیم تھی کہ اللہ پر توکل کرو اور مقام تفویض حاصل کرو لیکن لیڈروں کی تعلیم یہ تھی کہ گورنمنٹ پر توکل وتفویض کی عادت ڈالو کہ وہی کارساز حقیقی اور مجیب الدعوات و قاضی الحاجات ہے۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا۔ كَلَّا۔ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا۔ (۱۹ : ۸۴)

اور انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اوروں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے تاکہ ان کے لئے عزت ہو لیکن یہ تو کبھی ہونے کا نہیں، عزت کی جگہ یہ معبود انکی بندگی سے انکار کرینگے، اور الٹے ان کے دشمن ہو جائیں گے۔

لیکن اب حالات بدل گئے ہیں، اور قوم ان احکام کی تعمیل کرتے کرتے اکتا گئی ہے یہ پہلا موقعہ ہے کہ عوام نے اپنی قوت کو محسوس کیا ہے اور لیڈروں کی تقلید محض کی جگہ خود اپنے دماغ اور فکر سے اپنے مصالح پر غور کرنا چاہا ہے پس فی الحقیقت یہ قومی زندگی کے لئے سب سے

لہ احناف اس آیت سے قرأت فاتحہ خلف الامام کے خلاف استدلال کرتے ہیں ہمارے لیڈروں کا بھی یہی حکم ہے کہ جب ہم اپنے معبود کے آگے سربسجود ہونے کے لئے محراب عبادت میں کھڑے ہوں تو تم ہماری امامت کے پیچھے مقتدی بن کر کھڑے ہو جاؤ، لیکن شرط یہ ہے کہ جو کچھ ہماری قرأت ہو، خاموشی کے ساتھ سنتے رہو۔ خود تمہارے لبیں تک نہ ہلیں اور پھر اس میں یہاں تک شدت ہے کہ صرف نماز کی قرأت جہری ہی کے لئے یہ حکم نہیں جو سلیج کی عبادت گاہوں میں پڑھی جاتی ہے بلکہ رازدارانہ مشورت گاہوں کی ان نمازوں میں بھی جن میں امام آہستہ آہستہ قرأت پڑھتا ہے۔

Marfat.com

بڑی بشارت اور روحِ ملی کا پیغام حیات ہے اور ہم اس کو کوئی معمولی حرکت نہیں سمجھتے۔

ڈھاکہ یونیورسٹی اور مسئلہ الحاق علیگڈھ

بلکہ اگر مذہب امید کی تعلیمات کو زیادہ کشادہ دلی کے ساتھ قبول کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ جتنے قلیل عرصے کے اندر خیالات میں تغیر کی روشنی پیدا ہوئی ہے وہ گزشتہ تاریکی کو دیکھتے ہوئے تعجب انگیز ہے۔ یا تو لوگوں کا یہ حال تھا کہ لیڈروں کے ہر حکم کے آگے سمعنا واطعنا کہتے ہوئے سربسجود ہو جاتے تھے، یکایک دلوں کی کل اس طرح بگڑ گئی کہ ہز ہائی نس سر آغا خاں ڈھاکہ یونیورسٹی کو تقسیم بنگال کا نعم البدل قرار دے کر حکم دیتے ہیں کہ "تنسیخ تقسیم پر اظہار راضی کی جگہ گورنمنٹ کا شکریہ ادا کرو" اور لیگ کے دفتر میں جلسہ منعقد کیا جاتا ہے، لیکن نہ تو کوئی بندۂ خدا مولوی عزیز مرزا مرحوم کی سنت ہے اور نہ اس فرمان عالی کیلئے آمادہ ہوتا ہے ؎

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک تھی ناپسند
گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب میں

اس سے بھی بڑھ کر یونیورسٹی کے الحاق کا مسئلہ ہے، یہ مسئلہ فی نفسہ خواہ اہم ہو یا نہ ہو لیکن قوم کی خواہشوں کے ضرور خلاف تھا، اگر پچھلے وقتوں کی تبنیں ہوتیں تو لوگ غور کرنے کی زحمت بھی گوارا نہ کرتے لیکن پریس کمیونکے کی اشاعت کے ساتھ ہی تمام ملک میں ایک عام جنبش پیدا ہو گئی اور لیڈروں نے قوم کو اس قدر محکم دیکھا کہ قوم کو اپنے آگے جھکانے کی جگہ پہلی مرتبہ خود اس کے آگے جھک گئے، یہ حالات یقیناً مایوسیوں کی شب تاریک میں ایک صبح امید کی آمد کے آثار ہیں، پہلی شے یہی تھی کہ تقلید کی بندشیں ڈھیلی ہوں اور پاؤں خود چلنے کے لئے حرکت کریں، الحمد للہ کہ اس اولین منزل کو اپنے سامنے پاتے ہیں۔

Marfat.com

مسلمانوں کی آیندہ شاہراہِ مقصود کیا ہونی چاہیئے؟

(۱)

مرادِ خضرِ عناں گیر باید از چپ و راست
کہ رنج رہروی نہ کنم ورنہ عزمِ راہ خطاست

ہم نے گزشتہ دو نمبروں میں مسلمانوں کے موجودہ تغیرِ خیالات کو "صبحِ امید" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، اور چونکہ ہر اصلاح کی بنیاد اولین تغیرِ خیالات اور جنبشِ افکار ہے اس لئے اس تعبیر میں کوئی مبالغہ و اغراق نہ تھا، لیکن آج جن امور پر ہم توجہ دلانا چاہتے ہیں، یہ وہ امور ہیں جن سے اگر بے پروائی کی گئی تو یاد رکھنا چاہئے کہ یہی تغیر صبحِ امید نہیں بلکہ گمراہیوں اور باطل پرستیوں کی ایک سخت خطرناک شبِ یلدا ہو جائیگی۔

جمود اور حرکت

حقیقت یہ ہے کہ خیالات کی جنبش اور حرکت فی نفسہٖ کوئی مفید شے نہیں ہے جب تک کہ وہ کسی آیندہ صحیح انجماد افکار سے منفصل نہ ہو جائے، اور اگر ایسا نہ ہوا تو حرکت محض بعض حالتوں میں بیکار و لاحاصل اور اکثر حالتوں میں جمود سے زیادہ مہلک اور خطرناک ثابت ہوتی ہے۔

Marfat.com

بالفاظ سادہ تر، اس کو یوں سمجھیے کہ ایک شخص مدتوں سے ایک جگہ بیٹھا ہے، بالکل بیٹھا رہنا زندگی کے لئے نہایت مضر اور اعضاء و جوارح کو معطل کر دینے والا ہے، اس لئے آپ چاہتے ہیں کہ وہ حرکت کرے، یہ نہایت عمدہ خیال ہے لیکن یہ حرکت اسی وقت مفید ہوگی جب آپ اسے چلا کر کسی عمدہ باغ کی روش پر لا کھڑا کریں۔ لیکن اگر آپ نے اس میں حرکت پیدا کر کے سامنے کے گڑھوں سے اُسے نہ بچایا اور وہ غریب اس میں گر گیا تو اس حرکت سے تو اس کا بیٹھا رہنا ہی بہتر تھا۔

لیڈروں کا طبقہ اپنے گزشتہ عہد کو خواہ جد و جہد کی ایک شاندار تاریخ سمجھے، مگر ہمارے نزدیک مسلمانوں کی حرکت کی تاریخ اگر شروع ہوگی تو اب سے شروع ہوگی، وہ فی الحقیقت اب تک سو رہے تھے، زندگی کی ان میں کوئی حرکت نہ تھی، اور نیند نے ان پر موت کا جمود طاری کر دیا تھا، (وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ۔ ایک سوئے ہوئے انسان کے لئے اس کی کوئی بحث نہیں ہوتی کہ دوڑنا بہتر ہے یا آہستہ چلنا؟ تکیہ لگا کر بیٹھنا بہتر ہے یا دو زانو ہو کر بیٹھنا؟ کیونکہ یہ حالتیں اسے پیش ہی نہیں آتیں لیکن اب وہ جاگے ہیں۔ انکو بیٹھنا بھی پڑے گا، اُٹھنا بھی پڑے گا، پس اب ان کی حالت پینشنر کی سی بے خطر نہ ہوگی، کیونکہ امن موت میں، مگر خطرہ صرف زندگی ہی میں ہوتا ہے جب تک غافل پڑے ہُوئے اینٹھ رہے تھے تو نہ ان کو فرش گل پر چلنا تھا اور نہ جنگل کے خارزار پر، لیکن اب دونوں طرح کی زمینوں پر اُن کے قدم پڑ سکتے ہیں، اس لئے فی الحقیقت سوچنے، غور کرنے، اور حزم و احتیاط کا وقت اب آیا ہے، بہت ممکن ہے کہ بیٹھنے کی جگہ اُٹھ کھڑے ہوں، کچھ بعید نہیں کہ آہستہ چلنے کی جگہ بے اختیار دوڑنے لگیں ٹھوکریں بھی کھا سکتے ہیں اور در و دیوار سے ٹکرا بھی سکتے ہیں، کیونکہ اب وہ سوئے ہُوئے نہیں بلکہ زندہ اور متحرک ہیں، خطرات سے مقابلہ زندگی اور حرکت میں ہوتا ہے جمود اور سکون میں نہیں ہوتا۔

پس پہلے نہیں تو اب ضرورت ہے کہ ایک ایسی حقیقی رہنمائی کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ ہو، جو اُنہیں معطل بیٹھنے نہ دے، چلاتا رہے، لیکن ساتھ ہی نگراں بھی رہے کہ کہیں راہ کے ادھر اُدھر گڑھوں اور غاروں میں پھسل نہ پڑیں ؛ -

Marfat.com

مرا دو خضر عناں گیر باید از چپ و راست
کہ کج روی نکنم ورنہ عزم راہ خطا است

بارہا گفتہ ام و بار دگر می گویم | کہ مسلمانوں کے لئے تمام عالم میں صرف ایک ہی ہاتھ ہے جو رہنما ہو سکتا ہے اور ایک ہی چشم نگراں ہے جو لغزشوں سے بچا سکتی ہے، یہ وہی ہے جو کبھی کوہ سینا پر تجلی حق بن کر چمکی، کبھی فاراں پر ابر رحمت بن کر نمودار ہوئی، کبھی غار ثور میں لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا - کی صدا میں تھی، کبھی بدر کے کنارے اِنْ یَّنْصُرْکَ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ کے پیغام میں تھی، کبھی اُحد کے دامن میں وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ کی بشارت تھی اور آج بھی لٹے ہوئے کاروان، ایک برباد شدہ قافلے اور ایک برہم شدہ انجمن کے لئے امید کا آخری سہارا اور زندگی کی آخری روشنی ہے۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ
وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُکُمْ
خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰہٌ مَّعَ
اللّٰہِ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ -
اَمَّنْ یَّھْدِیْکُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ
وَالْبَحْرِ وَمَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ
بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِہٖ ءَاِلٰہٌ
مَّعَ اللّٰہِ تَعٰلَی اللّٰہُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ -
(۲۷ : ۶۵)

کون ہے کہ جب ایک مضطر اور بیقرار روح
اس کو پکارتی ہے تو اس کی فریادوں کو سنتا
ہے اور اسکی مصیبت دور کرتا ہے؟ اور کون ہے
کہ اس نے تم کو زمین پر اپنا نائب بنایا اور
اس کی وراثت بخشی، کیا خدا کے سوا کوئی اور
ہے؟ پھر بتلاؤ کون ہے جو خشکی اور تری کی
کی تاریکیوں میں ہدایت کرتا ہے، اور باران
رحمت سے پہلے ہواؤں کو بشارت کے لئے بھیج
دیتا ہے کیا خدا کے سوا کوئی دوسرا ہے؟

دنیا میں جب کبھی بنی آدم نے اصلاح حیات کی کوئی منزل طے کی ہے تو صرف اسی ہاتھ کی رہنمائی سے اور جو اسکی رہنمائی میں آگیا پھر اس کے لئے گمراہی نہیں۔

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ
صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ (۶ : ۳۷)

خدا جب کسی شخص کو راہ راست پر چلانا چاہتا
ہے تو اس کا دل اسلام کے لئے کھول دیتا ہے

Marfat.com

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (۳۹ : ۲۲)

اور جس کا دل کھول دیا گیا تو پھر وہ اپنے پروردگار کی روشن کی ہوئی مشعل ہدایت اپنے سامنے پاتا ہے، مگر افسوس ان لوگوں پر جن کے دل ذکر الٰہی سے غافل ہو کر سخت ہو گئے ہیں۔

اوّلین اور بنیادی مسئلہ سب سے پہلے اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ اس تغیر خیالات کا منشا کیا ہے اور رُخ کس طرف ہونا چاہیے؟ ہم کو نہایت رنج اور قلق کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس لحاظ سے موجودہ تغیّرات خیال کا منظر زیادہ اطمینان بخش نہیں ہے، ہم صاف صاف اور باآواز بلند کہہ دیتے ہیں کہ اگر مسلمان اپنی قدیمی پالیسی کو صرف اس لئے چھوڑتے ہیں کہ تنسیخ بنگال اور مسئلہ یونیورسٹی کی وجہ سے وہ گورنمنٹ سے روٹھ گئے ہیں، یا یہ تغیر صرف اس لئے پیدا ہوا ہے کہ آزاد خیال ہندوؤں کی دیکھا دیکھی اب مسلمان بھی پالٹیکس! پالٹیکس پکارنے کے لئے مضطرب ہیں، تو وہ یاد رکھیں کہ اس نئے تغیر اور انقلاب میں اُن کے لئے کوئی برکت نہیں ہے، بہتر ہے کہ وہ اب تک جہاں پڑے سسک رہے ہیں وہیں بقیہ ایام ذلت و خواری اور کاٹ لیں، تاریکی میں رہنا ہے تو پھر اس سے کیا بحث کہ وہ کوئی گڑھا ہے یا عمدہ بنا ہوا تہ خانہ؟ آج تک ان کی تمام ناکامیوں کی علت حقیقی یہ رہی ہے کہ انہوں نے اپنے اعمال زندگی کی شاخ کو "سلطان قرآن" کے ماتحت نہیں رکھا، اور جب کبھی کوئی تحریک شروع کی، یا اپنے لئے کسی پالیسی کا پروگرام مرتب کیا، تو قرآن کریم کو اس طرح بھولے رہے گویا اس کا نزول تاریخ عالم کا کوئی واقعہ ہے ہی نہیں، اور یہ بھی سچ نہیں کہ وہ اس نام کی کسی کتاب کے پیرو ہیں، اگر مسلمان اس تغیر کے بعد پھر اسی گمراہی میں پڑنا چاہتے ہیں تو یہ ایک دلدل سے نکل کر دوسری دلدل میں پھنسنا اور ایک دام سے نجات پاکر دوسرے میں گرفتار ہونا ہوگا، پھر اگر گمراہیوں کے قفس ہی میں ہمیشہ مقید رہنا ہے تو موجودہ قفس میں کونسی برائی ہے کہ نئے پنجرے کی جستجو کی جائے؟

بیشک تقسیم بنگال کی تنسیخ اور یونیورسٹی کا مسئلہ ہمارے جمود و غفلت کے لئے ایک تازیانہ تنبہ ضرور ہے، اور ہم یقیناً شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ۔ ہوں گے اگر اس سے عبرت

Marfat.com

نہ پکڑیں، لیکن ہماری آئندہ پالیسی کی بُنیاد کوئی وقتی یا فوری واقعہ نہیں ہونا چاہیئے، بلکہ وہ ایک مستقل اور دائمی اعتقاد ہونا چاہیئے، جو اپنے قیام کے لئے کسی بیرونی سہارے کا محتاج نہ ہو، فرض کیجئے کہ کل گورنمنٹ نے بنگال کے دو نہیں بلکہ دس ٹکرے کر دئے اور وزیر ہند نے اعلان کر دیا کہ یونیورسٹی کا نام علیگڈھ نہیں بلکہ مُسلم ہوگا، کیونکہ جو گورنمنٹ ایک مرتبہ تقسیم کر کے اسے منسوخ کر سکتی ہے وہ اب سب کچھ کر سکتی ہے، پھر کیا اس حالت میں مسلمانوں کی پالیسی پر ایک تیسرا انقلاب طاری ہو جائے گا؟ اور پھر تغیر! تغیر کی صدا بُلند کی جائے گی؟ اس کے تو یہ معنی ہُوئے کہ آپ کا کوئی عقیدہ، کوئی خیال، کوئی مقصود، کوئی نصب العین اور کوئی اصلی پالیسی نہیں، آپ صرف گورنمنٹ کے چشم وابرُو کی حرکت کا نام ہیں اور صرف اس کو تکتے رہتے ہیں، اگر مصلحت لطف دہر کی علامتیں نمایاں ہوئیں تو "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" کہہ کر سربسجُود ہو گئے اور اگر مصلحت نے گوشۂ چشم رقیبوں کی طرف پھیر دیا تو لگے منہ بسورنے اور آنسو بہانے سوال یہ ہے کہ خود آپ کے پاس بھی کوئی شے ہے یا نہیں؟

ہم نہایت حسرت کے ساتھ یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ جو لوگ تقسیم بنگال کی تنسیخ سے نہیں بلکہ پیشتر سے اپنے اندر آزادی اور حقوق طلبانہ پالیسی کا ولولہ رکھتے ہیں گو عام راہ ضلالت سے الگ رہنے کا انہیں الاؤنس دینا چاہیئے، لیکن افسوس ہے کہ ان کے سامنے بھی ہندوؤں کی پولٹیکل جدو جہد کے سوا کوئی مستقل اور علیحدہ راہ نہیں ہے وہ بھی اپنی ترقی کا سدرۃ المنتہٰی صرف یہ سمجھتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح ہندوؤں کے قدم بقدم چلنا سیکھ جائیں بیشک ہمارے عقیدے میں بھی آج کل مسلمانوں کے لئے عبرت اور تنبیہہ کا سب سے بڑا سبق ہندوؤں کے سیاسی اعمال ہیں اور بڑی بدبختی یہی تھی کہ آج تک اس سے عبرت حاصل نہیں کی گئی، لیکن پیروان "امام مبین" کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مذہبی موت نہیں ہو سکتی کہ اعمال زندگی کے ایک ضروری شعبہ میں ان کو اسلام تعلیم دینے سے مجبور ولاچار ہو گیا ہو، اور اس کی طرف سے مایوس ہو کر انہیں ایک دوسری قوم کے دسترخوان کی چھوڑی ہوئی ہڈیوں پر للچانا پڑے، اگر ایسا ہی ہے تو بہتر ہے کہ سرے سے اسلام ہی کو خیر باد کہہ دیا جائے دنیا کو ایسے مذہب کی کیا ضرورت ہے جو صرف خطبہ نکاح میں چند آئتیں پڑھ دینے یا بستر نزع پر سورہ یٰس کو دہرا دینے ہی کے لئے

کارآمد ہو سکتا ہے؟

ہمارے نزدیک اسلام کے دامن تقدیس پر اس سے بڑھ کر اور کوئی بدنما دھبہ نہیں ہو سکتا کہ انسانی حریت اور ملکی فلاح کا سبق مسلمان دوسری قوموں سے لیں، اس بارے میں ہمارے خیالات، الحمدللہ، عام خیالات کی سطح سے بہت بلند ہیں اور گو موقعہ نہیں، مگر ضمناً ان کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے، ہمارا عقیدہ ہے کہ جس طرح اسلام کا خدا اپنی ذات وصفات میں وحدہٗ لاشریک ہے، کوئی ہستی اور وجود اس میں شریک نہیں اس طرح اس کا قرآن کریم اپنی جامعیت اور کمال تعلیم میں "وحدہٗ لاشریک" ہے، اور بالکل اسی طرح اس کا لانے والا رسول کمال انسانیت و تعبد اور قوائے نبوت و اصلاح میں "وحدہٗ لاشریک" ہے، انکی صفات وخصائص میں کوئی ان کا شریک نہیں،

راہ نسبت طلبی ہیں کہ چہ شایاں رفتم

پس ضرور ہے کہ جو امت اس خدائے واحد، اس قرآن واحد اور اس رسول واحد کے دامنِ تعلیم سے وابستہ ہو وہ بھی اپنے اندر اس شانِ وحدت و یکتائی کا جلوہ رکھے، وہ بھی اپنے اعمال زندگی کی ہر شاخ میں وحدہٗ لاشریک ہو، اس کے اعمال وخصائص بھی "مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَاَ الْحَقَّ" کی صدائے اتحاد سے غلغلہ انداز عالم ہوں، تمام دنیا کی قومیں اس کے اعمال کا اتباع کریں، زندگی کے ہر حسن و جمال میں اس کے خال و خط کے لئے مرقع عالم کے لئے نمونہ بنیں۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا۔ کے یہی معنی ہیں اور اس لئے مسلمانوں سے وعدہ کیا گیا تھا:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا (۸: ۲۹)	مسلمانو! اگر تم اللہ کا خوف اپنے اندر پیدا کر کے متقی بن جاؤ گے تو وہ تمہارے لئے تمام دنیا میں ایک خاص امتیاز و خصوصیت پیدا کر دیگا۔

جس قوم کو اس صدائے الٰہی نے مخاطب بنایا ہو، اس کے لئے اس سے بڑھ کر کیا بدبختی ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کی ہر شاخ میں غیروں کے لئے نمونہ بننے کی جگہ خود دوسروں کو اپنا کعبہ مقصود اور قبلہ آمال بنا رہی ہے؟ سیاسی بحث تو ضمنی ہے، ہمارا اصلی ماتم صرف اتنے ہی

پر موقوف نہیں، ہم کو تو یہ نظر آ رہا ہے کہ آج مسلمانوں کے لئے تعلیم، اخلاق، معاشرت، سیاست بلکہ مدنی زندگی کی ہر شاخ ہیں اُن کے لیڈر صرف اس کو فرض رہنمائی سمجھتے ہیں کہ ان کے آگے دوسری قوموں کے اعمال پیش کر دیں، تہذیب و انسانیت کی ضرورت ہے تو مسلمان یورپ کی شاگردی کریں، پولٹیکل آزادی کی ضرورت ہے تو اپنی ہمسایہ قوموں سے بھیک مانگیں، پھر ہمیں تبلایا جائے کہ خود بدبخت مسلمانوں کے پاس بھی کچھ ہے یا نہیں؟ جو مسلمانوں کے رہنما قوم کے جلب قلوب کے لئے مذہب کے ذکر کو ناگزیر دیکھ کر، اپنے شاندار اسٹیجوں پر مذہب! مذہب اور اسلام، اسلام پکارتے ہیں، قطع نظر اس کے کہ خود ان کی زندگی میں اس اسلام کا اثر کہاں تک موجود ہے، ہم پوچھتے ہیں کہ انہوں نے کبھی قوم کو یہ بھی تبلایا ہے کہ زندگی کی ہر شاخ میں خود اسلام کا نمونہ کیا ہے؟ اور اگر نہیں تبلایا ہے تو قوم کے لئے ایک مسیحی رہنما اور ایک مسلمان لیڈر میں کیا فرق ہے؟ سچ یہ ہے کہ وہ غریب خود جس متاع سے تہی دست ہیں دوسروں کے آگے کیا پیش کریں گے؟

خفتہ را خفتہ کے کُند بیدار؟

یہی بُنیادی گمراہی ہے، جس نے جسم مِلت کی ریڑھ کی ہڈی تک کو گھلا دیا ہے، مُسلمان اگر مُسلمان ہوتے تو سمجھتے، کہ ان کے لئے خود ان کے سوا دنیا میں اور کوئی نمونہ نہیں ہو سکتا۔ اگر فی الحقیقت دنیا کی کسی قوم کے پاس کوئی عمدہ خیال، کوئی واقعی سچائی اور کوئی اچھا عمل پایا جاتا ہے تو اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ بدرجہ اولی اسلام میں موجود ہے، اور اگر نہیں ہے تو اسکی اچھائی بھی قابل تسلیم نہیں۔ اسلام کے معنی کی اصلی وُسعت سے دُنیا بے خبر ہے، اسلام تو اعتقاد و عمل کی ہر صداقت اور کائنات کے ہر حسن و جمال کا نام ہے، جہاں کہیں صداقت اور جمال موجود ہے یقین کرنا چاہیئے کہ وہ اسلام ہے، گو دُنیا کو اس کی خبر نہ ہو وللہ در ما قال۔

عبارا تنا شتّٰی وحسنک واحد

وکل الی ذاک الجمال یشیر

اللہ اللہ! خدا تو مسلمانوں سے چاہتا ہے کہ مجھ کو نمونہ بناؤ اور میری صفات کاملہ سے بہت مشابہ پیدا کرو (تخلقوا باخلاق اللہ) اور آج مسلمان ہیں کہ انسانوں کو اپنا اسوۂ حسنہ

Marfat.com

بتاتے ہیں کہ (تخلقوا باخلاق الله) اور اگر کوئی ان کی نقالی بن آتی ہے تو "انا الله " کا نعرہ لگا کر اس قدر نازاں ہوتے ہیں کہ حسین بن منصور کو "انا الحق" پر بھی اتنا ناز نہ ہوگا کذلک الله الرجس علی الذین لا یؤمنون - (ایسی ہی قلبی گمراہی کی گندگی میں وہ لوگ گرفتار ہو جاتے ہیں جن کو الله پر ایمان کامل نصیب نہیں)

اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان جس قدر اصلاح کی طرف قدم بڑھاتے ہیں اتنا ہی ضلالت اُن سے قریب تر ہوتی جاتی ہے، وہ جس قدر ترقی! ترقی پکارتے ہیں اتنی ہی تنزل! تنزل کی آواز سنائی دیتی ہے، وہ گویا دلدل میں پھنس گئے ہیں جس قدر زور کرتے ہیں اتنا ہی پاؤں اور دھنستا جاتا ہے، یا ان کے رشتہ فلاح میں بدبختی کی گرہ پڑگئی ہے، جس قدر کھینچتے ہیں، اتنی ہی وہ اور زیادہ کستی جاتی ہے،

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۔ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۔ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ،

(۲۴ : ۴۰)

یا پھر ان کے اعمال کی مثال ایک بڑے گہرے دریا کے اندر کی تاریکیوں کی سی ہے کہ دریا کو لہر نے ڈھانک رکھا ہے، لہر کے اوپر لہر اور اس کے اوپر بادل، اس طرح ایک تاریکی کے اوپر دوسری تاریکی ہے، اگر دریا کی تہ میں کوئی اپنا ہاتھ نکالے تو امید نہیں کہ اس کو دیکھ سکے، اور اصل یہ ہے کہ جس کو الله ہی کا نور نہ ملے تو پھر اس کے لئے روشنی کہاں ۔

جو قوم خدا سے اپنا رشتہ کاٹ دیتی ہے اور اس کے فرمان و احکام سے رُوگردانی کرتی ہے، اس کے اعمال نور الٰہی سے خالی ہو جاتے ہیں، اس پر ضلالت و گمراہی کا ایک شیطان مسلط ہو جاتا ہے اور وہ اس کو اپنا مرکب بنا کر اس کے گلے میں اپنی اطاعت کی زنجیر میں ڈال دیتا ہے ۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ؛

اور جو شخص خدا کے ذکر سے رُوگردانی کرتا ہے ہم اس پر ضلالت کا ایک شیطان متعین کر دیتے ہیں جو اس کے ساتھ رہتا ہے ۔

Marfat.com

پھر وہ یکسر گمراہی اور ضلالت ہو جاتی ہے، اس کی زندگی ناکامی و نامرادی کی تصویر بن جاتی ہے وہ طلب مقصود میں آوارہ گردی کرتی ہے، مگر چونکہ مقصود تک پہنچانے والے ہاتھ میں اُس کا ہاتھ نہیں ہوتا اس لئے کبھی مقصود تک نہیں پہنچتی، مُسلمانوں کے تمام ترقی کے ولولوں اور اصلاح کی کوششوں کا بھی یہی حال ہو رہا ہے، نامرادی کے سوا کچھ حاصل نہیں، ان کے لیڈر پانی کو ڈھونڈتے ہیں مگر دوڑتے ہیں ریگ زار کی طرف،

اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ	اُن کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے چٹیل میدان
يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتّٰى	میں چمکتا ہوا ریت ہوتا ہے کہ پیاسا دُور سے
اِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا۔	اس کو پانی سمجھ کر چلا مگر جب پاس آیا تو کچھ بھی
(۲۴ : ۳۹)	نہ تھا۔

پس اگر مسلمان زندگی حاصل کر سکتے ہیں تو مسلمان بن کر، ہندو یا مسیحی بن کر نہیں، آپ کے ہاں اگر شمع کافوری جل رہی ہے تو آپ کو کسی فقیر کے جھونپڑے سے اس کا ٹمٹماتا ہوا دیا چُرا لانے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر یہ بھی فرض کر لیجئے، کل ہندوؤں کو اپنی پالیسی بدل دینی پڑی جتنی راہیں انسانی دماغ کی پیدا کردہ ہیں، اُن میں تغیر و تبدل ہر وقت ممکن ہے، البتہ خدا کی تعلیم میں ممکن نہیں کہ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ۔ پھر کیا اس حالت میں مسلمان بھی اپنے اماموں کے ساتھ اپنی نمازیں توڑ دیں گے؟ ذرا غور سے کام لیجئے کہ گہری اور تفکر طلب باتیں ہیں، ہم مسلمانوں کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ خواہ کسی اصُول پر مبنی ہو وہ ایک ایسی راہ پیدا کر لیں جو اُن کی مستقل اور مخصوص راہ ہو، جس میں کبھی تغیر کی ضرورت نہ ہو، تمام خارجی اثرات تغیر سے محفوظ ہو، نیز کہا جا سکے کہ وہ مسلمان کی راہ ہے ایسا نہ ہو کہ محض خارجی حالات کے تابع ہو کر آپ اپنے تئیں بالکل بھول جائیں یہ نہ ہو کہ آپکی پالیسی صرف گورنمنٹ کے اندازِ نظر کا نام ہو، لطف دہر کی بہار آئے تو آپ کی پالیسی دوسری ہو، اغماض و اعراض کی باد خزاں چلے تو آپ کا آشیانہ دوسری جگہ بن جائے، تقسیم بنگال کی تقسیم و ترکیب، اور یونیورسٹی کا الحاق و عدم الحاق آپ کی پالیسی کو تیار نہ کرے، بلکہ آپ کے منتہم اقلیم دل کا اتصال اور آپ کے شکستہ رشتہ الٰہی کا الحاق آپ کے لئے ایک دائمی اور ناممکن التبدیل پالیسی مہیا کردے۔

Marfat.com

(۲)

مَیں شاید اپنے مطلب کو اب تک ٹھیک ادا نہ کرسکا، اس لئے زیادہ واضح طور پر آج عرض کرتا ہُوں، مشکل یہ ہے کہ مضمون وسیع اور شاخ در شاخ ضمنی مطالب پر مشتمل ہے، جب لکھنے کے لئے قلم اُٹھاتا ہُوں تو مجبوراً تفصیل و اطناب سے کام لینا پڑتا ہے، تاہم مطمئن ہوں کہ کوئی غیر ضروری بیان زبانِ قلم پر نہیں گزرتا۔

مُسلمانوں کا نصب العین کیا ہونا چاہیئے؟ پالٹیکس جس کی طرف اب مدتوں کی غفلت کے بعد مسلمانوں نے شیفتگی کی نظر اُٹھائی ہے، قومی زندگی کے اعمال کا ایک سب سے بڑا شعبہ ہے لیکن ہم اسے مسلمانوں کے لئے کوئی اصلی مقصود اور بُنیادی شے نہیں سمجھتے، اور قوموں کے لئے اگر سیاست اُن کے تمام اعمال کی بُنیاد ہے تو اس لئے ہے کہ زندگی کی حرارت پیدا کرنے کے لئے وہ سیاسی جذبات سے ایک گرم انگیٹھی کا کام لیتے ہیں، لیکن جس قوم کے پاس ایک شعلہ فشاں آتشکدہ موجود ہو اُسے انگیٹھیوں کی کیا ضرورت ہے؟

جب تنور گرم ہو جاتا ہے تو بہت سی انگیٹھیاں اس سے گرم کر لی جاسکتی ہیں، لیکن انگیٹھی تنور کا کام نہیں دے سکتی، اس وقت برسوں کے جمُود نے کروٹ لی ہے اور گویا انقلاب و تغیر کا اچھا موسم مسلمانوں پر گزر رہا ہے، اس وقت جس چیز کی تخم ریزی کر دی جائے گی آگے چل کر اسی کے پھل کو اپنے دامن میں دیکھ سکیں گے، پس اس بارے میں میری دعوت کا لب لباب یہ ہے کہ مسلمان محض پالٹیکس ہی کو اپنا مقصُود حقیقی نہ بنائیں اور اس طرح ایک عمدہ موسم کو جس میں وہ ایک پُورا باغ لگا سکتے ہیں صرف ایک درخت کے بونے میں ضائع نہ کر دیں، دُوسری قوموں کی نظیر پر نظر رکھنا ان کے لئے کچھ سُود مند نہیں ہو سکتا، ان کو صرف اپنے اوپر نظر رکھنی چاہیئے، کیونکہ ان کے پاس ایک شے ہے جو اوروں کے پاس نہیں ہے، اور جس کو اپنا مقصُود بنا کر وہ ان تمام چیزوں کو بھی بوجہ احسن و اکمل لے سکتے ہیں، جو اور قومیں حاصل کر رہی ہیں، ان کو چاہیئے کہ ہر طرف سے آنکھیں بند کر کے اس شے کو اپنا اصلی مقصود اور نصب العین بنائیں جسکی تلاش میں انہیں گھر سے نکلنے کی ضرُورت نہیں، بلکہ ہمیشہ سے وہ خود ان کے گھر کے اندر موجُود ہے یعنی صرف اتباعِ دینِ مبین اور اعتصام بحبل اللہ المتین ان کے لئے اُن کے خدا کی

Marfat.com

طرف سے، ایک دائمی مقرر کردہ نصب العین ہے اور ایک مسلم ہستی کے لئے اس کے سوا کوئی مقصود حقیقی نہیں ہو سکتا، نہ پالٹیکس، نہ تعلیم، نہ اخلاق، اور نہ معاشرت، کیونکہ زمین پر جس قدر "کمال" اور "جمال" ہے وہ سب اس سے ہے، یہ کسی چیز سے نہیں ہے، دُنیا میں جس قدر خُوبیاں اور محاسن ہیں، سب اس کے نیچے ہیں کیونکہ اس کے اُوپر الوہیت کے درجے کے سوا اور کوئی درجہ نہیں، دُنیا میں جس وقت سے انسانی ہدایت و شقاوت کا سلسلہ شُروع ہوا ہے صرف یہی ایک صراط المستقیم اور ملت قویم تمام انسانی فلاح و اصلاح کا وحدہٗ لاشریک وسیلہ رہی ہے۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى
تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ
اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا، وَمَا كَانَ
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔
قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا
وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ
اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَ
الْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ
عِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا
نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔

اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی یا عیسائی بن جاؤ تو ہدایت پاؤ گے (یعنی اسلام کے سوا اور طریقے اختیار کرو) اے پیغمبر کہہ دے کہ کبھی نہیں! ہمارے لئے تو صرف ابراہیم ہی کا طریقہ طریق ہدایت ہے اور اے مسلمانو! تم بھی کہہ دو کہ ہمارا طریق یہی ہے کہ اللہ پر ایمان لائے ہیں اور قرآن پر، جو ہم پر اُترا، اور تعلیم پر جو ابراہیم اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اولاد یعقوب پر اُتری، اور موسیٰ اور عیسیٰ کو جو تعلیم دی گئی اور انہیں پر موقوف نہیں بلکہ دراصل اور تمام پیغمبروں اور رسولوں کو ان کے پروردگار کی طرف سے جو تعلیم دی گئی، ان سب کی تعلیم ایک ہی طریق اسلام کی تھی، پس ہم کوئی تفریق و امتیاز نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں،

اگر مسلمانوں نے اپنے لئے ایک نہایت آزادانہ پولٹیکل پالیسی تیار کرلی، کانگرس سے بھی بہتر پروگرام ان کے ہاتھ میں ہوا، آئرلینڈ کے حکومت طلبوں سے بھی بڑھ کر جوش اور سرگرمی پیدا کرلی، پالٹیکس میں وہ از سرتا پا غرق ہو گئے، ان کا ہر فرد "گلیڈسٹون" اور "مارلے" ہو گیا، لیکن ساتھ ہی اگر انہوں نے اپنے معتقدات اور اعمال کے اندر اسلام کی عملی رُوح پیدا نہ کی،

Marfat.com

اپنے تئیں دین الٰہی کی سلطنت کے ماتحت داخل نہ کیا اور خشیت الٰہی اور زاد تقویٰ سے محروم رہے تو میں اس یقین کی لازوال طاقت کے ساتھ، جس کے لئے کبھی موت اور شکست نہیں، اس بصیرت الٰہی کے ساتھ جس میں کبھی تزلزل اور تذبذب نہیں، از سر تا پا صدائے ربانی بن کر کہتا ہوں کہ اگر آگ جلاتی ہے اور پانی ڈباتا ہے، اگر آفتاب مشرق سے نمودار ہوتا ہے مگر مغرب کی جانب غروب ہوتا ہے، اگر مچھلی خشکی میں اور پرند دریا میں زندہ نہیں رہ سکتا، اگر قوانین فطریہ اور نوامیس طبیعیہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی، اور اگر یہ سچ ہے کہ دو اور دو پانچ نہیں بلکہ ہمیشہ چار ہوتے ہیں، تو یہ بھی کبھی نہ مٹنے والی صداقت اور صفحۂ کائنات پر نقش سنگی ہے کہ مسلمانوں کو یہ تمام نری سیاسی ہنگامہ آرائیاں، تعلیم و تربیت کا غوغائے محشر خیز اور پولٹیکل پالیسی کے تغیر و تبدل کا ہیجان طوفان آور، ایک لمحہ، ایک دقیقہ، ایک عشر دقیقہ تک کے لئے بھی کچھ نفع نہیں پہنچا سکے گا، ان کی تمام جد و جہد بے کار ہو جائے گی، تغیر کا ابر ان پر سے بغیر ایک قطرۂ بارش گزر جائے گا، ان کی امیدوں کی خشک سالی بدستور باقی رہے گی، وہ جس قدر سعی رہائی کریں گے اتنا ہی چاروں طرف کی لپٹی ہوئی زنجیروں کی بندش سخت تر ہوتی جائے گی، گمراہی و ضلالت کا شیطان کبھی ان سے الگ نہ ہو گا، ان کے گلوں میں جو طوق مذلت اور پاؤں میں جو زنجیر ادبار و تسفل پڑی ہوئی ہے، وہ قیامت تک نہ ٹوٹے گی، جہالت و ضلالت، اسر و غلامی، ذلت و خواری کی صفوں میں ہمیشہ محصور رہیں گے، اور دنیا میں ایک لمحہ کے لئے بھی ان کو قومی عزت کا چہرہ دیکھنا نصیب نہ ہو گا۔ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ،	جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور جھکنے کی جگہ غرور سے اکڑ کر بیٹھے، تو یاد رکھو ان کے لئے نہ تو آسمانی برکت کا دروازہ کبھی کھلے گا اور نہ ہی بہشت کی زندگی انہیں نصیب ہو گی، ہاں اگر ہو سکتا ہے کہ سوئی کے ناکے میں سے اونٹ گزر جائے تو یہ بھی ممکن ہے کہ ہماری

Marfat.com

آیات کو جھٹلا کر پھر فلاح و برکت بھی حاصل کر سکیں،

میں نے کہا کہ "اگر آگ جلاتی اور پانی ڈباتا ہے"، نہیں، بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ تو ممکن ہے کہ آگ نہ جلائے اور پانی نہ ڈبائے مگر یہ تو کسی طرح بھی ممکن نہیں کہ خدا کا وہ قانونِ شقاوت و ہدایت بدل جائے، جس کے لئے ابتدائے خلقت بنی آدم سے آج تک تاریخ میں کوئی مستثنیٰ شہادت موجود نہیں، یہ میں لکھ رہا ہوں اور میرے اندر یقین و اعتقاد کی ایک آواز بے چین و مضطرب ہے، مگر افسوس کہ اس کی ترجمانی کے لئے مجھے الفاظ نہیں ملتے، حیران ہوں کہ کیونکر اور کن لفظوں میں اپنا دلی یقین آپ کے دلوں میں پیدا کر دوں؟ تاہم میں یہ کہنے سے کبھی نہ تھکوں گا، کہ جن احکام اسلام کو آپ نہایت بے پروائی سے ایک مذہبی بندش کہہ کر گزر جاتے ہیں، وہ بندش ضرور ہے مگر ایک ایسے قانون کی بندش ہے۔ جس کی سلطنت تمام قوانین مادیہ کے نظام حکومت سے بالاتر اور وراء الوریٰ ہے اور نظم کائنات کے تمام اجزا اسی بندش سے بندھ کر مرتب اور منظم ہوتے ہیں، یہی بندش ہے کہ لسان الٰہی نے اس کو کہیں "حدود اللہ" کے لفظ سے یاد کیا ہے، کہیں "سنۃ اللہ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، کہیں "فطرۃ اللہ" اس کا نام رکھا ہے، کبھی "صراط مستقیم" کہا ہے اور کبھی "دین قیم" کے خطاب سے یاد کیا ہے، وہ فی الحقیقت ایک ربانی حکومت کا انتظام ہے اور جب کوئی فرد یا قوم اس کے تحت و تسلط سے نکلنا چاہتی ہے تو گویا وہ خدا کے ساتھ اعلان جنگ کر دیتی ہے، پھر اس کی زندگی اور زندگی کے تمام اعمال یکسر بغاوت اور سرکش ہو جاتے ہیں اور وہ رحمانی سلطنت سے نکل کر شیطانی حکومت میں داخل ہو جاتی ہے:-

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ (۸۲ : ۶)	خدا کہتا ہے کہ اے انسان حقیر! بتلا کہ کس چیز نے تجھ کو اس پر آمادہ کیا کہ اپنے رب کریم سے بغاوت کر دے؟

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک باغی انسان کو کوئی گورنمنٹ پناہ نہیں دے سکتی، اسی طرح رب السموات والارض کی بغاوت اور قانون شکنی کے بعد بھی کائنات کا ہر دروازہ اس پر بند ہو جاتا ہے، کسی سعی میں وہ کامیاب نہیں ہوتا اور کوئی کوشش اس کی فلاح یاب

Marfat.com

نہیں ہوتی:-

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (۳: ۷۹)

جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسری تعلیم کو تلاش کرے گا اسکی سعی و تلاش کبھی مقبول نہ ہوگی اور اسکے تمام کاموں کا نتیجہ ناکامی و نامرادی ہوگا،

قرآن مجید نے امم سابقہ و اقوام پیشیں کا تذکرہ بار بار کیا ہے، یہ صرف اس لئے کہ اس "قانون ہدایت و شقاوت" کے نتائج پر انسان کو توجہ دلائی جائے، جا بجا ان اقوام متمدنہ و عظیمہ کی طرف اشارہ کیا ہے جو آنے والی اقوام سے زیادہ قوی اور مستحکم تمدن رکھتی تھیں، لیکن جب اُنہوں نے احکام الٰہیہ کو پس پُشت ڈال دیا اور خدا کی حکومت میں رہ کر اس سے بغاوت اور سرکشی شروع کردی تو کوئی انسانی سعی و تلاشِ فلاح ان کو ہلاکت و بربادی سے نہ بچا سکی، یہاں تک کہ آج اُن کے آثار و اطلال بھی دُنیا میں باقی نہیں:-

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَا اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ -

(۳۰ - ۹)

کیا یہ لوگ زمین پر چلتے پھرتے نہیں؟ اگر پھرتے تو دیکھتے کہ جو قومیں ان سے پہلے ہو گزری ہیں ان کا کیا انجام ہوا؟ یہ وہ قومیں تھیں جو ان سے تمدن و ترقیات اور قوائے جسمانی میں بڑھ کر قوی تھیں، انہوں نے زمین پر اپنے کاموں کے نشان چھوڑے اور جس قدر تم نے اس کو متمدن بنایا ہے اس سے کہیں زیادہ انہوں نے تمدن پھیلایا، لیکن جب ہمارے رسُول ان میں بھیجے گئے اور ہماری نشانیاں ان کو دکھلائی گئیں تو انہوں نے سرکشی اور بغاوت سے جُھٹلا دیا، اور برباد و فنا ہوگئے خدا ظلم کرنے والا نہ تھا لیکن خود انہوں نے اپنے اُوپر ظلم کیا۔

یہی اسلام وہ "قانون حیات و ممات اقوام" ہے جس کی طرف قرآن نے جا بجا اشارہ

Marfat.com

کیا ہے:-

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَھَا اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ۔

(۵۷ : ۲۲)

جتنی مصیبتیں اقوام وملل پر نازل ہوتی ہیں اور جو خود تم پر نازل ہوئیں وہ سب ہم نے پہلے سے ایک کتاب میں لکھ رکھی ہیں (یعنی پہلے سے وہ بصورت ایک قانون منضبط کے موجود ہے) اور ایسا کرنا اللہ کے لئے کوئی مشکل بات نہ تھی،

دُنیا میں حیات و قیام صرف مُسلم کیلئے ہے

اور غور کیجئے تو یہ کوئی دعویٰ نہیں جس کیلئے زیادہ دلائل آرائی مطلوب ہو اور اگر مطلوب ہے تو اس لئے کہ دُنیا میں آج اسلام کے پیروؤں ہی کے لئے سب سے زیادہ اسلام کی دعوت ایک معمّا بن رہی ہے، اسلام تو در حقیقت اُن قوائے فطریہ کے صحیح استعمال کا نام ہے، جن کی حکومت سے دُنیا کی کوئی شے خارج نہیں، مچھلی کے لئے پانی میں تیرنا، پرندوں کیلئے ہوا میں اُڑنا، نباتات کا زمین میں نشوونما پانا اور انسان کا زمین کے اُوپر رہنا یہ سب چیزیں اسلام کے مفہوم حقیقی میں داخل ہیں، کیونکہ اس کا دُوسرا نام "سُنَّةَ اللّٰہِ" اور "فِطْرَتَ اللّٰہِ" ہے۔ پھر کیا مچھلی پانی کی جگہ ہوا میں، پرند ہوا کی جگہ پانی میں اور انسان زمین کو چھوڑ کر سمندروں میں زندہ رہ سکتا تو اس کے یہ معنی ہیں کہ دُنیا میں کوئی شے غیر مُسلم ہو کر زندہ نہیں رہ سکتی، حیات اور زندگی صرف مسلم کے لئے ہے اور جو قومیں زندہ ہیں، گو اُن کو معلوم نہ ہو مگر ہم کو معلوم ہے کہ وہ اسلام ہی کے سرچشمے سے سیراب ہو رہی ہیں، یہ اپنی بدبختی ہے کہ پاس رہ کر بھی ہم تشنہ لب ہیں:-

اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ حَکَمًا وَلَہٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْھًا وَّ اِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ

کیا وہ لوگ دین الٰہی کو چھوڑ کر کسی اور تعلیم کو اپنا حاکم بنانا چاہتے ہیں؟ حالانکہ اس آسمان اور زمین میں کوئی نہیں جو چار و ناچار اسی دین الٰہی کا مسلم یعنی حکم بردار نہ ہو۔

اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً

پس باوجود اس کے کہ ہم پولیٹکل زندگی کو حیات ملّی کا ایک ضروری شعبہ سمجھتے ہیں، باوجود اس کے کہ ہمارے

Marfat.com

نزدیک کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی جب تک اس کے اندر سیاسی جذبات مشتعل نہ ہوں، اور باوجود اس کے کہ ہم روز اوّل سے مسلمانان ہند کی ایک بڑی بدبختی یہ قرار دے رہے ہیں کہ ان کے لیڈروں نے غلامی و خوشامد کے داروئے بے ہوشی سے قوم کی قوم کو مرض النوم میں مبتلا کر دیا، ہم مسلمانوں کو کبھی یہ صلاح نہیں دیں گے کہ وہ صرف پولیٹکل آزادی کے دلولے ہی کو پیدا کر کے اصلاح و تغیر کی طرف سے فارغ البال ہو جائیں، کیونکہ ہمارے نزدیک مسلمانوں کے لئے پولٹیکل پالیسی کے تغیر میں کوئی برکت نہیں ہو سکتی، اگر اُن کے اندر مذہبی تبدیلی پیدا نہ ہوئی، بخار کے مریض کے لئے ڈاکٹر کے آگے یہ سوال نہیں ہوتا کہ اس کا جسم گرم کیوں ہے، اور آنکھوں میں سرخی کیوں ہے؟ بلکہ اس پر غور کرتا ہے کہ بخار کی تولید کی اصلی علت کیا ہے؟ اگر آپ صرف مریض کے جسم کی حرارت کے شاکی ہیں تو زیادہ پریشانی کی ضرورت نہیں، ایک من برف منگوا کر اس کے ریزوں میں اُسے بٹھا دیجئے امید ہے کہ سارا جسم ٹھنڈا ہو جائے گا، آپ کہتے ہیں کہ مسجد کا مینار سیدھا نہیں، مَیں روتا ہُوں کہ بُنیاد ٹیڑھی ہے، آپ صرف پالٹیکس کو کیوں ڈھونڈھتے ہیں جب کہ ایک ایسی مضبُوط اور لازوال کرُسی آپ کو ملتی ہے، جس پر نہ صرف پالٹیکس بلکہ قومی زندگی کی عمارت کے تمام ستون کھڑے ہو سکتے ہیں اور ستون کے لئے کرسی ناگزیر ہے۔

مُسلمانوں کے لئے اوّلین کام پس موجُودہ تغیّر کے بعد اب مسلمانوں کو سفر اسی منزل سے شروع کرنا چاہیئے جو ان کے سفر کا قدرتی مبدء ہے اور جہاں سے ان کو پچھلا سفر شروع کرنا تھا، مگر اُنہوں نے نہیں کیا، ان کو نہ تو پولٹیکل پالیسی کی تلاش و جُستجو میں وقت ضائع کرنا چاہیئے نہ اعلیٰ تعلیم کے افسانہ لاتناہی میں پڑنا چاہیئے نہ لیگ کے غلامانہ اور موت آور پالٹیکس پر توجہ کرنی چاہیئے اور نہ کانگرس کی رپورٹوں میں اپنے لئے نسخہ فلاح ڈھونڈھنا چاہیئے، ان کو صرف ایک ہی کام کرنا چاہیئے یعنی بلا سوچے ہوئے کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں، اپنا ہاتھ دستِ الٰہی میں دے دینا چاہیئے۔

می بُرد ہر جا کہ خاطر خواہِ اوست

نہ وہ پالٹیکس کو سوچیں، اور نہ تعلیم کو، نہ آزادی کی مدح کریں اور نہ غلامی کا طوق پہنیں،

یہ باتیں ان کے سوچنے یا فیصلہ کرنے کی نہیں ہیں، اُن کا فیصلہ خدا کو کرنا تھا، اور اس نے کرلیا، ان کا کام صرف یہ ہے کہ اتباع کلمات اللہ وجمیع " مَا جَآءَ بِهِ الْقُرْاٰن " کے لئے تیار ہو جائیں، اور اپنے تئیں تمام انسانی تعلیموں اور اقوام کے اتباع و محاکات کے ولولوں سے خالی کر کے صرف اس ایک ہی معلّم کی تعلیم پر چھوڑ دیں، اگر اسلام ان کو پالٹیکس میں بُلانا چاہتا ہے تو لبیک کہہ کر دوڑیں، اگر وہ اس سے اجتناب کی تعلیم دے تو اشارے کے ساتھ ہی مجتنب ہو جائیں، اگر وہ کہے کہ غلامی اور خوشامد، دو ہی چیزیں اصلی ذریعہ فوز و فلاح ہیں تو وہ سر سے پاؤں تک غلامی کی تصویر بن جائیں، اگر وُہ کہے کہ آزادی اور حقوق طلبی ہی میں قومی زندگی اور عزّت ہے تو اُن کا وجود یکسر پیکر حریت و جہد حریت ہو جائے، اخلاق، تعلیم، تمدّن، شائستگی، اصلاح معاشرت، غرض کہ ایک متمدّن زندگی کے جتنے اجزا ہیں اُن میں وہ جس طرف بُلائے اُسی طرف جھک جائیں، خود ان کی کوئی خواہش، کوئی ارادہ، کوئی تعلیم، کوئی پالیسی نہ ہو، ان کی خواہش اور پالیسی صرف اتباع قرآن ہو وہ اس تنکے کی طرح، جس کو کسی بحر طوفان خیز میں ڈال دیا گیا ہو، اپنے تئیں تعلیم الٰہی کے سمندر میں چھوڑ دیں، جس طرف وہ چاہے، لے جائے اور جس کنارے سے چاہے انہیں لگا دے، جب خدا ان کا تمام بوجھ اپنے سر لیتا ہے تو وہ خود اپنے کاندھوں کو کیوں تھکاتے ہیں؟

اگر مسلمانوں نے ایسا کرلیا (اور وعدۂ الٰہی کہ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا) تو وہ یاد رکھیں کہ آج جن چیزوں کے لئے بھٹک رہے ہیں اور نہیں ملتیں، اگر ان کا مطلوب حقیقی یعنی اسلام ان کو مل گیا تو وہ خود بخود ان کے قدموں پر آ کر گر جائیں گی۔ ان میں سے ایک ایک کی تلاش و جستجو کی ضرورت نہیں، وہ بہت گمراہ ہو چکے، جو سر عزت کی سربلندیوں کے لئے بنا تھا، بہت ٹھکرایا جا چکا، اب بھی سنبھل جائیں کہ خدا کا ہاتھ بیعت لینے کے لئے بڑھا ہوا ہے وہ اسے چھوڑ کر شیطان کے ہاتھ پر کیوں بیعت کرتے ہیں؟ ان کے تمام اعضا مُردہ و غیر متحرک ہو رہے ہیں لیکن اس کے لئے سر میں تیل کی مالش یا تلوے کا سہلانا، اصلی علاج نہیں ہے ان کو رُوح کی ضرورت ہے، جس دن، جس آن،

Marfat.com

جس لمحے، ان میں اسلام کی گم گشتہ حرارت غریزی عود کر آئے گی، اس وقت پاؤں کے انگوٹھے سے لے کر سر کے بالوں کی جڑ تک ان کا تمام جسم زندہ ہو جائے گا، ان کا اخلاق ان کا تمدن، ان کی سوشل حالت، ان کی سوسائٹی کا نظام، اور سب سے آخر مگر سب سے پہلے یہ کہ ان کی پولٹیکل حالت، غرض کہ حیاتِ ملی کا کوئی شعبہ ایسا نہ ہوگا جو باحسن شکل و باکمل حال ان کے پاس موجود نہ ہو جائے،

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔ (۲۲:۳۱)	اور جو شخص ہر طرف سے منہ موڑ کر صرف اللہ کی طرف متوجہ ہو گیا اور ساتھ ہی اعمال حسنہ اختیار کئے تو بس یقین کر و کہ اس نے مضبوط رسی تھام لی اور انجام کار اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

Marfat.com

احرام عہد روز ازل، کعبہ کوئے دوست
جز راہِ عشق ہر کہ رود بر خطا رود

صحت کیلئے تندرست کو نہیں بلکہ مریض کو دیکھنا چاہیئے

اگر مریض پچھلی بد پرہیزیوں اور بیماریوں سے تنگ آکر چاہتا ہو کہ آئندہ کے لئے ایک صحیح و تندرست کی زندگی حاصل کرے تو اُس کے لئے حفظ صحت کی کسی کتاب کے پڑھنے سے زیادہ بہتر ہوگا کہ اپنی بیماریوں اور پچھلی بد پرہیزیوں کا مطالعہ کرے، مسلمان اگر آئندہ اپنی حیات ملّی کو بیماریوں سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو اُن کے لئے پہلا کام یہ ہے کہ اپنے گزشتہ اور موجودہ امراض، علی الخصوص اپنی بد پرہیزیوں پر نظر ڈالیں اور آئندہ ان سے بچنے کا سامان کریں۔

مسلمانوں کے تمام موجودہ امراض کی اصلی علّت جس نے مختلف عوارض کی شکلیں اختیار کرلی ہیں، اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ انہوں نے تعلیم الٰہی کے عروۃ الوثقیٰ کو چھوڑ دیا، اور اس کے ساتھ مہلک بد پرہیزی یہ ہے کہ سعی اصلاح و ترقی کا جو قدم اُٹھایا وہ مذہب سے الگ رہ کر اُٹھایا، نتیجہ یہ نکلا کہ صحت و تندرستی ہی سے محروم ہوگئے، مسلمانوں میں پرانی تحریک تعلیمی ہے اور نئی سیاسی، لیکن دونوں کا یہی حال ہے اور یہی سبب ہے کہ پہلی پوری کامیاب نہ ہوئی اور دوسری اپنی عمر کے چوتھے سال ہی میں بستر نزع پر پائی گئی، اب جو کچھ ہے اُس کی تجہیز و تکفین کی دُھوم ہے، کہ کئی کروڑ مسلمانوں کی پنجاہ سالہ "متفقہ اور مسلّمہ" پالیسی کے ع

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دُھوم سے نکلے

دین اور دُنیا کی تفریق

ہم کو مسلمانوں کی گزشتہ جدّ و جہد ترقی پر بہت کچھ لکھنا ہے، کیونکہ جب تک پچھلی غلطیاں سامنے نہ آئیں، آیندہ کے لئے ان سے پرہیز ممکن نہیں، لیکن یہ ایک مستقل موضوع بحث ہے، یہاں صرف یہ عرض کردینا چاہتے ہیں کہ آج کل کانفرنسوں میں ہمارے قومی خطیبوں نے بزم آرائیوں کیلئے جو موضوع اختیار کررکھے ہیں، ان میں ایک برسوں کا پامال مضمون دین و دُنیا کا باہمی تعلق بھی ہے، بار بار اس کو دُہرایا

گیا ہے، اور ہمیشہ زور دے دے کر کہا گیا ہے کہ اسلام میں دین و دُنیا کی تفریق کا کوئی سوال نہیں وہ دین کو دُنیا سے الگ نہیں کرتا، بلکہ کہتا ہے کہ دین دُنیا ہی کے حُسن عمل کا نام ہے، اس میں شک نہیں، کہ مثل آج کل کے بہت سے اقوال کے یہ قولِ محض بھی صحیح ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اعمال کا کیا حال ہے؟ وُہی مدعیان اصلاح جو اس صداقت کو زبانی دُہراتے ہیں، اُن کی از سر تا پا زندگی اور ان کی تمام قومی تحریکوں کے اعمال میں بھی اس کا کچھ اثر ہے یا نہیں؟

حالت یہ ہے کہ خود ہمارے نئے لیڈروں نے دین اور دُنیا کے اندر تفریق کی ایک ایسی جھیل حائل کر دی ہے جو روز بروز دونوں کناروں کو دُور تر کر رہی ہے اور ان کو کسی طرح ملنے نہیں دیتی، اُنہوں نے قومی اصلاح و ترقی کی جس قدر تحریکیں شروع کیں، اُن کو مذہب سے اس طرح الگ رکھا، گویا نہ تو پیروانِ اسلام ان کے مخاطب ہیں اور نہ مسلمانوں کی قوم سے خود انہیں کوئی واسطہ ہے، ان کی زندگی، ان کے اعمال، ان کی آواز، ان کی نظیریں ان کی مثالیں، ان کے پیش نظر نمونے، بلکہ ان کے تمام افعال و کردار یکسر اسلام سے بیگانہ اور از فرق تا بقدم مذہب سے ناآشنا رہے، انہوں نے ہمیشہ دُنیا کو دین سے الگ دیکھا اور جب کبھی قدم اُٹھایا تو دُنیا کی طرف، حالانکہ اگر دین کی طرف بڑھتے تو دُنیا خود ان کی طرف دوڑتی:۔

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَعَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غَافِلُوْنَ (۳۰ : ۷)	یہ لوگ صرف دُنیا کی ظاہری دلفریبیوں ہی کو جانتے ہیں اور آخرت کو بالکل بھولے ہُوئے ہیں۔

مذہب سے یہ الحاد آمیز بیگانگی یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ آج اگر کوئی صدائے قرآنی بُلند کی جاتی ہے تو ایک دُوسرے کا منہ تکنے لگتا ہے کہ یہ کیسی آواز ہے؟ بہت سے اس خیال پر متعجب ہیں کہ مسلمانوں کی پولٹیکل پالیسی بھی تعلیم قرآنی پر مبنی ہو، (رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا) بہتوں کو یہ کہنے سے نفرت اور غصّے کا بخار چڑھ آتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے جو کچھ ہے قرآن میں ہی ہے اور قرآن ہی سے ہے (قُلْ

مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ) اور بہت ہیں جو فرعون کے جادوگروں کی طرح خوفزدہ ہو رہے ہیں کہ کہیں مذہب کا عصائے موسوی ثعبان مبین بن کر ان کو نگل نہ جائے :-

وَرَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ، يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ

جن لوگوں کے دل مرض ضلالت سے مریض ہو رہے ہیں تم ان کو دیکھو گے کہ وہ تمہاری طرف ایسے خوفزدہ ہو کر دیکھ رہے ہیں، جیسے کسی پر موت کی بیہوشی طاری ہو اور اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں۔

ہم کسی کی نیت کی نسبت زبان کھولنے کا حق نہیں رکھتے، لیکن واقعات اور نتائج بسا اوقات نیت کی پروا نہیں کرتے، اور حکم نتائج ہی پر مرتب ہوتا ہے ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ آج کل کے کارفرما طبقے میں بہت سے لوگ اعتقاداً ملحد نہ ہوں لیکن اس اعتقاد کو لے کر کیا کیجئے کہ عملاً سر سے پاؤں تک اُن کی جس شے کو دیکھیے حُسنِ الحاد کی دلربائیوں کا یہ حال ہے کہ ؟

کرشمہ دامنِ دل مے کشد کہ جا ایں جاست

اور باتوں سے قطع نظر کیجئے، ہمارے اعتقاد میں سب سے بڑی یزدان فروشی اور الحاد پرستی تو یہی ہے کہ ایک گروہ مسلمانوں کی اصلاح کا دعویٰ کرے اور پھر اپنے تمام کاموں کے لئے اسلام کو اور اُس کے خدا کو چھوڑ کر انسانی خیالات کے اصنام و طواغیت کو اپنا حکم بنائے :-

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ

اے پیغمبر ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جو اس زعم باطل میں پڑے ہیں کہ ہم مومن و مسلم ہیں، حالانکہ وہ کیونکر مومن ہو سکتے ہیں جب کہ اُن کا حال یہ ہے کہ خدا کو چھوڑ کر چاہتے ہیں کہ دُوسروں کو حکم بنائیں حالانکہ اُنہیں حکم دیا گیا تھا کہ خدا کے سوا دوسروں کی اطاعت سے

Marfat.com

يُضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۔ (۴ : ۶۰)

انکار کر دیں، اصل یہ ہے کہ شیطان چاہتا ہے کہ انہیں نہایت سخت درجے کی گمراہی میں مبتلا کر دے،

جن باتوں کو ہمارے لیڈر اسلام سے ناآشنا رہ کر کہتے رہے، اگر چاہتے تو انہی باتوں کو وُہ اسلام کی زبان سے ادا کر سکتے تھے، تعلیم اگر ضروری تھی، علوم جدیدہ کی اگر دعوت دینا چاہتے تھے، معاشرت میں ضروری تبدیلی کے خواہاں تھے یا اور جتنی باتیں قوم کے آگے پیش کرنا چاہتے تھے، ان میں کونسی شے ایسی ہے جس کے لئے قرآن کریم اور تعلیم الٰہی کو سامنے نہیں رکھ سکتے تھے؟ پھر کسی دعوت کے لئے یہ طریقہ مؤثر تھا کہ انسانوں کی نظیر دی جائے، یا یہ کہ خدا کا حکم ہے؟ غور کیجئے کہ مَیں کیا کہہ رہا ہُوں؟

اگر واقعی یہ سچ ہے کہ مسلمانوں کی دین اور دُنیا دونوں ایک ہیں اگر یہ واقعہ ہے کہ وہ قرآن نامی ایک کتاب کے پیرو ہیں، اس میں کوئی دھوکہ نہیں، کہ خدا کا ایک برگزیدہ رسُول تھا جس کے پیش کئے ہُوئے احکام اُن کے لئے ذریعہ فوز و فلاح ہیں تو ہمارے لیڈروں کی حالت اس سے بالکل متضاد ہوتی تھی، جو آج ہم بدبختی سے دیکھ رہے ہیں، وہ ایک ایسی جماعت ہوتی جس کے دل اور زبان، دونوں میں اسلام ہوتا، جن کا ہاتھ کسی حالت میں قرآن سے خالی نہ ہوتا، بلکہ قرآن کی گرفت سے اس طرح رُک جاتا۔ کہ کسی دوسری شے کو اُٹھانے کی مہلت ہی نہ پاتا، وہ از سرتا پا مذہب کی تصویر ہوتے اور یکسر تعلیم الٰہی کا عملی نمُونہ، اُن کی ہر صدا مذہب میں ڈوبی ہوئی ہوتی، اور ہر قدم مذہب ہی کی جانب اُٹھتا، ان کی زبان کھُلتی تو مذہب کے لئے، اور قلم حرکت کرتا تو مذہب کے نام پر، وہ ہر بہتر سے بہتر خیال اور ہر عُمدہ سے عُمدہ بات قوم کے آگے پیش کرتے، مگر جو کچھ کہتے مذہب کے واسطے سے، اور جو کچھ لکھتے مصحف کی سیاہی سے۔

وہ جب ہمارے سامنے آتے تو گو اُن کے سروں پر ہیٹ ہوتا، مگر زبان پر قرآن ہوتا، ہمیں اسکی چنداں پروانہ تھی کہ انکے سر پر کیا ہے؟ مگر اس سے کیونکر غفلت کریں کہ اُن کی زبان پر کیا ہے؟

لیکن ایسا ہوتا تو کیونکر ہوتا؟ دین و دُنیا کی عملی تفریق نے قوم کی اصلاح و ارشاد کی باگ

Marfat.com

ایک ایسی جماعت کے ہاتھ میں دے دی جو اگر ایسا کرنا بھی چاہتی تو نہیں کر سکتی، الحاد اُن کے دل میں چپکے چپکے کام کر رہا تھا اور دماغ مذہب سے ناآشنا تھا اُن کو جس قرآن اور جس اسلام کی خبر ہی نہ تھی اس کو قوم کے آگے پیش کرتے تو کیا کرتے؟

رُوح کی تلاش سے پہلے اُٹھ بیٹھنے کی سعی

پہلے کہہ چکا ہُوں کہ اگر آپ چاہتے ہیں ایک سرد لاش اُٹھ کر بیٹھ جائے تو یہ کوشش لاحاصل ہو گی کہ اس کے ہاتھ پر گرم گرم تیل کی مالش کریں، یا سر کو سینکنا شروع کر دیں، بیشک ہاتھ ایک نہایت کارآمد اور ضروری عضو ہے مگر صرف اسکو گرم کر دینے سے زندگی کی حرارت پیدا نہیں ہو سکتی، اصل شے رُوح ہے، جس وقت رُوح جسم میں عود کر آئے گی، خود بخود تمام اعضا کام دینے لگیں گے، جسم ملّت کا بھی یہی حال ہے سیاست، اخلاق، تمدّن، تعلیم، اصلاح معاشرت، یہ تمام چیزیں اس کے لئے نہایت ضروری اور کارآمد اعضا ہیں، لیکن ان سب کی زندگی رُوح پر موقوف ہے، مَیں نے کبھی لکھا تھا کہ قومی زندگی کیلئے دُنیا میں دو ہی چیزیں ہیں پالٹیکس اور مذہب مگر یہ کہنا باقی ہے کہ اور قوموں کیلئے صرف پالٹیکس حیات بخشتی ہو تو ہو مگر مسلمانوں کیلئے جن کا سارا کاروبارِ حیات مذہب ہی کے دم سے ہے: وہ رُوحِ مذہب کے سِوا اور کچھ نہیں ہو سکتی:۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا	مسلمانو اللہ اور اسکے رسُول کی پکار سنو! وہ تم کو
اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ	بلاتا ہے تاکہ تمہارے اندر زندگی کی رُوح پھونک دے
اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ	اور یقین کرو کہ اللہ انسان اور اس کے ارادوں میں
وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ	جب چاہتا ہے آڑے آجاتا ہے، یہ بھی یاد رکھو کہ
وَاَنَّهٗ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ	بالآخر ایک دن تم سب اُسکے آگے کھڑے کئے جاؤگے،

ہمارے مُلکی بھائی اپنے اندر صرف قومیت اور سیاست کی رُوح پیدا کر کے زندگی کی حرارت پیدا کر سکتے ہیں، اسی طرح اور قومیں بھی، لیکن مسلمانوں کی تو کوئی علیحدہ قومیت نہیں، جو کسی خاص نسل و خاندان، یا زمین کی جغرافیائی تقسیم سے تعلق رکھتی ہو، ان کی ہر چیز مذہب یا بالفاظ مناسب تر ان کا تمام کاروبار صرف خدا سے ہے، پس جب تک وہ اپنے تمام اعمال کی بُنیاد مذہب کو نہیں قرار دیں گے اس وقت تک نہ ان میں قومیت کی رُوح پیدا ہو گی اور نہ وہ اپنے بکھرے ہوئے شیرازے

Marfat.com

کو جمع کر سکینگے، آج دُنیا" قوم" اور" وطن" کے نام میں اپنے لئے جو تاثیر رکھتی ہے، مسلمانوں کیلئے وہ اثر صرف" اسلام" یا" خدا" کے لفظ میں ہے، یورپ میں "نیشن" کا لفظ کہہ کر ایک شخص ہزاروں دلوں میں حرکت پیدا کر سکتا ہے لیکن آپکے پاس اسکے مقابلے میں اگر کوئی لفظ ہے تو "خدا" یا" اسلام" ہے۔

تشخیص کے بعد اگر تشخیص کے بعد علاج آسان ہے، اگر گزشتہ امراض کی دریافت کے بعد آیندہ کے لئے حصُول صحت میں کوئی دشواری نہیں، اور اگر صحت کی آرزُو کیساتھ مرض کے حصُول کی خواہش کبھی جمع نہیں ہو سکتی تو مسلمانوں کیلئے انکی آیندہ شاہراہ مقصُود کا سوال بالکل صاف ہے اور وہ ایک ہی ہے، آجتک انکی تمام کوششیں بار آور نہ ہوئیں، کہ انکو آگ کی تلاش تھی، چاہیئے تھا کہ چنگاریوں کو پھونکتے تاکہ آگ بھڑکتی اور تنور گرم ہو جاتا لیکن وہ ہمیشہ راکھ کے ڈھیر کو پھونکتے رہے، انکی محنت میں کوئی شک نہیں مگر اسکو کیا کیجئے کہ راکھ کو پھونکنے سے آگ نہیں پیدا ہو سکتی۔

ونار نفخت بها اضاءت ولكن انت تنفخ فی الرماد

(اگر آگ کو پھونک مار کر سلگاتے تو وہ بھڑک اُٹھتی، مگر افسوس کہ تم خالی راکھ کو پھونک رہے ہو۔)

ضلالتِ اعمال کی یہی مثال ہے جو قرآن حکیم نے دی ہے اور فی الحقیقت قرآن کے سب سے زیادہ گہرے معارف اسکی مثالوں ہی میں ہیں:۔

مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ	جن لوگوں نے اپنے پروردگار کی اطاعت سے انکار کیا
كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي	انکے کاموں کی مثال ایسی ہے، گویا راکھ کا ڈھیر ہیں
يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا	کہ آندھی کے دن اسکو ہوا اُڑا لیگی، اس طرح جو
عَلَىٰ شَيْءٍ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ	کام ان لوگوں نے کئے ہیں ان میں سے کچھ بھی ان کے
(۱۴ : ۱۸)	ہاتھ نہیں آئیگا، یہی گمراہی پرلے درجے کی گمراہی ہے۔

مُسلمانوں میں تعلیمی رفتار اب تک مقابلتہً کیوں سُست ہے؟ پولٹیکل آزادی کے ولولے کیوں ان میں نہیں اُبھرے؟ ایثار و قربانی کی مثالیں کیوں ناپید ہیں؟ سحر نگار اہل قلم، اور آتش بیان مقرر کیوں نہیں پیدا ہوتے؟ ان سب کا جواب یہی ہے کہ ایک مردہ لاش سامنے تھی، لیڈروں نے اسکے

Marfat.com

اعضا تقسیم کر لئے، کسی نے تلوا سہلایا، اور کسی نے سر سینکنا شروع کر دیا، مگر روح کی کسی کو فکر نہیں ہوئی، پھونکنے کیلئے بہتوں نے اپنے چہرے انکو چولہے سے ملا دیا، مگر جتنی پھونکیں ماریں، وہ سب یا تو چولہے کے باہر کی مٹی اڑاتی رہیں، یا اندر کی جمع شدہ راکھ کو بکھیرتی رہیں، آگ بھڑکتی تو کیونکر بھڑکتی اور تمام اعضا کام دیتے تو کیونکر دیتے؟ بدبختی ہے کہ اتنی صاف بات بھی کسی کی سمجھ میں نہیں آئی؟

خلاصۂ مطالب ہم نے گزشتہ تین نمبروں میں جو خیالات ظاہر کئے ہیں، بہتر ہوگا، اگر انکو بطور حاصل بیان کے یہاں عرض کر دیں۔

۱۔ موجودہ تغیر خیالات ایک قیمتی فرصت ہے، اگر دیوار ٹیڑھی کھڑی کر دی گئی ہو اور آپ اسکے نقص کو محسوس بھی کر لیں، تاہم کسی بنی ہوئی چیز کا گرانا اور پھر از سر نو بنانا اس درجہ مشکل کام ہوتا ہے کہ ممکن ہے برسوں تک آپکو نئی دیوار کھڑی کرنیکی مہلت نہ ملے، لیکن اگر طوفان یا بارش کے ناگہانی حملے سے خود بخود گر جائے تو پھر آپکو نئی دیوار بنانی ہی پڑیگی، یہی حال مسلمانوں کی قدیمی پالیسی کا ہے، وہ خود بخود گر چکی ہے، نئی پالیسی کی دیوار بنانے کیلئے اب پچھلی دیوار گرانیکی ضرورت نہیں، صرف اسکی ضرورت ہے کہ اب جو بنیاد رکھی جائے وہ درست ہو۔

۲۔ مسلمانوں کیلئے ہر شے انکے مذہب میں ہے، پس اگر وہ آجکل پولٹیکل زندگی اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اسکی جگہ اس شے ہی کو کیوں نہ پیدا کر لیں جو نہ صرف پالٹیکس بلکہ قومی اعمال کی ہر شاخ کو زندہ کر دے؟

۳۔ قرآن کریم صرف نماز اور وضو کے فرائض بتلانے ہی کیلئے نازل نہیں ہوا بلکہ وہ انسانوں کیلئے ایک کامل و اکمل قانونِ فلاح ہے، جس سے انسانی زندگی کی کوئی شے باہر نہیں، پس مسلمانوں کی ہر وہ پالیسی اور ہر وہ عمل، جو قرآنی تعلیم پر مبنی نہ ہوگا، ان کے لئے موجب فوز و فلاح نہیں ہو سکتا۔

۴۔ مسلمانوں کا تمام کاروبار خدا سے ہے اور خدا کے سوا جو کچھ ہے وہ انکے لئے اصنام و طواغیت یعنی بتوں کا حکم رکھتا ہے، پس جبتک وہ خدا کے آگے نہیں جھکینگے، دنیا کی کوئی چیز انکے آگے نہیں جھکے گی۔

۵۔ انکو اپنا نصب العین صرف "اسلام" بنانا چاہیئے اور ساری طاقت اسمیں صرف کرنی چاہیئے کہ وہ ہر طرف سے ہٹ کر صرف احکام اسلام کے مطیع و منقاد ہو جائیں، اسلام ہی اُن کیلئے پالٹیکس کی راہ کھولیگا، تعلیم کا حکم دیگا، اخلاق و خصائل میں تبدیلی پیدا کریگا، اور وہ تمام باتیں جنکو ترقی یافتہ قوموں میں دیکھ کر وہ للچا رہے ہیں، نقصانوں اور مضرتوں سے صاف ہو کر ان میں پیدا ہو جائینگی، هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهٖ سَبِيلًا۔

Marfat.com

(۴)

ہاں راہِ عشق ست، کہ گشتن ندارد باز گشت
جرم را اینجا عقوبت ہست و استغفار نیست

گزشتہ مطالب کے گوش گزار کر دینے کے بعد، اب صرف چند باتیں اور عرض کرنی باقی رہ گئی ہیں؛ اگرچہ سچ پوچھئے تو پوری داستان ہی ہے اور شاید ہمیشہ باقی رہے گی ؎

قصۂ عشق بشیرازہ نگنجد زنہار
بگذارید کہ ایں نسخہ مجزا ماند

اس تبدیلی کے نتائج قدرتی طور پر سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ایسی تبدیلی عمل میں آگئی (وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ) تو اس کے نتائج کیا ہونگے؟ آغازِ مضمون میں جن آیندہ خطرات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ کیا کیا ہیں، لیکن غور کیجئے تو دراصل ہماری دعوت اثبات فواید و نتائج سے مستغنی ہے، ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ وہ انسانی عمل جو تعلیم الٰہی کی ہدایت بخشی سے خالی ہے کبھی فوز و فلاح نہیں پا سکتا، اگر ہم اپنی دعوت کی خوبیاں ثابت نہ کر سکیں تو کچھ حرج نہیں، کیونکہ اس کے لئے یہی ایک خوبی کافی ہے کہ اوروں کی دعوت انسانوں کی طرف ہے اور اس کی پکار تعلیم الٰہی کی طرف:-

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ	اور اس سے بہتر اور کس کی پکار ہو سکتی ہے جس نے
دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا	اللہ کی طرف بلایا، اعمال نیک انجام دیئے اور اپنے
وَقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ	تئیں کسی انسانی نسبت کی طرف نہیں بلکہ خدا
	کی طرف منسوب کر کے کہا کہ میں صرف "مسلم" ہوں۔

انسانی اعمال و اقوال دوسرے انسان کے لئے محتاج تصدیق ہیں، مگر خدا کی آواز جب انسان کو مخاطب کرتی ہے تو وہ خود حق اور صداقت ہے، اور اپنی تصدیق کے لئے کسی استدلال کی محتاج نہیں، اگر سچ کوئی متشکل وجود ہوتا، اور بولتا، تو کیا اس سے دلیل طلب کی جاتی کہ وہ سچ ہے؟ آفتاب اگر کہے کہ میں روشن ہوں تو آپ اس کے جواب میں کیا کہیں گے؟

ہم جلدی میں لکھ گئے کہ "ہمارا اعتقاد ہے" حالانکہ "ہر مومن قلب" کا یہی اعتقاد ہونا

Marfat.com

چاہیئے، مومن کی تعریف یہ ہے کہ" وہ صحیح الفطرۃ انسان، جسکی فطرتِ اصلی کا ذوق خارجی اثرات ضلالت سے بگڑ نہ گیا ہو۔" کیونکہ انسان کی فطرتِ اصلی اور اسلام دو مرادف لفظ ہیں اور فطرتِ انسانی کا اگر کوئی مذہب ہے تو وہ اسلام ہے، اس کے خلاف انسان کے جس قدر اعمال ہیں ان کو خارجی اثرات کی پیدا کی ہوئی ضلالت سمجھیئے، ہر ایسی ضلالت کو جو سرشت انسانی کے خلاف ہو قرآن حکیم "عمل الشیطان" سے تعبیر کرتا ہے، کہ عمل رحمانی تکوین فطرۃ اصلی و ودلیعت تمیز ہدایت و ضلالت ہے۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ	پس صرف دین قیم فطری کے ہو جاؤ وہ خدا کی
فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّذِىْ فَطَرَ النَّاسَ	قائم کی ہوئی فطرت ہے جس پر انسان پیدا کیا گیا
عَلَيْهَا، لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ	اور خدا کی فطرت میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی،

پس ہر صحیح الفطرۃ انسان کیلئے یہ دعوت ایک ایسی صداقت بخت ہے جو کسی بحث و استدلال کی محتاج نہیں، یہ اس کے لئے کوئی نئی دعوت نہیں ہے، بلکہ اس کے اندر اس صدائے فطرت کا اعادہ ہے جو ہر آن اور ہر لمحہ اس کے اعماق قلب سے اُٹھ رہی ہے، اور اس نقش خلقت کا عکس ہے، جو نقاش قدرت نے اس کے صفحہ جبلت پر کھینچ دیا ہے، اگر باہر کے غوغائے ضلالت نے اس کے سامعہ کو مشغول نہ کر دیا ہو تو جب کان لگائیے اس آواز کو سُن سکتا ہے اور جب آنکھ بند کرے اس نقش کو دیکھ سکتا ہے۔

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ	اور اس میں بہت بڑی بصیرت ہے اس کے لئے
كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ	جو اپنے پہلو میں سوچنے والا دل رکھتا ہو اور جس
وَهُوَ شَهِيْدٌ (۵۰ : ۳۷)	کے سر میں سننے والا کان ہو۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ دستر خوان کے لذائذ کا اعتراف کرنے کے لئے ایک تندرست شخص کی زبان چاہیئے، نہ کہ ایک ایسے مریض کی جو رات بھر تپ محرقہ میں مبتلا رہ کر بستر سے اُٹھا ہو، اگر آپ کے منہ کا مزا بگڑا ہوا ہے تو آپ شہد کو حنظل ثابت کرنے سے پہلے، بہتر ہے کہ اپنے کام و دہان کے ذوق رفتہ کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب | پس حقیقت اندیشی کی نظر ڈالئے تو اتباع تعلیم الٰہی کے داعی کے سر چشمہ

داستدلال کا کوئی بار نہیں ہے، اس نے جس وقت یہ کہا کہ تعَالَوْا اِلٰی مَا نُزِّلَ اِلَی الرَّسُوْلِ (اس تعلیم کی طرف آؤ جو خدا نے اپنے رسُول کریم پر اُتاری) تو اُسی وقت سبکدوش ہوگیا، کیونکہ اگر اُس کی دعوت دلیل کی محتاج تھی تو اُس نے دعوے کے ساتھ دلیل بھی پیش کر دی، روشنی کے لئے یہی دلیل ہے کہ وہ روشنی ہے۔ اس کی صداقت کی اس سے بڑھ کر بُرہان مبین کیا ہو سکتی ہے کہ وہ انسانوں کی طرف نہیں بُلاتا بلکہ داعی الی اللہ و ما نزل علیٰ رسولہ ہے:۔

تعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ — اس تعلیم کی طرف آؤ جو تم میں اور ہم میں مشترک ہے یعنی خدا کے سوا کسی کے آگے سر نہ جھکائیں۔

تاہم کیا کیجئے کہ بدبختی سے زمانہ وہ آگیا ہے جبکہ ایک مسلمان کے آگے اسلام کی خوبیوں کو ثابت کرنا بہ نسبت ایک مسیحی کے زیادہ ضروری ہے، عین نصف النہار کی دھوپ میں کھڑا ہو کر ایک حریف آفتاب سے مقابلے کی آنکھیں لڑاتا ہے اور پُوچھتا ہے کہ اس کے روشن ہونے کا ثبوت کیا ہے؟ پیاس کسی کو نہیں ہے مگر پانی سے پوچھتے ہیں کہ اسے کیوں تشنگی کیلئے مفید تسلیم کیا جائے؟

حریف کاوشِ مژگانِ خُوں ریزش نۂ زاہد
بدست آور رگِ جانے و نشتر را تماشا کُن

بہرحال ہم چاہتے کہ اس دعوت کے نتائج پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لیں، روشنی کی برکتیں کسے معلُوم نہیں، مگر پھر بھی آپ بار بار دُہرا دُہرا کر کہے جائیں تو بہتر ہے، کیونکہ لوگوں نے تاریک غاروں اور تہ خانوں کو اپنا نشیمن بنا لیا ہے۔ کَذٰلِکَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ (اور اسی لئے ہم بار بار دہرا دہرا کر موعظت و تذکیر سے کام لیتے ہیں تاکہ لوگ سوچیں اور غور کریں)

ہماری دعوت دراصل دو حصّوں پر مشتمل ہے:۔

۱۔ مُسلمان اپنے تمام اعمال میں جب تک کوئی عملی مذہبی تبدیلی پیدا نہیں کرینگے محض سیاسی یا تعلیمی تغیرات و ترقّیات ان کے لئے سُودمند نہیں ہو سکتیں۔

۲۔ تعلیم، معاشرت اور سیاست میں ان کو بربنائے اتباع اقوام کوئی راہ اختیار نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ بربنائے مذہب۔

Marfat.com

پہلے حصّے کو ہم موخر رکھ کر سردست دُوسرے ٹکڑے پر ایک مختصر بحث کرنی چاہتے ہیں، ہم نے گزشتہ نمبر میں کہا تھا کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے تئیں تعلیم قرآنی کے ہاتھ پر چھوڑ دیں۔ " می بُرد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست"۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ اگر ہم ایسا کریں تو تعلیم، معاشرت اور پالٹیکس میں قرآن ہم کو کس طرف لے جائے گا؟ تعلیم میں ہم آج جو علوم و فنون جدیدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور جو مقصد انتہائی ہمارے پیش نظر ہیں مذہب کی راہ سے بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے یا نہیں؟ اور اگر پہنچیں گے تو خالص تعلیمی تحریک اور اس تحریک میں کیا فرق ہوگا؟ معاشرت میں اس کا ہاتھ ہمیں کہاں لے جائے گا؟ اور جو زندگی ہماری ہوگی، وہ بیسویں صدی کی معاشرتی ضروریات سے مطابق ہو سکے گی یا نہیں؟ پالٹیکس میں اس کی تعلیم کیا ہوگی؟ وہ غلامانہ محکومی کو فضیلت انسانی قرار دیگا، جیسا کہ اب تک مُسلمانوں کا حال رہا، یا آزادی و خود مختاری، جمہوریت و مساوات کا ولولہ پیدا کرے گا، جس کی طرف موجُودہ تغیرات کا عام رجحان ہے؟ اور پھر بالفرض تعلیم قرآن و اسلام کی راہ سے ہم نے ایک آزادانہ پولٹیکل پروگرام مرتب بھی کر لیا تو اس میں مزیت و فضیلت کیا ہوئی کیونکہ یہی شے مذہب سے الگ رہ کر یورپ کی موجُودہ جمہوریت کے اتباع اور ہمسایوں کی نظیر سے بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

یہ سوالات ہیں جن کا جواب دینا اس حصّہ بحث میں ضروری ہے، لیکن تعلیم اور معاشرت سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ پالٹیکس کی شاخ پر نظر ڈالیں کیونکہ گو آج تک مُسلمانوں کی اصلاح مذہب کی راہ سے شروع کی گئی ہو مگر تاہم چونکہ نئے مصلحین کا سرمایہ اصلاح اب تک صرف تعلیم ہی رہا ہے اس لئے گاہ گاہ ان کے ایوان تجدید میں بربنائے مصالح چندر چند، مذہب کو باریابی کی عزت دے دی جاتی ہے اور چنداں بے التفاتی پر اصرار بھی نہیں ہے، مسلمانوں کے جیب پر اب تک مذہب کی حکومت کا کچھ نہ کچھ اثر باقی ہے اور اس صید کے لئے چندے کے جال میں سب سے زیادہ پرکشش مذہب کا نام ہے۔

واعظین و مصلحین حال میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو بظاہر اسلام و قرآن کے استغراق و انہماک سے بالکل عدیم الفرصت رہتے ہیں، اور قرآن کریم کے "حامی تعلیم"، "دین فطری اور مصلح اخلاق و معاشرت" ہونے کے بہت سے دلآویز اسباق اُن کے نوک زبان ہیں، بعضوں

Marfat.com

پرتوکانفرنسوں کی خانقاہوں میں جب ہیجان جذبۂ قومی سے عالم تواجد و تراقص طاری ہوتا ہے تو "فطرۃ" اور "اسلام" کا پردۂ بیگانگی و تعین بکلی مرتفع ہو جاتا ہے، اور عالم اتحاد کے مشاہدات سے بے خود ہو کر "اَلاِسْلَامُ هُوَالفطرۃ، وَالفطرۃ هِیَ الاِسْلَامُ" کا ترانہ وحدت گانے لگتے ہیں:-

یارب ز سیلِ حادثہ طوفاں رسیدہ باد
بُت خانۂ کہ خانقہش نام کردہ اند

اس میں شک نہیں کہ اسلام ایک دین فطری ہے، اَلَّتِیْ فَطَرَالنَّاسَ عَلَیْهَا۔ اور تمام عالم میں کوئی انسانی فطرت ایسی نہیں ہے جو اس کے ساتھ جمع نہ ہو سکے، لیکن اگر انسانی خلقت کے بعض نمونے ایسے بھی ہو سکتے ہیں، تو پھر اسلام کی فطرت کے مقابلے میں شکست تسلیم کر کر لینا ناگزیر ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض انسانوں کی فطرت اسلام سے اس درجہ متباین و متضاد واقع ہوئی ہے کہ آج تک ان کی فطرت اعمال کے ساتھ یہ دین فطری ایک لمحہ کے لئے بھی جمع نہ ہو سکا، اور گو وہ یورپ کے معترضین اسلام کو نماز کا فلسفہ اور روزے کے دقائق فطریہ سمجھانے کے لئے پورے مستعد ہیں مگر سوء اتفاق سے اس فلسفہ و اسرار فطرت کو کبھی ان کے ایوان اعمال میں باریابی کی عزت نصیب نہیں ہوئی، بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِیْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ (ان لوگوں کے دل اس دین فطری سے غافل ہیں اور ان کے دوسرے اعمال ہیں جن کے وہ مرتکب ہوتے ہیں۔)

اب ہم صرف اس حصہ مبحث پر نظر ڈالتے ہیں کہ اگر مسلمانوں نے آیندہ کے لئے اپنا پولٹیکل پروگرام مذہب کی بنا پر قرار دیا تو ایک خالص پولٹیکل تحریک کے مقابلے میں کیا نتائج مرتب ہوں گے؟

اتباع شک و اتباع یقین

اوّلین اور بنیادی شے تو یہ ہے کہ اگر ایک راہ یقین کی دعوت آپ کو پکار رہی ہے تو آپ شک اور ظن کی طرف کیوں دوڑتے ہیں؟ وہ پالیسی جو محض انسانی اتباع اور نظیر کی بنا پر قایم کی جائے گی، شک اور گمان ہوگی، کیونکہ انسانی دماغ کا ہر خیال شک ہے خواہ اس کا نام محصور علم ہو، یا محدود تجربہ، اور یقین کا سرچشمہ اگر کوئی ہے

تو وہ اسلام یا مذہب حقیقی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے ہر جگہ کفر و ضلالت اور الحاد و دہریت کو "شک" اور "گمان" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ انسانی دماغ کی انتہائی سرحد میں بھی اگر ڈھونڈا جائے تو یقین کا پتہ نہیں چل سکتا، ایک ملحد فلسفی ہر چیز میں شک کر سکتا ہے کہ یہ کیونکر ہے؟ لیکن اگر اس سے پوچھا جائے کہ نہیں ہے، تو نفی کے لئے حکم یقینی کہاں ہے؟ تو اس کا جواب اس کے پاس کچھ نہیں ہے مگر مذہب ایک یقین کی دعوت لے کر آتا ہے وہ حقائق اور وجود میں شک نہیں پیدا کرتا بلکہ حقائق کے لئے ایک یقین اپنے ساتھ رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ:۔

هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى	یہ ہے میرا طریقہ کہ اللہ کی طرف بلاتا ہوں اس
بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحَانَ	یقین پر، جو مجھ کو اور میرے ماننے والوں کو طریق
اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۲: ۱۰۸)	الٰہی پر ہے۔

اس نے ہر جگہ منکرین تعلیم الٰہی کو سب سے بڑا الزام یہ دیا ہے:۔

مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ	اُن کے پاس علم و یقین نہیں سوا اس کے کہ
يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ	شک اور گمان میں گمراہ ہو رہے ہیں، حالانکہ
الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا	شک یقین کے مقابلے میں کب ٹھہر سکتا ہے؟

دوسری جگہ کہا:۔

هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ	کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے جو ہمارے آگے
لَنَا اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ	پیش کر سکو؟ حقیقت یہ ہے کہ کوئی نہیں،
اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ	صرف اپنے وہموں پر چلتے ہو،

بلکہ اگر قرآن کریم پر تدبر و تفکر کی نظر ڈالی جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ کفر اور شک اس کی اصطلاح میں ہم معنی الفاظ ہیں اور وہ کفر کو ہر جگہ شک پرستی سے اور اسلام کو یقین و علم سے تعبیر کرتا ہے۔

پھر سوال یہ ہے کہ اتباع و پیروی کی مستحق وہ تعلیم ہے، جو یقین اور اعتقاد بخشتی ہو یا وہ جس کا تمام تر ماحصل شک اور ظن ہے؟

اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ	جو حق اور یقین کی راہ دکھلا دے وہ زیادہ

Marfat.com

اَنْ یُّتَّبَعَ، اَمَّنْ لَّا یَهِدِّیْٓ اِلَّآ اَنْ یُّهْدٰی، فَمَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ، وَمَا یَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا، اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْـًٔا، اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ (۱۰ : ۳۵/۳۶)

اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، یا وہ انسان جو خود کسی راہ دکھلانے والے کا محتاج ہے؟ تم لوگوں کی عقلوں کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ کیسے حکم لگا رہے ہو اصل یہ ہے کہ یہ لوگ صرف اپنے وہم و قیاس کی اٹکلوں پر چلتے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہم یقین کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتا۔

عدم تغیر و استقلال رائے

ہم نے کسی گزشتہ نمبر میں لکھا تھا کہ مسلمانوں کو اپنی ایک ایسی پولٹیکل پالیسی تیار کرنی چاہیئے جو کبھی متغیر نہ ہو، اور جسکی بنیاد ایک محکم عقیدہ ہو، نہ کہ بعض خارجی اسباب، لیکن مذہب کے سوا اور کونسا اعتقاد ہو سکتا ہے، جو تغیر و تبدل سے محفوظ ہو؟ انسانی آرا و قیاس میں تغیر لازمی ہے، کیونکہ وہ ظنون واوہام ہیں اور خارجی اسباب و علل کے تابع ہیں لیکن احکام الٰہی کی پہلی پہچان یہ ہے کہ وہ ایسے یقینیات ہوں، جن میں کبھی تغیر نہ ہو سکے، اگر کوئی مذہبی حکم متغیر ہو سکتا ہے تو وہ اس کا مستحق ہی کب ہے کہ اسکو مذہب کے لفظ سے تعبیر کیا جائے؟ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا۔

پس اگر مسلمانوں کی پولٹیکل پالیسی ان کے مذہبی اعتقاد پر مبنی ہوئی، تو جب تک ان کے دلوں میں اسلام کا اعتقاد باقی ہے اس میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی، ان کے ہمسایوں کی پالیسی بدل جائے گی، مگر ان کی پالیسی بدل نہ سکے گی، کیونکہ جس راہنما کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ ہوگا، اُس کی راہ ایک ہی ہے، اگر گورنمنٹ کی پالیسی میں تغیر ہو، تو اس کا بھی ان پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا، کیونکہ انسانی حکومتوں کے اصول حکمرانی ہی نہیں، بلکہ سرے سے حکومتیں بدل بھی جائیں، تو بھی اسلام نہیں بدل سکتا اور اسلام نہیں بدل سکتا، تو پھر اس سے ماخوذ اور مبنی اعتقاد بھی نہیں بدل سکتا۔

تصادم احزاب و تزاحم آراء

اب تک مُسلمان مُلکی ترقی اور آزادی کی تمام تحریکوں سے فخر کناں الگ رہے، اس لئے ان کو پولٹیکل زندگی کے سفر کی کوئی منزل پیش ہی نہیں آئی یہ منزلیں ابتدا سے طے شدہ اور مقرر ہیں اور ہر محکوم قوم جو سیاسی زندگی حاصل

Marfat.com

کرنا چاہے گی، ضرور ہے کہ ان سے ایک بار گزر جائے، منجملہ ان منازل کے ایک نہایت خطرناک منزل پولٹیکل مطالبات کا اصولی اختلاف و نزاع، اور اس بنا پر مختلف پارٹیوں کا قیام ہے، بغیر اس منزل سے گزرے اس راہ کو طے کرنا تاریخ کے تجربے اور موجودہ واقعات کے مشاہدے کے لحاظ سے تقریباً محال ہے، ملکی آزادی کی خواہش کو جب دلوں میں پیدا ہونے اور نشوونما پاتے کے لئے چھوڑ دیا جائے گا، تو پھر آپ کے پاس کوئی مقیاس الحرارت نہیں ہے، جس سے ہمیشہ اس حرارت دماغ سوز کی ڈگری کا خط دیکھتے رہیں، پولٹیکل زندگی مختلف طبائع میں مختلف قسم کی صلاحیت پاکر مختلف درجے کی حرارت پیدا کر دیتی ہے اور اس لئے پولٹیکل جدوجہد کے شروع ہوتے ہی مختلف جماعتیں قائم ہو جاتی ہیں، سب سے بڑا نزاع ملکی آزادی کی آخری منزل کی نسبت ہوتا ہے کہ وہ کیا ہو؟ ایک جماعت خالص جمہوری اعتقاد پر قائم ہو جاتی ہے، دوسری جمہوریت کو شاہی اقتدار کے ساتھ قائم رکھنا چاہتی ہے،

ایک جماعت غیر ملکی حاکموں کے زیر سیادت خود مختار ملکی حکومت پر قناعت کر لیتی ہے، دوسری جماعت صرف ملکیوں کو دیکھنا چاہتی ہے اور اس لئے اس کا نصب العین صرف حکومت خود اختیاری ہی نہیں، بلکہ اغیار و اجانب سے ملک کو خالی کرنا بھی ہوتا ہے، اور اگر دور نہ جائیں، تو اپنے برادران ملک کی پولٹیکل جدوجہد میں اس کی مثال آپ دیکھ سکتے ہیں۔

اس نزاع احزاب اور اختلاف مقاصد کا سیاسی زندگی کے ساتھ ساتھ پیدا ہو جانا بالکل قدرتی ہے، یہ طبیعت انسانی کے طبعی جذبات، حرص و قناعت اعتدال و سختی اور شدت و نرمی کا پولٹیکل ظہور ہوتا ہے، اس لئے بلا استثنا دنیا کے سیاسی جدوجہد کے عہد قریب میں کوئی قوم اس منزل سے گزرے بغیر آگے نہیں بڑھ سکی، یہ اختلاف و نزاع جس درجہ ناگزیر نظر آتا ہے اس سے زیادہ اس کی مضرتیں واضح ہیں، سب سے پہلا مضر نتیجہ تو یہ نکلتا ہے کہ ملکی آزادی کے حملے سے بچنے کے لئے یہ نزاع حکومت کے ہاتھ میں ایک مضبوط ڈھال بن جاتا ہے اور حملہ آوروں کا باہمی نفاق حریف کو فرصت دے دیتا ہے کہ جنگ کے نتیجے سے محفوظ ہو جائے، ہندوستان کا موجودہ پولٹیکل سکون اسی کا نتیجہ ہے اور مصر میں "حزب الوطنی" کی تحریک اس لئے بارآور نہ ہو سکی، کہ وہاں کی ماڈریٹ پارٹی (حزب الامۃ) کو انگلستان نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور آزادی

کی ایک تلوار نے دوسری تلوار کے دو ٹکڑے کر دیئے۔

مسلمان اگر پولیٹیکل جدو جہد کا سفر شروع کرنا چاہتے ہیں (اور افسوس کہ اب شروع کرتے ہیں) تو ان کے لئے بھی اس منزل سے گزرنا ضروری ہے لیکن ہم کو یقین ہے کہ اگر وہ اپنی پولیٹیکل زندگی کو مذہب سے وابستہ کر دیں، اور جس راہ کو اختیار کریں، اُسے اپنا ایک مذہبی حکم سمجھ کر اختیار کریں تو اسلام کے خوارق سے بعید نہیں کہ وہ ان کو ان موانع راہ سے بالکل محفوظ کر دے، اور وہ اس امن وسکون کے ساتھ راہ سے گزر جائیں کہ سیاسی جدو جہد کے کلیات میں ان کا وجُود ایک مثال مستثنیٰ ہو۔

ہم نے کہا کہ کچھ بعید نہیں، لیکن غور کیجئے تو ایسا ہونا یقینی اور لازمی ہے، جب مُسلمان اپنی پولٹیکل جدو جہد کو محض سیاسی ولولوں سے نہیں، بلکہ اپنے اعمال دینی کی طرح شروع کریں گے، تو ان کی زندگی اور اعمال احکام دینی کے تحت میں آکر بالکل محدود و متعین ہو جائیں گے، اختلاف و نزاع تو جب ہو، جب انسانی دماغ کو اس میں دخل ہو، مذہبی احکام تعبد میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں، ان کا پالٹیکس مذہب کی حکومت میں آجائے گا، وہ خود مختار نہ ہوگا کہ اپنے لئے مقاصد اور اس کے حاصل کرنے کے وسائل ڈھونڈے، بلکہ جو ایک ہی مقصد اور ایک ہی طریق حصُول مقصد، اس کو مذہب بتلا دے گا، مجبُور ہوگا، کہ صرف اسی میں محدُود رہے، جس طرح ایک مسلمان نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہے، بالکل اسی طرح ایک سیاسی مقصد کو حکم الٰہی سمجھ کر تلاش کرے گا۔

Marfat.com

اَلجہاد فی سبیلِ الحُرّیت

اس وقت ہے دُعاو اُجابت کا وقت میسّر
اک نعرہ تو بھی پیشکش صُبح گاہ کر

وعظِ یوسفی

يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ (۱۲ : ۳۹، ۴۰)

اے یارانِ محبس! بہت سے مالک اور آقا بنا لینا اچھا ہے یا ایک ہی خدائے قہار کے آگے جھکنا؟ تم جو اللہ کو چھوڑ کر اور معبودوں کو پوج رہے ہو، تو یہ اس کے سوا کیا ہے کہ چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے پیشروؤں نے گھڑ لئے ہیں؟ حالانکہ خدا نے تو اُن کے لئے کوئی سند بھیجی نہیں، اے گمراہو! یقین کرو کہ تمام جہان میں حکومت صرف اس ایک خدا ہی کے لئے ہے اس نے حکم دیا ہے کہ صرف اُسی کے آگے جھکو، یہی دین اسلام کا راستہ ہے لیکن اے وائے

کہ اکثر لوگ ہیں جو نہیں جانتے۔

تاریخ آزادیٔ ہند جو لکھی جائے گی جو ہونے والا ہے اس کو کوئی قوم اپنی نحوست سے نہیں روک سکتی، یقیناً ایک دن آئے گا جبکہ ہندوستان کا آخری سیاسی انقلاب ہو چکا ہوگا، غلامی کی وہ بیڑیاں جو اُس نے خود اپنے پاؤں میں ڈال لی ہیں، بیسویں صدی کی ہوائے حریت کی تیغ سے کٹ کر گر چکی ہونگی اور وہ سب کچھ ہو چکے گا جس کا ہونا ضرور ہے۔ فرض کیجئے کہ اس وقت ہندوستان کی ملکی ترقی کی ایک تاریخ لکھی گئی تو آپ کو معلوم ہے کہ اس میں ہندوستان کے سات کروڑ انسانوں کی نسبت کیا لکھا جائے گا؟

اس میں لکھا جائے گا کہ ایک بدبخت اور زبون طالع قوم، جو ہمیشہ ملکی ترقی کے لئے ایک روک، ملک کی فلاح کے لئے ایک بدقسمتی، راہ آزادی میں سنگ گراں، حاکمانہ طمع کا کھلونا، دست اجانب میں بازیچۂ لعب، ہندوستان کی پیشانی پر ایک گہرا زخم اور گورنمنٹ کے ہاتھ میں ملک کی امنگوں کو پامال کرنے کے لئے ایک پتھر بن کر رہی!!

اس میں لکھا جائے گا کہ ایک قابل رحم مگر مسحور انسانوں کا گلہ، جس کے ہر فرد کو کسی زبردست کاہن نے اپنے منتر سے جانور بنا دیا تھا جو اپنے بچانے والے آقا کے ہاتھ میں اپنی گردن کی رسی دیکھتی تھی اور خوش ہوتی تھی، جس میں کوئی انسانی ارادہ، کوئی انسانی حرکت اور کوئی انسانی زندگی کا ثبوت نہ تھا، جو نہ اپنے دماغ سے سوچ سکتی تھی، نہ اپنی آواز سے بول سکتی تھی، نہ اپنے پاؤں سے چل سکتی تھی اور نہ اپنے ہاتھوں کو اپنا ہاتھ سمجھ کر اُٹھا سکتی تھی، ایک معمول، جو مسمرائزر کے ارادے پر زندہ ہو، ایک وجود شل جو صرف زمین کے لئے بار ہو، ایک درخت جو حرکت کے لئے ہوا کا منتظر ہو، ایک پتھر جو بغیر کسی ذی روح کے حرکت دیئے ہل نہ سکتا ہو، اور سب سے آخر یہ کہ ایک بدبختی کا داغ جو انسانیت کی پیشانی پر ہو:-

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ	ان کے پاس دل ہیں مگر سوچتے نہیں، آنکھیں
بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ	ہیں مگر دیکھتے نہیں، کان ہیں گر سنتے نہیں
بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا	ان کی مثال چارپایوں کی سی ہے بلکہ اس سے
اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ-	بھی بدتر، وہی ہیں جن کو غفلت کی سرشاری

Marfat.com

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۔ نے انسانیت سے محروم کر دیا ہے۔

اسلام کی تذلیل کا ایک درد انگیز منظر

پھر اس میں لکھا جائے گا کہ یہ حالت اس قوم کی تھی جو آہ ثم آہ کہ "مسلم" تھی جو اپنے ساتھ انسانی شرف وجلال کی ایک عظیم ترین تاریخ رکھتی تھی، جس کو دُنیا کی وراثت اور خلافت دی گئی تھی، جو دُنیا میں اس لئے بھیجی گئی تھی تاکہ انسانی استبداد واستعباد کی زنجیروں سے بندگان الٰہی کو آزاد کرائے جو اس لئے بھیجی گئی تھی کہ بیڑیوں کو کاٹے نہ اس لئے کہ خود اپنے پاؤں میں بیڑیاں پہنے، جو اس لئے آئی تھی کہ تمام ان زنجیروں کو جو خدا کی بندگی کے سوا اور شیطانی قوتوں کی (اور ہر وہ استیلا جو اللہ کے ماسوا ہے، اسلام کی اصطلاح میں یہی نام رکھتا ہے) انسان کی گردنوں میں پڑی ہیں، ٹکڑے ٹکڑے کر دے، نہ اس لئے کہ سب سے بھاری زنجیر کو اپنی گردن کا زیور بنائے، جو خدا کی نائب اور خلیفہ تھی، تاکہ دُنیا کو اپنا محکوم بنائے، نہ یہ کہ خود محکومی پر ناز کرے، جس کے قدموں پر قوموں کو گرنا تھا تاکہ وُہ اُٹھائے، نہ یہ کہ وہ خود خاک مذلت وغلامی پر لوٹے اور ٹھکرائی جائے، جو اس ملت حنیفی کے پیرو تھی، جو دُنیا میں صرف اس لئے ہے کہ حاکم ہو، نہ اس لئے کہ غلام مملوک ہو، آہ جو "مسلم" تھی اور پھر کونسا انسانی شرف باقی رہ گیا ہے جو اس اللہ کے منہ سے نکلے ہوئے خطاب محبوب واقدس میں نہیں ہے؟ جو "مسلم" تھی اور اس لئے قدرتی طور پر اس کا فرض تھا کہ ہندوستان میں وہ سب کچھ کرتی جو اوروں نے کیا اور جس کو اپنے وجود زبوں سے اس نے ہمیشہ روکا، جو مُسلم تھی، پس چاہیئے تھا کہ ہندوستان کی تمام قومیں اس کے پیچھے پیچھے ہوتیں کیونکہ اس کے پاس اسلام تھا اور اسلام آگے رہنے کے لئے ہے پیچھے رہنے کے لئے نہیں، وہ ایک قوت ہے تاکہ قومیں اس کے آگے جھک کر رُوحانی وجسمانی نجات پائیں، پر وہ کسی کے آگے جھکنے کا محتاج نہیں ہے:۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا	اور اسی طرح ہم نے مُسلمانوں کو درمیانی قوم
لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ	بنایا تاکہ وُہ تمام انسانوں کی ہدایت کے
يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔	شاہد ہوں اور ختم المرسلینؐ ان کے لئے
(۲ : ۱۴۳)	شاہد ہوں۔

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ، هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ، مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ، هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ، فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ، هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ:۔

(۲۲: ۷۸)

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو، جو حق جہاد کرنے کا ہے، اس نے تم کو تمام دُنیا کی قوموں میں برگزیدگی اور امتیاز کے لئے چُن لیا، پھر جو دین تم کو دیا گیا ہے وہ ایک ایسی شریعتِ فطری ہے جس میں تمہارے لئے کوئی رکاوٹ نہیں، یہی ملّت تمہارے مورث اعلیٰ ابراہیم خلیل کی ہے اور اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے گزشتہ زمانوں میں بھی اور اب بھی تاکہ رسُول تمہارے لئے اور تم تمام عالم کی ہدایت اور نجات کیلئے شاہد ہو، پس اللہ کے رشتے کو مضبُوط پکڑو، جان اور مال دونوں اسکی عبادت میں لٹاؤ وہی تمہارا ایک آقا اور مالک ہے اور پھر جس کا خدا مالک وحاکم ہو اُس کا کیا اچھا مالک اور کیسا قوی مددگار!

دماغ سوچنے کے لئے نہ کہ غفلت کے لئے۔ پس تمہارے پاس دماغ ہے تو اے غفلت کو بیداری اور موت کو حیات سمجھنے والو، خدارا مجھ کو تبلاؤ کہ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر تمہاری نسبت کیا لکھا جائے گا؟ یقین کرو کہ اس وقت جب کہ یہ سطریں لکھ رہا ہُوں، میرے دل میں ایک سخت اضطراب ہے، میری روح بے چین ہے، میرے جگر میں ٹیس ہے، میرے دل کے زخموں کے ٹانکے کُھل گئے ہیں، اور میرے ہیجان افکار کا ساتھ دینے سے قلم عاجز آگیا ہے، یہ کیا ہے کہ ایک شے کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہُوں، تم سب کے پاس بھی آنکھیں ہیں لیکن تم کو نظر نہیں آتا؟ یہ کیا ہے کہ ایک آواز میرے کانوں میں آرہی ہے، مَیں سُن رہا ہُوں پر تم نہیں سنتے؟ آہ! اے لوگو! مَیں نہیں سمجھتا کہ تم کو کیا کہوں، مجھ کو خدارا بتلاؤ کہ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم دین قویم کے پیرو، خطاب اسلام سے متصف اور امانت الٰہی کے حامل ہو، یہ سچ ہے تو تم صرف اس لئے ہو، تاکہ نڈر ہو، بے خوف ہو، جری ہو، آزاد ہو، خود مختار ہو، نہ صرف اتنا ہی کہ خود آزاد ہو بلکہ قوموں کو

Marfat.com

آزادی بخشنے والے اور ملکوں کو بند استعباد سے نجات دلانے والے ہو اور میں آگے بڑھتا ہوں کہ تم اس لئے ہو تاکہ راہ حق میں سر بکف ہو، پھر یہ کیا ہے کہ سب باتیں غیروں میں دیکھتا ہوں، لیکن اے بدبختو! تم ان سے محروم ہو، یہ کیا بوالعجبی اور کیا تماشائے عقل سوز ہے؟

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

تاریخ ہند کا ایک خاص باب

اگر تم کہو کہ تاریخ ہند میں ہمارے لئے بھی ایک شرف و عظمت کا باب ہوگا تو تم خاموش رہو اور مجھ سے کہو کہ میں اسے پڑھ دوں، بیشک ایک باب ہوگا مگر جانتے ہو کہ اس میں کیا ہوگا؟

اس میں لکھا ہوگا کہ ہندوستان ملکی ترقی اور ملکی آزادی کی راہ میں بڑھا، ہندوؤں نے اس کے لئے اپنے سروں کو ہتھیلی پر رکھا، مگر مسلمان غاروں کے اندر چھپ گئے، انہوں نے پکارا مگر انہوں نے اپنے منہ اور زبان پر قفل چڑھا دیئے، ملک غیر منصفانہ قوانین کا شاکی تھا، ہندوؤں نے اس کے لئے جہاد شروع کیا، پر اس قوم مجاہد نے یہی نہیں کیا کہ صرف چپ رہی بلکہ مجنونانہ چیخ اٹھی کہ تمام کام کرنے والے باغی ہیں۔

افسانہ استبداد ہند

ملک کہ ایک خالص زرعی ملک تھا، اس کے کاشتکار تباہ و برباد ہو رہے تھے، ملک کی دولت انگلستان میں بھری جا رہی تھی اور اس طرح ہضم ہو جاتی تھی کہ چند لمحوں کے بعد پھر ھَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کا نعرہ سنائی دیتا تھا، ریلوے کی توسیع کے انگلستان کو ٹھیکے دیئے جا رہے تھے، تاکہ وہ دولت جذب کرے، مگر آب پاشی کے لئے روپیہ نہ تھا، کہ ہندوستان کی زمین اپنی دولت اگلے، زبان سے اقرار کیا جاتا تھا کہ تم وفادار ہو مگر اسلحہ چھونے کی اجازت نہ تھی، کہ تم غدار ہو، ملک کی تمام دولت ستر ہزار سرخ رنگ سپاہیوں کو سونا اور چاندی کھلا کر لٹائی جا رہی تھی، مگر ملک کے فاقہ مست کالے تعلیم اور حفظ صحت کے انتظام سے محروم تھے، نمک بھی ملتا تھا تو محصول دے کر، اور تعلیم بھی ملتی تھی تو گھر بار بیچ کر پھر زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے محبت کے لہجے میں وعدہ کیا گیا تھا کہ تمیز رنگ و زبان اور امتیاز حاکم و محکوم کا یہاں سوال نہیں اور جو راہ اپنے لئے باز ہے وہی سب کی آمد کی

Marfat.com

منتظر، لیکن جب پاؤں اُٹھے، اور ہاتھوں نے حرکت کی تو تمام دروازے بند تھے اور امتیاز حاکم و محکوم کے نشے سے ہر انگلستان کی مٹی کا پتلا مخمور۔ یہ اور ایسے ہی حالات تھے جن میں ملک مبتلا تھا، ہندو اُٹھے اور انہوں نے اپنی تمام قوتوں کو ملکی جہاد کے لئے وقف کر دیا، لیکن عین اُس وقت جب کہ وہ یہ سب کچھ کر رہے تھے، مُسلمانوں نے نہ صرف اپنے ہی ہاتھ پاؤں توڑے بلکہ چاہا کہ جن کے ہاتھ پاؤں ہیں اُن کو بھی اپنا ہی سا لُولا لنگڑا بنا دیں، جب کہ وہ ملک اور ملک کی آزادی کی آگ سُلگا رہے تھے، تو یہ تعلیم کی ایک ٹھنڈی لاش لئے بیٹھے تھے، ان کے کانوں میں جادُو کا ایک منتر پھُونک دیا گیا تھا، کہ "وقت نہیں آیا" اور یہ اسی میں مسحُور تھے، ایک الف لیلہ کا عفریت تھا، جس نے جادُو کے زور سے انکو پتھر کی چٹان بنا دیا تھا، پس یہ مُلک کی ترقی کی راہ میں روک بن کر پڑے تھے،

مُسلمانوں کے مُلکی کارنامے

اس کے بعد آنے والا مؤرخ جو ہندوستان کا وقائع نگار ہوگا، لکھے گا کہ بالآخر وہ سب کچھ ہُوا جو ہونا تھا، بیسویں صدی میں کوئی مُلک غلام نہیں رہ سکتا تھا اور نہیں رہا، برٹش گورنمنٹ ایک کانسٹی ٹیوشنل گورنمنٹ تھی، چنگیز خاں کا تخت قہر نہ تھا، پس ملک آزاد ہُوا، اور انگلستان نے اپنا فرض ادا کر دیا، لیکن دُنیا یاد رکھے کہ جو کچھ ہُوا اس قوم کی سر فروشی سے ہُوا جو مسلم نہ تھی پر جو "مسلم" تھے انہوں نے ہمیشہ آزادی کی جگہ غلامی کی، اور سر بُلندی کی جگہ سجدۂ مذلت کی کوشش کی، ہندوستان کی ملکی نجات یقیناً ایک عظمت اور عزت کی یادگار ہے لیکن اس عزت میں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں، اگر مُلک کے قوانین کی ترمیم ہُوئی نئے مفید قوانین بنائے گئے، برباد کن محصولوں اور ٹیکسوں سے انسانوں نے نجات پائی، تعلیم جبری اور عام ہُوئی، فوجی مصارف میں تخفیف ہوئی اور سب سے آخر یہ کہ مُلک کو حکومتِ خود اختیاری ملی تو صرف ہندوؤں، قابلِ عزت ہندوؤں، مسلمانوں کے لئے تازیانہ عبرت ہندوؤں کی وجہ سے کیونکہ اُنہوں نے پالٹیکس شروع کیا، اور پھر پالٹیکس اسی کو سمجھا مگر مسلمانوں نے اس کو معصیت سمجھ کر کنارہ کشی کی، اور جب شروع بھی کیا تو شیطان نے یہ سمجھایا کہ گورنمنٹ کے آگے سجدہ کریں یا اس کے آگے بھیک مانگنے کے لئے روئیں اور پھر مانگیں بھی تو اشرفی نہیں، چاندی سونا نہیں، لعل و جواہر نہیں بلکہ تانبے کا ایک زنگ آلودہ ٹکڑا یا سوکھی روٹی کے چند ریزے

ذَالِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (۷: ۱۷۶)

مُسلم لیگ بے شک مدتوں کے بعد بند ٹوٹے، جس کو کفر کہا تھا اس کے ثواب وطاعت ہونے کا فتویٰ دینا پڑا، لیکن کیونکر؟ اپنی قوت سے، اپنے دماغ سے اپنی ہستی اور اپنی رُوح سے؟ نہیں بلکہ

ان، ہم بسعی غمزۂ مردم شکار دوست

پہلے جن کے حکم سے گمنامی کی غاروں میں چھپے تھے، اب انہی کے حکم سے باہر نکلے، تاکہ مندر میں جا کر ان کے آگے سربسجود ہوں، بیشک شملہ ڈیپوٹیشن کے تماشے کے بعد اس کا آخری پارٹ کھیلا گیا اور اس کا نام "لیگ" رکھا گیا، لیکن اگر تم ایک برف خانہ بنا کر اس کا نام آتش کدہ رکھ دو گے تو کیا برف کی سِل آگ کا انگارا ہو جائے گی؟ اگر تم ایک کھلونے کا پتلا لے کر اس کے سینے کے پاس کی کل کو انگوٹھے سے دبا دو گے تاکہ اپنے دونوں ہاتھ ہلا کر تالی بجائے تو کیا اس تماشے سے وہ انسان کا بچہ سمجھ لیا جائے گا؟ نادانو! چُپ کیوں ہو؟ مجھ کو جواب دو شاید ہی دُنیا میں کسی قوم نے پالٹیکس کی ایسی صریح تذلیل و توہین کی ہوگی جیسی کہ چھ سال تک تم نے کی، تم نے، اے چاندی اور سونے کو پُوجنے والو! تم نے کی، تمہارا وجود یکسر سیاست کی تحقیر اور تمہارے اعمال اس کی معزز پیشانی پر ایک کلنک کا ٹیکا ہیں، تم نے غلامی کا ایک بُت کدہ بنایا اور اس کا نام سیاست کی مسجد رکھا، تم نے سجدے کا سر جھکایا اور قوم کو دھوکا دیا کہ ہم عزت کا سر بلند کر رہے ہیں، تم دلدل میں اپنے پاؤں ڈال کر کُود رہے تھے تاکہ اور خسف و غرق ہو، لیکن قوم کو کہتے تھے کہ ہم میدانوں میں دوڑ رہے ہیں، تم خود گمراہ تھے، پر اس پر بس نہ کی اور پُوری قوم کو گمراہ کرنا چاہا، ضلوا فاضلوا فویل لھم ولا تباعھم

حریفان رہ دیر کردند گم

فویلٌ لھُمْ۔ ثم ویلٌ لھم

بارہا گفتہ ام و بار دگر مے گویم کہ سوال چھت کا نہیں بلکہ ان اینٹوں کا ہے جو بُنیاد میں رکھی گئی ہیں، یہ بحث فضول ہے کہ دیوار کا کیا حال ہے، دیکھنا یہ ہے کہ بُنیاد تو ٹیڑھی نہیں، پالٹیکس ایک آگ ہے جو خود بھڑکتی ہے اور پھر بھڑکائی جاتی ہے، وہ برف کا گلاس نہیں ہے جو کسی سرد

Marfat.com

مہر ساقی کی بخشش پر موقوف ہو اذلین گمراہی یہ تھی کہ برسوں کی موت کے بعد زندگی کی کروٹ لی بھی تو اپنی اُمنگ اپنے جوش اور اپنی کسی قوت کے اعتماد پر نہیں، بلکہ محض کسی کے اشارۂ چشم اور جنبش دست دعوت پر، نتیجہ یہ ہُوا کہ پالٹیکس غلامی کی ایک دُوسری شکل بن گیا، اور راہ مقصود سے باز رہنے کے لئے ایک کھلونے کا کام دینے لگا، پھر اس کے بعد ساری قوت اس پر صرف کی جانے لگی کہ گورنمنٹ سے مراعات طلب کی جائیں اور جس طاقت کو گورنمنٹ کے مقابلے میں خرچ ہونا تھا اس کو ہندوؤں کے مقابلے میں صرف کیا جائے، یہ اس خمار کے لئے ترشی کا ایک پُورا جُرعہ ثابت ہوا، اصل شے قوم کا یہ محسوس کرنا ہے کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہے نہ کہ کسی لکڑی کے سہارے، لیکن مراعات کی طلب جب پیدا ہوگی خواہ اس کا کچھ ہی نام رکھا جائے، یقیناً اپنی قوت کی جگہ محض معطی کے احسان وکرم پر اعتماد ہوگا، بیشک مسلمانوں کو اپنے حقوق قومی کے تحفظ سے غافل نہیں ہونا چاہیئے، لیکن ساتھ ہی اصلی سعی اس کی ہونی چاہیئے کہ درخت اپنی جگہ پر مضبوط ہو، تم درختوں کے سائے میں آرام وراحت لیتے ہو، لیکن کبھی اس پر بھی غور کیا کہ تمہارے باورچی خانوں میں کونسی شے جلتی ہے؟ وہ بھی درخت ہے، لیکن جو درخت اپنی قوت نشوو حیات سے محروم ہو جاتا ہے اس کو کاٹ کر چُولہے ہی کے سپرد کیا جاتا ہے، بس زندگی صرف قوت میں ہے اور اعتماد کی جگہ دل ہے نہ کہ کسی کی چوکھٹ۔

ہندو مُسلمانوں کا سوال بھی ایک بازی گر کا کھیل ہے اور بدبختی سے ناچنے والے ناچ رہے ہیں، فوج میں پھُوٹ پڑگئی ہے اور غنیم مطمئن ہے، یہ خیال کہ "تم نے ابھی تعلیم میں ترقی نہیں کی، اس لئے تمہارا پالٹیکس یہی ہے کہ پہلے ہندوؤں سے اپنے غصب کردہ حقوق چھین لو" غور کرو کہ حریف شاطر کی کس قیامت کی چال تھی؟

وہ رہزن اور پھر ایسے کمین سے

سات کروڑ انسانوں کی قوت کا نشانہ وہ خود کیوں بنے، جب کہ تم اس قوت کو کسی دُوسری جگہ خرچ کرنے کے لئے تیار ہو؟ یاد ہوگا کہ ہم نے ایک بار اس کی طرف اشارہ کیا تھا، ہندوستان میں قدرتی طور پر برٹش گورنمنٹ کو اپنے فوائد کے استحکام کے لئے ایک بڑی قربانی کی ضرورت تھی، کہ کوئی ایک قوم مُلک کو چھوڑ کر اس کے ساتھ ہو جائے اور اپنے مُلک کی اُمیدوں کی قربانی کے خُون

Marfat.com

سے اس کے اغراض کے درختوں کو سینچے، مسلمانوں نے خود اپنے تئیں اس قربانی کے لئے پیش کر دیا، اور جس بوجھ کے اُٹھانے سے ہندوستان کی تمام قوموں نے انکار کر دیا تھا، اس کے لئے اول روز خود ہی اپنی گردن پیش کر دی کہ ؎

بنشیں در دلِ ویرانہ ام اے گنجِ مُراد
کہ من ایں خانہ بسودائے تو ویراں کردم

اگر مسلمانوں کی آنکھوں کو لیڈروں کے عمل السحر نے بند نہ کر دیا ہوتا تو وہ اس منظر کو دیکھتے اور خون کے آنسو روتے، وہ دیکھتے کہ یہ کیا بدبختی ہے کہ ملک کی ترقی و فلاح کا مسئلہ ہی سرے سے "ہندو مسئلہ" ہو گیا ہے اور مسلمانوں کو من حیث القوم اس سے کوئی تعلق نہیں رہا، ہاؤس آف کامنز میں بحث آئے یا کانگرس کے اسٹیج پر "مسئلہ ہند" کے معنی "ہندو مسئلہ" کے ہیں، حالانکہ ملک کی ترقی و آزادی کی ذمہ داری اگر ہندوؤں پر ملک کی طرف سے تھی، تو اے اپنے تئیں بھولنے والو! تمہارے سر تو خدائے ذوالجلال کی طرف سے تھی! دُنیا میں صداقت کے لئے جہاد، اور انسانوں کو انسانی غلامی سے نجات دلانا تو اسلام کا قدرتی مشن ہے، پس تم تھے کہ تم کو خدا آگے کرنا چاہتا تھا لیکن افسوس کہ تم نے پہلے خدا کو اور پھر اپنے آپ کو بُھلا یا، نتیجہ یہ نکلا کہ پیچھے کی صفوں میں بھی تمہارے لئے جگہ نہیں، نیاحسرتا ویاویلتا:-

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا	اور ان لوگوں کی طرح مت بنو جنہوں نے خدا کو بھلا
اللّٰهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ	دیا، نتیجہ یہ نکلا کہ خود اپنے ہی کو بھول گئے،
هُمُ الْفَاسِقُونَ (۵۹ : ۱۹)	وہ یقیناً فاسقوں میں سے تھے۔

جمودِ حرکت نما

ممکن ہے کہ آپ فرمائیں۔ یہ قصہ طویل اب داستان بے وقت ہے کیونکہ دراصل تمام پچھلی باتیں بُھلائی جا چکی ہیں، غلطیوں کا اعتراف کیا جا رہا ہے، تقسیم بنگال کی تنسیخ کی ضرب محکم نے (کہ فی الحقیقت آغاز عہد برطانیہ سے لے کر اس وقت تک ایک سب سے بڑی انسانی خدمت ہے جو اس نے انجام دی) ان ہاتھوں کو بھی جو شل ہو گئے تھے بیٹھ تک پہنچا دیا ہے کہ چوٹ سخت لگی ہے، خود اب لیگ پچھلی غلطیوں کی تلافی اور آئندہ کی اصلاح پر ملتفت ہے، مانا کہ اس کا سر برسوں بادۂ غرور و کبر سے سرشار رہا، مگر اس عجز نما

کو بھی تو دیکھئے کہ اب قومی خواہشوں کے آگے ع

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

آپ نے کہا کہ اوّلین شئے لیگ کے نظام کی تبدیلی ہے، انہوں نے کہا کہ بہت بہتر، آپ نے شکایت کی کہ اگر ہلال احمر فنڈ کی فکر نہ کی تو پھر لیگ کس مرض کی دوا ہے؟ ارشاد ہُوا کہ اب کے یہ بھی لیجئے، آپ کا بڑا رونا یہ تھا کہ سفر بے منزل اور سعی بے مقصود ہے، اُنہوں نے کہا کہ اس سے بھی انکار نہیں، اب کے "نصب العین" کی جستجو میں بھی نکلیں گے، ابھی سامنے کی بات ہے کہ لیگ کے التوا پر آپ کو بہت غصّہ آیا تھا، تجویزیں تھیں کہ ایک علیحدہ کانفرنس کا انعقاد ہو، اُنہوں نے معاً کہا کہ ادھر طرف کیوں جاتے ہیں کہ یہاں ایک صحبت خاص اس کے لئے بھی تیار ہے، پھر جب حالت یہاں تک رو باصلاح ہو چکی ہے تو اب پچھلے گلے شکوے کا کون سا موقع ہے؟ اب تو پرانی باتوں کو نہ کیجئے اور امیدوں کا دروازہ کھولئے کہ مدّتوں کے دبے دبائے ارمانوں کے نکلنے کا وقت آگیا ہے

دیدار شد میسر و بوس و کنار ہم

از بخت شکر دارم و از روزگار ہم

لیکن میں عرض کروں گا کہ ذرا صبر کیجئے اور زبانوں کو نہ روکیئے کہ دراصل شکوے شکایت کا وقت پہلے نہ تھا، وقت تو اب آیا ہے، ہم بھی اس روزِ آزمائش کے منتظر تھے

کچھ ہو رہیگا عشق و ہوس میں بھی امتیاز

آیا ہے اب مزاج ترا امتحان پر

لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ

حکمِ اخیر کی تھی توقع بروزِ حشر

باقی رہا نہ دن ہی جب اظہار ہو چکا

ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

اوّل تو ع

کی میرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ

Marfat.com

اور پھر یہ جو کچھ ہے، صرف الفاظ ہیں، جن میں معانی کا نزول باقی ہے، محض جستجو کے ارادے سے منزل نہیں مل سکتی، آپ سرخی اور چونا مہیا بھی کر لیں، پھر بھی مکان نہیں بن سکتا، جب تک کہ معمار نہ ہوں، شاہد لیگ کی یہ نئی ادائیں توبہ شکن ضرور ہیں لیکن ایسی نہیں کہ واپس لیا ہوا دل پھر اس کے حوالے کر دیں ؎

کھلے کیا دل در و دیوار کے آثار باقی ہیں
ہوا ہر چند گھر ویران صحرا پھر بھی صحرا ہے

البتہ بعض خام کاران ہوس پیشہ سے کھٹکا ضرور لگا ہے کہ کہیں ان صبر آزما اداؤں پر لوٹ نہ ہو جائیں ؎

وہ حلقہ ہائے زلف، کمیں میں ہیں اے خدا
رکھ لیجیو میرے دعوئے وارستگی کی شرم

نظام ترکیبی کی اصلاح اور نصب العین کی جستجو یقیناً ازالۂ مرض کے لئے اصلی علاج کی تلاش ہے، مگر تلاش کا ہونا ہی صحیح تشخیص اور مفید نسخے کے مہیا ہو جانے کے لئے کافی نہیں، ضرورت ہے کہ تشخیص کی جستجو صحیح راہ پر ہو، اور نسخہ جو تجویز کیا جائے وہ دفع مرض کا اصلی علاج ہو، لیگ اگر یہاں تک کے لئے راضی ہو گئی ہے تو زہے نصیب! لیکن ابھی یہ پوچھنا باقی ہے کہ ع

کہیئے کچھ بڑھ کے بھی ہمت ہو گی

راضی نامہ اصل یہ ہے کہ لیگ کی طرف سے پوری مایوسی تھی، اور ہے، جب تک کہ وہ اپنے تئیں اب امید کا مستحق ثابت نہ کر دے، قوم نے اچھی طرح دیکھ لیا ہے کہ نہ صرف اہم امور سیاسیہ کے لئے بلکہ ادنیٰ درجے کی سیاسی ضروریات کے لئے بھی لیگ بے کار ہے، اور اس لحاظ سے سخت مضر، کہ قوم کا آئندہ راستہ روک کر کھڑی ہے، پس عین اس وقت جب کہ صاف صاف یہ ہے کہ ہم لیگ کو کالعدم یقین کر کے اپنی راہ ڈھونڈھ رہے ہیں، اور دل کے ایک نئے ٹھکانے کی فکر میں الحمد للہ کہ پہلے سے اچھی حالت میں ہیں، لیگ مکرر سامنے آئی ہے اور کہتی ہے کہ پچھلی باتوں کو بھول جاؤ اور اب پھر مجھی کو دیکھو، اچھی بات ہے پہلی شب پھر

Marfat.com

خواہ کیسی ہی بے مزہ گزری ہو لیکن رات کا آخری حصّہ تو ابھی باقی ہے اور گو مرغ سحر کی چیخیں چاروں طرف سے سُنائی دے رہی ہیں، مگر ہم فرض کیئے لیتے ہیں کہ جو کچھ گزر چکا ہے دن تھا اور دراصل شب وصل اب سے شروع ہوئی ہے ؎

وصال پر ہے جو وصل، امتحان کر دیکھو
امیر یُوں ہی سہی، چند روز مر دیکھو

اگر لیگ اب پھر ہمارے دلوں پر قبضہ کرنا چاہتی ہے تو بہتر ہے کہ ہم میں اور اس میں ایک راضی نامہ ہو جائے، یہ ضرور ہے کہ ہم نے اسے طلاق دے دی تھی، لیکن اب پھر وہ آنا چاہتی ہے، تو عقد رجعت سے انکار نہیں، البتہ اس کو تو اپنی غیرت کبھی گوارا نہیں کرے گی کہ "حلالہ" کو منظور کرلیں ؎

ہمرہِ غیرے دمی گوئی بیا عُرفی تو ہم
لُطف فرمودی، برو، کیں پائے رفتار نیست

یہ راضی نامہ بالکل ایک منصفانہ معاہدہ ہوگا، اور شرائط میں کوئی پیچ و خم نہیں، ایک پچھلی باتوں کو بُھلا دے، اپنے گھر کو صحبتِ اغیار سے خالی کر دے اور ہم سے لگا ؤ رکھنا ہے تو غیروں سے لگاوٹ چھوڑ دے، پھر ہم بھی دُوسرے ٹھکانوں کی فکر چھوڑ کر اُسی کے ہو رہتے ہیں، لیکن یاد رہے کہ یہ معاہدہ آخری ہوگا، اگر پھر کبھی اغیار کی پرچھائیں بھی نظر آئی تو ع

بس لیجیئے سلام، اپنا بھی وعدہ ہے کسی سے

اس کو بھی کھول کر کہہ دیں کہ صحبت غیر سے کیا مطلب ہے؟ ابھی اس کا وقت نہیں آیا کہ آپ سے غیرتِ عشق کے انتہائی مطالبات کیئے جائیں، ہمیں اس سے کوئی چڑھ نہیں کہ گورنمنٹ سے پُورے تعلقات رکھیئے، کانگرس کی موجُودہ حالت کی نظیر آپ کے سامنے ہے، اب تو گورنمنٹ خود اُمیدوں کی جرأت افزائی کر رہی ہے لیکن تعلقات کے یہ معنی سمجھیئے کہ اچھے وقتوں میں اپنے وقار اور متانت کے تحفظ کے ساتھ دو چار گھڑی ہنس بول لیا، یہ نہیں کہ ع

ہمہ شب شراب خوردن، ہمہ روز خواب کردن

شرائطِ صلح | سب سے مقدم تر مسئلہ پولٹیکل جدوجہد کے لئے ایک نصب العین کی جُستجو

ہے، اور اگر آپ کو زندہ رہنا ہے تو کسی مقصدِ بلند کی انگیٹھی سلگائیے جو ہر وقت آپ کے دل کو گرم رکھے، یہ بار بار کہا جا چکا ہے کوئی قوم اپنی جدوجہد میں اصلی سرگرمی اور جذبات و قوی کا ایثار نہیں کر سکتی جب تک اس کے سامنے ایک جاں طلب نصب العین نہ ہو، اور آپ کو کیا سمجھائیں کہ آزادی تو وہ مقصود ہے جس کا تصور بھی دل کی زندگی کیلئے کافی ہے۔

رہے پہلو میں وُہ یا اُس کا خنجر
غرض دل ٹھہرتا ہے ہم نشیں سے

لیگ تلاش میں نکلی ہے تو اس کو بھٹکنا نہیں چاہیئے، ہندوستان میں سیاسی نصب العین کا سوال ایک ہی ہے، گو اس بارے میں ہماری راہ عام شاہراہ سے الگ ہے اور ہم اس چیز کو دوسری طرف سے آکر لینا چاہتے ہیں، لیکن لیگ سے اس کی توقع لاحاصل ہو گی، پس اس کو چاہیئے کہ اس ایک ہی نصب العین کا اعلان کر دے کہ "انگلستان کے ماتحت ہندوستان کی حکومت خود اختیاری"۔

یاد رکھو کہ یہ نصب العین جو ہم نے تجویز کیا ؛ تو کوئی بہت اُونچے درجے کی بات نہیں کہی کہ ہماری ہمت کا آشیانہ اس شاخ سے بھی بلند تر جگہ ڈھونڈھتا ہے تاہم یہی بہتر ہے کہ آپ "سلف گورنمنٹ" کو اپنا نصب العین سیاسی قرار دیں، اور آج کے دن سے سفر شروع کر دیں، اگر ایک دل کش منزل آپ کے سامنے ہو گی تو پھر سفر کی تکلیفیں بھی بھول جائیے گا۔

رہرواں را خستگی راہ نیست
عشق ہم راہست وہم خود منزل ست

تیس برس سے جو پیچ اس مسئلے کی نسبت پڑے ہوئے ہیں، ان پر ادھر بار بار لکھا جا چکا ہے، ہندوؤں کی مجارٹی، مختلف عناصر کی باہمی رقیبانہ کشاکش، ہندو مسلمانوں کی گزشتہ تاریخ کے اثرات، ملک کی عدم تیاری، مسلمانوں کے لئے ہندوستان میں باہر کی حکومت کی بہتری، اور اسی طرح کے وہ تمام وساوس ونزعاتِ نفسانیہ، جو مسلمانوں کے دلوں میں جاگزین کئے گئے تھے، ہمیں حسن ظن ہے کہ اب بھلائے جا چکے ہیں، سیلف گورنمنٹ اس لئے نہیں مانگی جاتی کہ ملک کی استعداد اور عدم استعداد کا افسانہ دُہرایا جائے۔ مقصود ایک نصب العین

Marfat.com

کو سامنے رکھنا اور بتدریج اس تک پہنچنا ہے، ہندو مجارٹی کے عفریت کا خوف بھی اب خدا کے لئے دل سے نکال دیجئے، یہ سب سے بڑا شیطانی وسوسہ تھا جو مسلمانوں کے قلب میں القا کیا گیا، طاقت محض تعداد پر نہیں بلکہ اور باتوں پر موقوف ہے، اصل شے قوموں کی معنوی طاقت ہے جو اس کے اخلاق، اس کے کیرکٹر، اس کے اتحاد، اور دراصل ہماری اصطلاح میں خشیت الٰہی، اور اعمال حسنہ سے پیدا ہوتی ہے:۔ وَكَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ اسلام کی طاقت کبھی بھی وابستہ دام قلت و کثرت نہیں رہی ہے اور اب بھی جن دلوں میں اسلام ہو، وہاں اکثریت بالکل بے اثر ہے۔ لَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ یہ تمام وساوس اس لئے پیدا ہوئے ہیں کہ ملک کے سامنے کوئی مشترک اور بلند نصب العین نہیں ہے، اگر روز اول ہی سے یہی ہو گیا ہوتا کہ سب مل کر ایک ہی نصب العین اعلیٰ کی طرف دیکھنے لگتے، تو اور کسی طرف دیکھنے کی مہلت ہی نہ ملتی اور وہ تمام قوتیں جو آج باہمی جدال و قتال میں صرف ہو رہی ہیں، اسی کے پیچھے صرف ہوتیں،

بے توجہی سے نہ سنیئے کہ ایک بہت بڑا نکتہ عمل کہہ رہا ہوں اور اپنے طرز بیان کا شاکی ہوں کہ اسرار و رموز کی باتیں بھی حسن و عشق کی کہانی بن جاتی ہے، اپنے سامنے ایک جانستاں جلوہ گاہ حسن پیدا کر لیجئے، پھر اگر آپ دوسری طرف دیکھنا چاہیں گے بھی تو نہیں دیکھ سکیں گے، آپ کی تمام بے راہ روی، نفس پرستی، اغراض پسندی، باہمی جنگ و جدال، ایثار و فدویت فراموشی اور ہر قسم کے اشغال ضلالت صرف اس لئے ہیں کہ سامنے کوئی کشش نہیں اور جس بلائے عقل و ہوش کو ہم دیکھ رہے ہیں، آپ نے ابھی دیکھا ہی نہیں، جس دن ایک اچٹتی ہوئی نظر بھی "آزادی" کے حسن پر پڑ گئی، پھر آپ خود بخود یہ تمام قصے بھول جائیں گے:۔

لو یسمعون کما سمعت کلامها

خروا الفرة سجدا و رکوعا

مشکلات راہ بہت سے لوگ ہیں جو یہاں تک ہمارے ساتھ آگئے ہیں کہ مسلمانوں کو بھی یہی نصب العین اپنے لئے تجویز کرنا چاہیئے، مگر مشکلات راہ سے گھبراتے ہیں

Marfat.com

اور کہتے ہیں کہ شراب کڑوی ہے، نشہ و سرور کے انتظار میں حلق و دہان کو کون بدمزہ کرے؟ لیکن اب ہم ان سے کیا کہیں کہ کوئی گھونٹ حلق سے نیچے اترا ہی نہیں کسی طرح منہ بنا کر ایک جرعہ اُتار لیجئے، پھر پوچھیں گے کہ کڑوی ہے یا میٹھی؟

حریفِ صافی و دُردی نئی خطا ایں جاست
تمیز ناخوش و خوش مے کنی، بلا ایں جاست

اے اخوانِ غفلت شعار! نہیں معلوم اب تک آپ کس وہم میں پڑے ہیں؟ یہ مقتلِ سیاست ہے، یہ مشہدِ آزادی و حریت ہے، آپ کا سی سالہ میدان لہو و لعب نہیں ہے، اگر آپ مشکلوں سے گھبراتے ہیں تو آپ کے لئے بہتر جگہ پھولوں کی سیج ہے، یہ آپ سے کس کمبخت نے کہا ہے کہ اس خارزار میں قدم رکھیئے؟ یہاں آئیے گا تو قدم قدم پر کانٹے ملیں گے، ہر لمحے مصائب کا نزول ہوگا، آپ مشکلات سے گھبرا رہے ہیں حالانکہ یہاں تو جانوں اور زندگیوں کی قربانی کا سوال درپیش ہے، یہاں ہوس پرستوں کا گزر نہیں، اس میدان کے مردِ جاں فروشانِ الٰہی اور مجاہدین حق پرست ہیں جن کے سرگردنوں پر نہیں بلکہ ہتیلیوں پر رہتے ہیں ؎

در مدرسہ کس را نرسد دعوئے توحید
منزل گہِ مردانِ موحد سرِ دار است

سیاست کی جنس اتنی سستی نہیں ہے کہ چند تجویزیں گھڑ کر اور شکریئے کے سجدے کر کے اپنے عیش کدوں میں چھپ جایئے گا، اور وہ آسمان سے ڈھونڈھتی ہوئی آپ کے سامنے آموجود ہوگی، آپ سے کوئی نہیں کہتا کہ آیئے، لیکن آنے کا ارادہ ہے تو اپنے دل و جگر کی طاقت کو ٹٹول لیجئے کہ اس طریق عشق کی شرطیں آپ کو معلوم ہیں ؎

ترکِ جان و ترکِ مال و ترکِ سر
در طریقِ عشق اول منزل ست

غلامی کے پتلے اور سیاست کی روح کا دعویٰ

آپ کے گزشتہ اعمال سیاست سامنے آجاتے ہیں تو ہنسی بھی آتی ہے اور رونا بھی، آپ نے برسوں سیاست کے ساتھ جو تمسخر کیا ہے اُس کی نظیر شاید ہی کسی قوم کی ضلالت

Marfat.com

وگمراہی میں ملے، ہر خوشامد و غلامی کی غلاظت کا کیڑا جس کا وجود اغراض پرستی کی کثافت سے متعفن ہوتا تھا، نکلتا تھا اور دعوے کرتا تھا کہ میں مردِ میدانِ سیاست ہوں اور قوم کے پولیٹیکل اعمال کا مصلح! جن عیش پرستوں کو کسی آزمائش میں پڑنے کی ہمت ایک طرف، اتنے کی بھی برداشت نہ تھی کہ گورنمنٹ کے چشم و ابرو کی ذرا سی بے مہری بھی گوارا ہو ان کا دعویٰ ہوتا تھا کہ ہم قوم کے پولیٹیکل کارزارِ اعمال کے سپہ سالار ہیں اور نکلے ہیں تاکہ اس معرکے میں اپنی تلوار کے کاٹ دکھلائیں، اربابِ نظر ان ہوس پرستوں کو دیکھتے تھے، ہنستے بھی تھے اور زمانے کی بوالعجبی پر روتے بھی تھے ؎

ہر بوالہوس نے حُسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہلِ نظر گئی

اللہ! اللہ! جس متاعِ یوسفی کے لئے زلیخا آبادِ حریت میں تڑپتی ہوئی لاشیں اور کٹی ہوئی گردنیں بھی طلب کی جائیں تو اپنے اوجِ طالع پر ناز کریں کہ مفت ہاتھ آئی، اس کی قافلۂ لیگ میں یہ ارزانی، کہ چند کھوٹے درہم ہاتھوں میں لے کر بولیاں بولی جاتی ہیں! وَشَرَوْہُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ،

لے جائیے دِکھلانے اِسے مصر کا بازار
خواہاں نہیں پر کوئی وہاں جنسِ گراں کا

اے بے خبرو! یاد رکھو کہ زندگی کی خواہش ہے تو مشکلات سے گھبرانا لاحاصل ہے، کیونکہ مشکلیں زندہ اور متحرک انسانوں ہی کے لئے ہیں ایک بے رُوح لاش کے لئے نہیں ہیں، آرام کی خواہش ہے تو اس کی سب سے بہتر جگہ قبر ہے بیٹھے رہوگے تو یقیناً ٹھوکر نہیں لگے گی، پر جب چلوگے تو ٹھوکریں کھانا ضرور ہے۔

اصلاح و تغیرِ نظام

آخر میں چند الفاظ لیگ کے نظام کی تبدیلی کی نسبت بھی کہہ دینا چاہتے ہیں، نہیں معلوم کارفرمایانِ لیگ نے اس کا کیا مطلب سمجھا ہے۔ مگر ہم نے مُدتوں سے جو کچھ سمجھا ہے، اس کے سوا چارہ کار نہیں، یاد رہے کہ لیگ کی اصلی بُنیادی گمراہی اسی مسئلے میں پوشیدہ ہے، دُنیا میں تمام کاموں کے لئے تقسیمِ عمل کا اصول ہے اور پھر

Marfat.com

ہر گروہ کے حالات مختلف، اور اس لئے ایک ہی کام کے لئے سب موزون نہیں ہو سکتے، مسلمانوں نے اصُولی غلطی یہ کی کہ پولٹیکل کاموں کے لئے بھی طبقہ خواص و امرا کی رہنمائی میں ہاتھ دیا، جو سر سے لے کر پاؤں تک ہزاروں زنجیروں میں لپٹا ہوًا ہے اور آپ سے بھی ملے گا تو انہیں زنجیروں میں جکڑ بند کر کے چھوڑے گا، اس کے پاس دولت ہے یا زنجیریں، تیسری شے نہیں ہے،

پس اصُول عمل یہ ہے کہ آزادی کے کام کرنے والے صرف آزاد ہوں، اور پھر اِن میں جو دولت کے ساتھ دماغ بھی رکھتے ہوں، وہ صرف اپنی دولت اور دماغ سے الگ رہ کر فائدہ پہنچائیں، امریکہ میں کارنیگی اور راکسفیلر کے پاس بہت خزانہ ہے، لیکن پھر یہ نہیں کہ وُہی امریکہ کے پریذیڈنٹ بھی ہوں، دراصل ان بزرگان خواص کا بھی اتنا قصُور نہیں، جس قدر کہ آپ کا قصُور ہے آپ ان کو اپنے میں کھینچتے ہیں تو ان کو آنا پڑتا ہے، حالانکہ وہ اپنے حالات سے مجبُور ہیں اور کچھ عجب نہیں کہ ہم بھی ان کی جگہ ہوتے تو وہی کرتے جو وہ کر رہے ہیں، پس لیگ کی زندگی کے لئے ایک اقدم کام یہ بھی ہے کہ وہ اس امر کا قطعی فیصلہ کر دے اور اپنے پالٹیکس کی باگ دولت کے ہاتھ سے نکال کر دماغ کے سپُرد کر دے، جس شخص کو اپنی دولت اور جائیداد کی حفاظت کی فکر سے رات کو نیند نہیں آتی، اس کی صُبح کو زبان کیا کھلے گی؟

اسی اصل کی ایک شاخ یہ غلطی بھی ہے کہ لیگ نے پالٹیکس کا درخت علی گڈھ کی سر زمین میں بویا، حالانکہ وہاں پیشتر ہی سے جو درخت موجُود تھا، اس کے جڑ میں گھُن لگ چکا تھا۔

قید کی بقیہ میعاد

وقت آ گیا ہے کہ اشخاص کی جگہ قوم کے ہاتھ میں لیگ دے دی جائے، اور طبقہ خواص کے آگے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا جائے کہ اب آئندہ کے لئے معاف کیجئے، اور ہمارے قصوروں کو بخش دیجئے، ہمارے قصور واقعی بڑے سنگین ہیں، ہم نے آپ کی گاڑیاں کھینچیں، پھُولوں کے ہار پہنائے، خود جانور بنے اور اپنی رسّی آپ کے ہاتھ میں دے دی، یقیناً اس کی سزا بھگتنی تھی اور اچھی طرح

Marfat.com

بھگت لی، اب اگر آپ کے دفتر تعزیرات میں چند سال سزا کے اور باقی رہ گئے ہیں تو ہماری قید کے پچھلے سالوں کے چال چلن پر نظر ڈالئے اور گورمنٹ کا قانون ہے کہ قیدی اطاعت شعار ہو، تو آخر کے چند مہینے معاف کر دیئے جاتے ہیں، پس آپ بھی رحم کیجئے، ہم کو چھوڑ دیجئے اور حکم دیجئے کہ بیڑیاں کاٹ دی جائیں، محض لیگ کے قواعد وضوابط کی تبدیلی سے کچھ نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اس مسئلے کا فیصلہ نہ ہو:۔

مُسلم پولٹیکل فنڈ ایک عملی سوال یہ ہے کہ اگر لیگ چند دولت نثار اشخاص کے بند غلامی سے آزاد کر دی جائے، تو اس کے کاموں کے لئے روپیہ کہاں سے آئے گا؟ اب تک تو ایک حاتم وقت کی فیاضی تھی جس کی دریا دلی سے تمام خشک کھیتیاں سرسبز تھیں، لیکن اگر آزادانہ اسپرٹ پیدا کر دی گئی، نصب العین کا اعلان کیا گیا اور اصلی کاموں پر ملتفت ہوئے، تو وہ تمام لوگ جو کلکٹر صاحب کے حکم کے بغیر پانی پینا گناہ سمجھتے ہیں، یا جن کے نزدیک ڈپٹی کمشنر کی اجازت کے بغیر کسی ایسے کی ریسپشن کمیٹی کا صدر بننا حرام ہے قطعاً الگ ہو جائیں گے، اور کہیں گے کہ" اِذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ " اور پھر اس دست کرم کی بخشش موقوف ہو جائے گی جس کی خاطر اب تک سجدے کئے ہیں اور موت کو زندگی پر ترجیح ہے۔

لیکن ہمارے خیال میں یہ مسئلہ ایک لمحہ کے لئے بھی مانع کار نہیں ہو سکتا ہم نے جیسا کہ کلکتہ میں اپنے مکرم دوست جناب سید وزیر حسن صاحب سے زبانی بھی کہا تھا، اگر آج لیگ کی نسبت قوم کو یقین ہو جائے کہ وہ سر آغا خاں کی نہیں بلکہ قوم کی ہے تو جس قدر روپیہ آپ کو مطلوب ہے ایک لمحہ کے اندر جمع کر لیجئے، آپ قوم کے جذبات سے جب کام ہی نہیں لیتے تو قوتوں کا ظہور کیونکر ہو؟

ہمارا خیال ہے کہ اگر لیگ اصلی راہ کی طرف متوجہ ہو تو اس کو فوراً ایک قومی سیاسی فنڈ کے قیام کا اعلان کر دینا چاہیئے جس کا مقصد یہ ہو کہ پولٹیکل کاموں کے لئے روپیہ کی طرف سے اطمینان سے ہو جائے، لیگ کی ممبری کی رقوم بھی موجودہ تعداد سے المضاعف ہو سکتی ہیں اور چند دنوں کے اندر بغیر کسی وقت کے ایک ایسا مستقل مالی انتظام ہو جا سکتا

Marfat.com

ہے۔ جو سر آغا خاں کے موجودہ وظیفہ سے دو گنے تگنے تک پہنچ جاتے، ہم کامل یقین اور اعتماد کے ساتھ کہتے ہیں کہ ایک حقیقی پولٹیکل مجلس کی اعانت کے لئے تمام قوم تیار ہے بشرطیکہ قوم محسوس کرے کہ یہ ہماری چیز ہے نہ کہ غیروں کی

فالجهاد فی سبیل الحریت

مضمون بہت بڑھ گیا ہے، لیکن اس بارے میں ہم اپنے خیالات کے ہجوم کے آگے مجبور محض ہیں، بہت سی باتیں ابھی باقی ہیں لیکن جو باقی ہیں اس کی ترجمانی کو اپنی زبان کی جگہ آپ کے دل کے سپرد کرتا ہوں اور صرف چند لفظوں کے عرض کرنے کی اور اجازت چاہتا ہوں۔ غفلت و سرشاری کی بہت سی راتیں بسر ہو چکیں، اب خدا کے لئے بستر مدہوشی سے سر اُٹھا کر دیکھئے کہ آفتاب کہاں تک نکل آیا ہے؟ آپ کے ہم سفر کہاں پہنچ گئے ہیں اور آپ کہاں پڑے ہیں؟ یہ نہ بھولئے کہ آپ اور کوئی نہیں بلکہ "مسلم" ہیں اور اسلام کی آواز آپ سے آج بہت مطالبات رکھتی ہے، کب تک اس دین الٰہی کو اپنے اعمال سے شرمندۂ عالم کیجئے گا؟ کب تک دُنیا کو اپنے اُوپر ہنسائیے گا اور خود نہ رو دیجئے گا؟ اور کب تک ہندوستان میں اسلام کی قوت کا خانہ خالی رہے گا؟ اگر مصائب کا تازیانہ غفلت کی ہشیاری کا ذریعہ ہے تو کونسے مصائب ہیں جن کا نزول نہیں ہو چکا ہے؟ وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُم بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ:۔

یاد رکھیئے کہ ہندوؤں کے لئے ملک کی آزادی کے لئے جدوجہد کرنا داخل حب الوطنی ہے مگر آپ کے لئے ایک فرض دینی، اور داخل جہاد فی سبیل اللہ، آپ کو اللہ نے اپنی راہ میں مجاہد بنایا ہے اور جہاد کے معنی میں ہر وہ کوشش داخل ہے جو حق اور صداقت اور انسانی بند استبداد و غلامی کے توڑنے کے لئے کی جائے، آج جو لوگ ملک کی فلاح اور آزادی کے لئے اپنی قوتوں کو صرف کر رہے ہیں، یقین کیجئے کہ وہ بھی مجاہد ہیں اور ایک ایسے جہاد میں مصروف جس کے لئے دراصل سب پہلے آپ کو اُٹھنا تھا، پس اُٹھ کھڑے ہو کہ خدا اب تم کو اُٹھانا چاہتا ہے اور اس کی یہی مرضی ہے کہ مسلمان جہاں کہیں ہیں بیدار ہوں اور اپنے فراموش کردہ فرض جہاد کو زندہ کریں، ہندوستان میں تم نے کچھ نہیں کیا، حالانکہ

Marfat.com

اب تمہارا خدا چاہتا ہے کہ یہاں بھی وہ سب کچھ کرو جو تم کو سب جگہ کرنا ہے، جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ۔ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ،

فَبَشِّرْ عِبَادِ۔ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ، اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ، (۱۸:۳۹)

پس اللہ کی طرف سے بشارت ہے اللہ کے ان بندوں کے لئے جو کلام حق کو کان لگا کر سنتے ہیں اور اسکی اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو خدا نے ہدایت کے لئے کھول دیا ہے اور یہی عقل سلیم رکھنے والے ہیں۔

Marfat.com

مُسلم یُونیورسٹی علی گڑھ

نشۂ شام کی نصف شب

۲۵-اگست، یکم ستمبر ۱۹۱۲ء

حدیث الغاشیہ

۵، ۲۶، فروری - ۵، ۱۳ مارچ - ۲ اپریل ۱۹۱۳ء

Marfat.com

نشہ شام کی نصف شب

یا

مُسلم یونیورسٹی

اور اس ضمن میں چند متفرّق خیالات

بہت سی تاریخیں یاد رکھنے کے قابل ہوتی ہیں، فرانس ۱۸۔ جولائی ۱۷۸۹ء کو نہیں بھولتا کہ آزادی کی رحمت کا اُسی دن نزول ہوا، انگلستان ۲۔ جون ۱۶۴۹ء کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے کہ شاہی اقتدار پر آخری ضرب اُسی دن لگی۔ لیکن یہ یادگاریں دُنیا کی زندہ قوموں کا حصّہ ہے، ہم بدبختوں اور زبُون طالعوں کے پاس بھی بہُت سی تاریخیں ایسی تھیں جنکی عظمت کے آگے صرف ہم ہی نہیں بلکہ تمام عالم سر جھکاتا تھا، لیکن یہ زندگی کے کاروبار تھے اب کہ موت کی مُردنی سے جسم ملت کا ہر عضو افسُردہ ہو رہا ہے ایسے نصیب کہاں کہ کامرانی و فتحیابی کی تاریخیں یاد رکھنے کے لئے مُیسّر آسکیں؟ قومی اقبال کا آفتاب جب چمکتا ہے تو شاید ایک ہی مرتبہ چمکتا ہے

لیکن ع۔ توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے

Marfat.com

قسّامِ ازل نے ہر شخص کو اُس کی ہمت اور صلاحیت کے مطابق اُس کا حصہ دے دیا ہے کوئی سایہ طوبیٰ میں بیٹھ کر خوش ہوتا ہے اور کوئی قامتِ یار کی جستجو میں ع

تو و طوبیٰ، و ما و قامتِ یار

خوشی کے دن ہمیں نصیب نہیں کہ یاد رکھیں تو اپنے ایامِ غم کو تو بھول نہیں سکتے اوروں کو اگر فصلِ بہار کی یاد ملی ہے تو مبارک ہو، ہم خزاں کی یاد منایا کریں گے: ع

نوحۂ غم ہی سہی، نغمۂ شادی نہ سہی

اگر دن پھرنے والے ہیں تو عجب نہیں کہ نوحۂ غم سے نغمۂ طرب کی لے پیدا ہو جائے، بہار خزاں کے بعد ہی آتی ہے اور خشک درختوں کو ہم نے سرسبز ہوتے دیکھا ہے:

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ، وَيُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ۝ (خدا زندگی سے موت کو اور موت سے زندگی کو پیدا کرتا ہے، اور زمین پر جب موت چھا جاتی ہے تو اُسکی رحمت پھر اُسے زندہ کر دیتی ہے)

۱۲۔ دسمبر

ہمارے اخوانِ وطن جب (۱۲۔ دسمبر) کی یادگار کا جشن منائیں گے کہ اُسی دن اُن کی سنہ سالہ جدوجہد نے حکومت کو شکست دی اور تقسیم بنگال کا نوشتۂ تقدیر (جسکی تنسیخ کو لارڈ مارلے چاند کے لئے بچوں کا مچلنا کہتے تھے) بالآخر مٹا کر چھوڑا تو ہم بھی بیکار نہیں رہیں گے، وہ اگر اپنی کامرانی کو یاد رکھیں گے تو ہم اپنی نامرادی کا مرثیہ پڑھیں گے، وہ اگر اس پر خوش ہوں گے کہ تیس برس تک شاہراہ مقصود پر چلتے رہے اور بالآخر منزل کو سامنے دیکھا تو ہم اپنی گمراہی و ضلالت پر سر پیٹیں گے کہ تیس برس تک غلط راہ چل کر ٹھوکریں کھاتے رہے اور بالآخر مُنہ کے بل گرے، وہ اگر اپنے راہنماؤں کو یاد رکھیں گے جنہوں نے اپنے تئیں کھو کر آج انہیں پیدا کیا تو ہم بھی اپنے لیڈروں کو بھول نہ سکیں گے کہ اپنے اغراض و منافع کی تلاش میں پوری ملت کی ملت کو کھو دیا اور سب سے آخر یہ کہ اگر اُن کی خوشی ہو گی کہ جو کچھ ملا وہ اس سے زیادہ کے اہل تھے تو ہم کو بھی شکایت نہ ہو گی کہ جس ٹھوکر سے ٹھکرائے گئے اس سے بھی زیادہ کے مستحق تھے، اس میں شک نہیں کہ ان کے لئے خوشی کی یاد ہے اور ہمارے لئے غم کی، لیکن اگر چشم بینا اور دلِ عبرت پذیر ہو تو نتیجہ دونوں کا یکساں ہے، ان کو کامیابی

Marfat.com

ہمت دلاتی ہے تو ہم کو ناکامی غفلت سے بیدار کرتی ہے، اُن پر حکومت کا یہ احسان ہے کہ مایوس ہونے سے بچالیا تو ہم پر ان سے بڑھ کر احسان یہ ہے کہ سوتے میں ہشیار کردیا:۔

لَقَدْ كَانَ اٰيَةً فِیْ فِئَتَيْن (بیشک خدا کی نشانی ہے دونوں جماعتوں میں)

۳۱ - جولائی ۱۹۱۱ء عبرت کے مواقع جلد جلد میسر نہیں آتے - اور غفلت کو ہمیشہ بیداری کی کروٹیں نصیب نہیں ہوتیں، اگر ایسا ہو تو دُنیا کم سوئے اور زیادہ جاگے، حالانکہ وہ ہمیشہ ہی سوتی رہتی ہے، لیکن شاید اب ہمارے دن جلد پھرنے والے ہیں۔ کہ قدرت کا تازیانہ تنبیہ جلد جلد اُٹھنے لگا ہے - ۱۲- دسمبر کو ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے۔ کہ ۳۱ - جولائی ۱۹۱۱ء کی تاریخ نمودار ہوئی - آنریبل سر - ایس - ایچ - بٹلر اپنے مراسلے کی تمہید میں لکھتے ہیں :۔

"۳۱ - جولائی کو میں نے آپ کو اطلاع دی تھی کہ صاحب وزیر ہند یونیورسٹی کا قیام منظور فرمانے کے لئے تیار ہیں - بشرطیکہ

۱- آپ کی کمیٹی کافی سرمایہ دکھلا سکے اور

۲- یونیورسٹی کا کانسٹی ٹیوشن جو آپ پیش کریں - وہ تمام وکمال گورنمنٹ ہند اور صاحب وزیر ہند کو منظور ہو - نیز میں نے اس مراسلے میں یہ بھی لکھ دیا تھا - کہ آپ کی جو اسکیم صاحب وزیر ہند کے سامنے پیش ہوگی - اُس کی تمام تفصیلات کے متعلق وہ اپنے اختیارات کامل کو محفوظ رکھتے ہیں"

ہم کو یہ تاریخ بھی ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے - یہی وہ یادگار تاریخ ہے جس نے گویا ہمارے موجودہ دورِ زندگی کی سب سے بڑی جدّ و جہد اور ہمارے وقت اور مال کی سب سے زیادہ قیمتی چیز کا فیصلہ کردیا تھا - مگر حکمران کمیٹی نے تمام قوم کو اس سے بے خبر رکھا - اور برابر یہی چیختے رہے - کہ روپیہ لاؤ، روپیہ لاؤ، کیونکہ اس کے سوا اور کوئی رکاوٹ درپیش نہیں :- وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ -

اُن میں کا ہر فرد ہر واقف کار شخص کی طرح خوب جانتا تھا - کہ ایسی یونیورسٹی جو گورنمنٹ کے آہنی پنجہ میں دبی ہوئی نہ ہو - نہ ملی ہے اور نہ مل سکے گی - اور پھر قرائن اور حالات سے بڑھ کر

خود صاف صاف لفظوں میں مسٹر بٹلر نے کہہ دیا تھا۔ کہ شرط آخری یہ ہے۔ کہ جزو کل ہمارے ہاتھ میں محفوظ رہے گا۔ لیکن باوجود اس کے پریس کمیونکے کی اشاعت تک ان میں کا ہر شخص دانستہ دس کروڑ مسلمانوں کو دہوکا دیتا رہا۔ اور صرف اس لئے کہ افشائے راز کے بعد چاندی اور سونے کی لگاتار بارش جو ہو رہی ہے بند ہو جائے گی؛

کسی کا لب نہیں کُھلا کہ (سمائے شملہ) کا (شدید القوی) جو وحی اس پر نازل کر رہا ہے۔ اُس کو اپنی مظلوم اُمت تک پہنچا دے۔ صرف ایک (نواب وقار الملک) کا سچا اور مومن قلب تھا جو ان فریب کاریوں کا متحمل نہ ہو سکا۔ اور علی گڈھ کے علائق کی ظلمت اُس کے نور ایمان پر غالب نہ آسکی۔ اُنہوں نے اصلیت سے جب پردہ اُٹھایا۔ تو روپیہ دینے والوں کے ہوش وحواس ذرا ٹھکانے ہوئے۔ اور پیشانیوں کو دیکھا تو پسینے سے تر تھیں لیکن اب شکوہ وشکایت کا موقعہ نہ تھا۔ وہ اجتماعی جوش اور قومی جذبات جو دوسری قومیں آزادی اور وطن پرستی جیسے مقاصد عالیہ کے لئے صرف کرتی ہیں۔ ہم ایک لفظ بے معنی اور ایک سفر بے مقصود یعنی مسلم یونیورسٹی کے پیچھے ضائع کر چکے تھے اور رہزنوں سے پہلے خود رہبروں نے دل اور جیب، دونوں کو لوٹ لیا تھا ع

ہمچو خرامے کہ برخراب نویسند

لیکن سخت اضطراب دلی کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے۔ کہ یاران شاطر نے بالآخر نواب صاحب قبلہ کو بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا کہ اس حق گوئی کو اس کی اصلی شان میں رہنے دیتے، نواب صاحب کی چٹھی کے شایع ہوتے ہی (راجہ صاحب محمود آباد) " اس سخت اور تکلیف دہ موسم گرما کی دقتیں برداشت کر کے اور "عشق ازیں بسیار کردست وکند" علی گڈھ پہنچے۔ اور پھر چند دنوں کے بعد ہی نواب صاحب قبلہ کی دوسری مراسلت اخبارات میں شایع ہو گئی؛

تاہم نواب صاحب کی عظمت ہمارے دلوں میں ہے۔ اور رہے گی۔ ہم اُن کی مجبوریوں سے بے خبر نہیں ہیں۔ جس سرزمین، اور جن لوگوں میں رہ کر ان کو کام کرنا پڑا، اس کو دیکھتے ہوئے تقسیم بنگال کی تنسیخ، مسئلہ طرابلس، اٹلی کی جدہ پر گولہ باری اور نیز مُسلم یونیورسٹی پر اُنہوں نے جو کچھ لکھ دیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ اُن کی قوت ایمانی کا ایک اعجاز ہے۔ ورنہ بُت کدے سے

Marfat.com

اذان کی آواز بغیر اُس کے ڈہائے ہُوئے۔ آج تک کس نے سُنی ہے؟

قصر یلدیز

گو تمام دُنیا اب (سُلطان عبد الحمید) کے مظالم کو تسلیم کرتی ہو۔ لیکن ہندوستان کی مٹی عقیدت اور پرستش کے خمیر سے بنی ہے۔ بہت لوگ ہیں جن کو (قصر یلدیز) کے جبر و شخصیت پر اب تک یقین نہیں آتا۔ ایسے لوگ چاہیں تو ہم انہیں خود ہندوستان ہی میں ایک چھوٹا سا (یلدیز) بتلا سکتے ہیں۔ خود مختار بادشاہوں نے اپنا لقب " مالك رقاب الامم" رکھا تھا۔ یعنی قوموں کی گردنوں کے مالک کہ وہ جب چاہیں گردنوں کو جسموں سے الگ کر سکتے ہیں۔ یہ اختیار تو اب ہم نے برطانیہ کی گورنمنٹ آف انڈیا کو دے دیا ہے۔ البتہ ہمارے سروں کی مالک ایک جماعت موجُود ہے۔ جو جب چاہے بے تامل اُنہیں ٹھکرا سکتی ہے۔ یہ ہمارے خود ساختہ لیڈروں کا گروہ ہے، جنہوں نے اپنے ایوان مشورہ کو قصر یلدیز کا نمونہ بنالیا ہے۔ اس کے دروازے بند، اور در و دیوار خاموش ہیں۔ اُن کی رعایا کا صرف یہ فرض ہے۔ کہ چندوں کی مالگزاری اور خراج بے چون وچرا پیشکش کرتی رہے۔ اور کبھی دم نہ مارے، اگر کوئی انقلابی خیالات کا باغی ملک میں بےچینی پیدا کرے تو فوراً (مابین ہمایُونی) سے ایک فرمان شائع کر دیا جائے۔ کہ ابھی وقت نہیں آیا یا یہ رمُوز مملکت اور رازدارانہ اعمال ہیں جو اپنے وقت پر خود منکشف ہو جائیں گے:۔ یَفْعَلُ مَا یَشَاءُ وَیَخْتَارُ (خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وُہ مختار ہے)

یُونیورسٹی کے معاملے میں بھی اپنی عادتِ مستمرہ کے مطابق اُن لیڈروں نے یہی سمجھا تھا کہ قوم نے نہ کبھی پُوچھا ہے اور نہ پُوچھے گی۔ روپیہ لیتے جائیں اور وقت ٹالتے جائیں، بند کمروں میں بیٹھ کر جو کچھ کرنا ہے کر دیں گے، پھر جب وقت آئے گا تو سمجھا دیں گے کہ فرض اطاعت اولی الامر اور شانِ وفاداری کا یہی اقتضا ہے کہ جو کچھ ملے آنکھوں سے لگا کر قبول کر لو۔ یہی سبب ہے کہ جب کسی بندۂ خدا سے رہا نہ گیا۔ اور اُس نے چار لفظ مُنہ سے نکالے تو معاً اس کی زبان بند کر دی گئی۔ بارہا پُوچھا گیا کہ آخر یونیورسٹی ہے کیا شے؟ گورنمنٹ کیونکر ایک آزاد یونیورسٹی کو چارٹر دے سکتی ہے؟ حق ویٹو کے کیا معنی ہیں؟ مگر یُونیورسٹی بھی (اِسْتِوَاء عَلَی الْعَرْشِ) کا مسئلہ تھی کہ ہمیشہ یہی جواب مِلا:۔ کیفیۃ مجھول، والاعتقاد واجبُ والسؤال عنہ

بدعت (اُس کی حقیقت مجہول ہے مگر اُس پر اعتقاد واجب ہے اور اُس کی نسبت سوال بدعت)

لیکن سب کچھ کہہ کر آخر یہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ سب قوم کا قصور ہے اور اس کی علت بھی مسلمانوں کی تمام امراض کی طرح مذہب سے رُوگردانی ہے۔ اسلام نے اپنے ہر پیرو کو لیڈر بنایا ہے۔ اور کوئی نہیں جس کو خدا اور رسُول کے سوا مسلمانوں کے کاموں پر خود مختارانہ اقتدار حاصل ہو۔ احتساب ہر مُسلمان کا مذہبی فرض ہے۔ جب خود ہم نے اپنے تئیں غافل رکھا تو صیاد کا کیا قصور؟

نہ لیٹیں نہ ہو قتل، انصاف یہ ہے
کہ ہم خود بدآموز قاتل ہُوئے ہیں

کیا کمیٹی کو آج ہی یہ معلوم ہوا ہے۔ کہ یونیورسٹی آزاد اور مسلم یونیورسٹی نہ ہوگی۔ کہ اب آگ لگانے والے آگ بجھانے والوں کے ساتھ شریک ہو گئے ہیں؟ تعجب ہے اگر شملہ دوڑ دوڑ کر جانے والوں کو اس کی خبر نہ ہو جب کہ خود ہم کو گھر بیٹھے اس کی خبر تھی۔ ہم مُسلمانوں سے بمنت التجا کرتے ہیں کہ خدا کے لئے اب وہ بے جا عقیدت اور مہلک حُسن ظن سے کام نہ لیں کہ لیڈر پرستی کی حد ہو گئی۔ ہم اُن کو اپنا دل نہیں دکھا سکتے مگر اپنی سچائی کا شاید یقین دلا سکتے ہیں (وَاللّٰہُ یَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَا نِیَتِیْ) ہم کو کسی سے بُغض نہیں مگر خدا کی دوستی کو چھوڑ نہیں سکتے۔ وہ یقین کریں کہ اگر (نواب وقار الملک) نے عین موقع پر بھانڈا نہ پھوڑ دیا ہوتا اور قوم میں تغیرات حالت نے حقوق طلبی کی جنبش پیدا نہ کر دی ہوتی۔ تو آج ان لیڈروں میں سے ایک بھی اس موقعے پر سامنے نہ آتا۔ اور جو کچھ ۱۱ر اگست کو ہوا اس کے ذکر سے ہماری تاریخ ہمیشہ خالی رہتی۔ آج تو آغا خاں بھی عدم الحاق کی مخالفت میں تار بھیجتے ہیں اور اس پر اصرار کرتے ہیں کہ اس کا اعلان کر دو، لیکن سوال یہ ہے کہ کل تک حضرت کہاں تھے؟ اس مسئلہ پر تو اُن کی رائے پہلے ہی ظاہر ہو چکی ہے۔ اور وہ جو کچھ تھی کمیٹی کے صیغۂ رازداری کی الماری میں موجود ہے۔ اب اُن کے تار کے اعلان کی ضرورت نہ تھی۔ فضل الٰہی سے خود ان کی خدمات کی تشہیر ہو رہی ہے۔ کل کی بات ہے کہ ہم نے ان کی گاڑی کھینچی تھی۔ ولکن شتان ما بین الیوم والامس جن عزتوں پر خدا کا ہاتھ نہیں ہوتا، وہ گو کتنی ہی نظر فریب ہوں۔

Marfat.com

مگر پائدار اور مستحکم نہیں ہوتیں۔ وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ (عزت خدا کے لئے ہے اور اُس کے سچے رسول کے لئے اور سچے مومنوں کے لئے)

۱۱/اگست کو لکھنو میں جو جلسہ ہوا تھا پہلے دن اُس کے دروازے بند نہیں کئے گئے۔ مگر جو آنکھیں تاریکی میں کام کرنے کی عادی ہوں ان کو باہر کی روشنی کب راس آسکتی ہے؟ بالآخر دوسرے دن گوپٹ بھڑائے نہیں گئے مگر ہلکے پردے چھوڑ دیئے گئے تاکہ کچھ تو تاریکی پیدا ہو جائے ع

دیدار می نمائی و پرہیز مے کنی

سب سے پہلے (راجہ صاحب محمود آباد) نے افتتاحی تقریر میں اس پر بے انتہا افسوس ظاہر کیا کہ "ہم نے آج تک اپنی کارروائی کو بصیغہ راز رکھا تھا مگر اب گورنمنٹ خود اُسے ظاہر کرتی ہے۔ جب گورنمنٹ چھُپانا نہیں چاہتی۔ تو ہم کو بھی چاہیئے کہ آیندہ سے اپنے اجلاس پبلک طور پر کریں۔"

یہ تو (راجہ صاحب نے) گورنمنٹ سے خُوب انتقام لیا۔ جزاء سیئة سیئة مثلها (بدی کا بدلہ ویسی ہی بدی ہے)

محتسب خُم شکست و من سرِ اُو
سِنّ بالسِّنِّ والجروح قصاص

ہم کو افسوس ہے کہ گورنمنٹ نے کمیٹی کی رازداری کی قدر نہ کی، وُہ گورنمنٹ جس کی خاطر کمیٹی نے اپنی قوم تک کو چھوڑ دیا اور اُس روپے کے مصرف سے ہمیشہ بیخبر رکھا۔ جس میں معصوم لڑکیوں کے کانوں کی بالیاں اور بچّوں کی مٹھائی کے پیسے تک شامل تھے!

اس کے بعد راجہ صاحب کو بہت سی باتیں ایسی یاد آگئیں جو اگر چند ماہ پہلے یاد آگئیں ہوتیں تو قوم کا تیس لاکھ روپیہ اور ایک ہی مرتبہ ہونے والا جوش اس طرح ضایع نہ جاتا تاہم اب بھی غنیمت ہی سمجھنا چاہیئے۔ واقعات نے اس ابتدائی منزل تک تو پہنچا دیا۔ عجب نہیں کہ کہتے کہتے ایسے ہی الفاظ زبان پر چڑھ جائیں ؎

حور و جنت جلوہ بر زاہد دہد در راہ دوست | اندک اندک عشق در کار آورد بیگانہ را

باوجود این ہمہ جوش وخروش، پھر بھی اس جلسے کو دیکھئے تو یہ کچھ ہو چکنے کے بعد بھی ارباب طریقت اسی فکر میں تھے کہ کعبے کی طرف رُخ کرنا پڑا ہے۔ تو کم از کم بت کدے کی طرف پیٹھ تو نہ ہو۔ پہلے بحث ہوئی کہ اس مجلس کی کارروائی بھی بصیغہ راز رکھی جائے یا نہیں؟ گو راجہ صاحب گورنمنٹ کی اتباع سنّت کے خیال سے پبلک جلسے کا اعلان کر چکے تھے۔ اور اب طبیعتیں بھی ایک حد تک جوش وخروش کرنا چاہتی تھیں۔ لیکن مدّتوں تک جو پاؤں کیچڑ میں پھنسے رہے ہوں وہ یکا یک صاف قالین پر چلیں گے تو دھبّے پڑتے ہی رہیں گے۔ بعض صاحبوں نے کہا کہ گورنمنٹ نے سرِ حقیقت سے پردہ اُٹھا دیا ہو مگر ہم سالکین راہ وفا داری کو۔ کہ پیمان محبّت باندھ چکے ہیں۔ اب بھی مرغ سحر کی جگہ پروانے کے مشرب عشق پر کاربند رہنا چاہیئے ع

کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد

ہم نے سُنا ہے کہ صاحب زادہ آفتاب احمد خاں صاحب کی بھی یہی رائے تھی۔

ہم اس موقعہ پر آنریبل مسٹر (مظہر الحق) کی تعریف کرنے کے لئے اپنے اندر بے اختیار اٰنہ جوش پاتے ہیں۔ کہ اُنہوں نے فی الحقیقت اس جلسے کی شرم رکھ لی۔ اور پوری آزادی اور دلیری کے ساتھ اصُول رازداری کی مخالفت کی۔ جزاہ اللہ عنی وعن سائر المسلمین خیر الجزا۔

دُوسرے دن کے اجلاس میں بھی اُنکی تقریر پڑھ کر ہم کو نہایت خوشی ہوئی اُنہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کی غلامانہ پالیسی کا نتیجہ ہے۔ لیکن ناظرین اس سے یہ رائے قائم نہ کرلیں۔ کہ اب اُنکی پولٹیکل جماعتوں میں بھی ایسی آزادانہ رائے رکھنے والے لوگ پیدا ہوں گے۔ ممکن ہے کہ اب پیدا ہوں، لیکن (مسٹر مظہر الحق) کی آزادی تو صرف اس کا نتیجہ ہے۔ کہ وہ عمر بھر مُلک کی اصلی کارکن جمّاعت یعنی (کانگریس) کے ساتھ رہے۔ اور کبھی مسلمانوں کے پولٹیکل مذہب کی تلقینات قبُول نہیں کیں۔ اگر علی گڈھ کی دلدل میں وہ بھی پھنس گئے ہوتے تو آج اُن کی زبان اس طرح نہ چلتی۔ افسوس ؎

کامل اس فرقۂ زُہاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھ ہُوئے تو یہی رِندان قدح خوار ہُوئے

(۲)

جلسہ پر ایک اجمالی نظر

لیکن بہر حال ۱۱ر اگست کا جلسہ بحیثیت مجموعی ہماری انقلاب حالت کے لئے ضرور ایک پیغام اُمید تھا۔ یہ پہلا موقعہ ہے کہ مُسلمانوں نے ایک پبلک مجلس میں آزادی کے ساتھ اپنی خواہشوں پر استقامت ظاہر کی۔ اور جوش بُزدلی پر غالب رہا۔ (راجہ صاحب محمودآباد) کی تقریر اس امر کا ثبوت بین تھی۔ کہ اگر قوم کے عوام اپنے اندر حرکت پیدا کرلیں۔ تو بڑے آدمیوں کو اپنی جگہ سے ہلنا ہی پڑیگا۔ اُنہوں نے جس صفائی اور غیر مشتبہ لہجے میں موجودہ حالت کی تصویر کھینچی۔ اور اُن خیالات کو ظاہر کرتے ہُوئے گورنمنٹ کے تعلقات کو جیسی بے پرواہی کی نظر سے دیکھا، اُس کی جسقدر تعریف کی جائے کم ہے۔ اور وہ آئندہ کے لئے ایک فال نیک ہے۔ ہم کو معلوم ہے کہ علاوہ اور باتوں کے ذاتی طور پر بھی خود اُن کے تعلقات (سر۔ ایس۔ ایچ۔ بٹلر) سے بہُت گہرے ہیں اور اس طرح کے ہیں۔ کہ اُن سے کسی حالت میں اغماض نہیں کیا جاسکتا۔ ایسی حالت میں گورنمنٹ، اور قوم کی صدائیں؛ یہ دو حریف ان کے سامنے تھے۔ اُنہوں نے قوم کا ساتھ دیا اور ایسی مخدوش معیت آج کل کے نمایاں کارفرماؤں کی سطح ہمت سے بہُت بُلند ہے۔

آنریبل مسٹر مظہر الحق اور مسٹر محمد علی کی تقریروں کو جلسہ کی اصل کارروائی یقین کرتے ہیں۔ میاں محمد شفیع خان بہادر نے جو کچھ کہا، توقع کے خلاف، مگر جونپور کے نواب عبدالحمید نے توقع سے کم کہا۔ صاحب زادہ آفتاب احمد خاں صاحب کی رائے تھی کہ جلسہ کی تمام تقریریں اب بھی رازداری میں رکھی جائیں نیز وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتے تھے۔ کاش وہ بتلائیں کہ اس میں کیا مصلحت تھی؟

اصل مبحث

اب ہم چاہتے ہیں کہ اصل مبحث یعنی مجوزہ یونیورسٹی کی نسبت بھی کچھ اپنے دیرینہ خیالات ظاہر کردیں۔ لیکن اس سے پہلے مجبوراً ایک مرتبہ گزشتہ حالات پر نظر ڈالنی پڑے گی۔ ناظرین طول بیان سے نہ گھبرائیں کہ اس مرتبہ تفصیل کے ساتھ اپنے خیالات کو ان کے سامنے کردینا چاہتے ہیں۔

قوم میں حرکت ہمیشہ پیدا نہیں ہوتی، اور دریا میں ہر روز طوفان نہیں آتے۔ یونیورسٹی

کے لئے تمام ہندوستان میں جو عام صحیح جوش پیدا ہو گیا تھا۔ وہ ایک غیر معمولی اور ہماری روز مرہ کی افسردہ زندگی کا ایک مستثنیٰ واقعہ تھا۔ یہ کس کو اُمید تھی کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں کسی دن ایسی جنبش بھی پیدا ہوگی؟ لیکن یہ خیال اس درجہ درد انگیز ہے کہ اتنا قیمتی جوش محض ایک وجود بے رُوح اور لفظ بے معنی کے پیچھے غارت کر دیا گیا اور قومی حرکت کی بہترین فرصت ——— جو نہیں معلوم پھر کتنے دنوں کے بعد آئے بھی یا نہیں ——— بیکار ضائع گئی۔

اور قومیں جس جوش سے ملکی آزادی و حریت جیسے عظیم الشان مقاصد کا کام لیتی ہیں۔ آپ نے اُس سے اور زیادہ اُسرِ غلامی کی زنجیریں بھاری کر دینے کا کام لینا چاہا اور قوموں کے راہنما جماعتوں کو بیدار کرتے ہیں تاکہ اُٹھ کر چلیں، آپ نے ہمیں بیٹھنے سے اُٹھایا تاکہ اور سُلادیں۔

آج تک مسلمانوں میں کوئی بھی ایسی تحریک پیدا ہوتی ہے جو شہروں سے لیکر قصبوں اور دیہاتوں تک پھیل جائے؟ جس کا ولولہ ان پڑھ دہقانوں اور جاہل دیہاتیوں تک کے دلوں میں پیدا ہو جائے، ہر گھر میں اس کا چرچا ہو اور ہر جگہ اس کا جوش و خروش، کوئی طبقہ اور کوئی فرقہ اس سے خالی نہ ہو، ممبروں پر اس کے لئے وعظ کیا جائے اور خانقاہوں میں اس کے ذکر پر حال و قال ہو پرانے خیال کے دُنیا سے بے خبر حلقے جو یونیورسٹی کے لفظ کا صحیح تلفظ تک نہیں کر سکتے۔ دیہاتوں اور قصبوں میں مولود کا روپیہ یونیورسٹی فنڈ میں بھیج دیں۔ یونیورسٹی کا قافلہ جہاں جہاں سے گزرے۔ لوگ جوش و نشاط سے بیخود ہو کر اس طرح قدم لینے کو دوڑیں۔ گویا ملائے اعلیٰ اور قدسیان عالم بالا عرش الٰہی کو چھوڑ کر دُنیا میں اُتر آئے ہیں تاکہ اپنے پروں کے سایہ نورانی میں لے کر مسلمانوں کو پھر دونوں جہان کی بادشاہت بخش دیں۔ ابھی نہ ملنے والی یونیورسٹی ملی بھی نہ تھی، لیکن کروڑوں انسان خوش ہو ہو کر لوٹتے تھے گویا ہندوستان کی سلطنت گورنمنٹ کے (میگنا چارٹا) پر شہنشاہ انگلستان کے دستخط ہو گئے ہیں یا ٹرکی میں پارلیمنٹ کے قائم ہونے کا پہلا روز مسرت طلوع ہوا ہے۔

ہم رو سکتے ہیں، مگر اپنے آنسو ہر شخص کو دکھا نہیں سکتے۔ جب سوچتے ہیں کہ بدبخت مِلت کا اس درجہ قیمتی جوش کس بے دریغی سے ضایع کر دیا گیا " وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ "

Marfat.com

(وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ) کہ ہمارے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ اور حیران رہ جاتے ہیں کہ رہنمایانِ ملت کی اس غلط روی کی نسبت کیا کہیں؟ ہمارے ہمدرد ناصح نصیحت کرتے ہیں کہ نرمی اختیار کرو لیکن انہیں ہمارے دل کی سوزش کیا معلوم؟ یا تو ہماری آنکھ ہم کو دھوکا دیتی ہے اور یا پھر صاحبانِ بصیرت دُنیا میں ناپید ہو گئے۔

بُنیادی گمراہی لیکن مسجد کے محراب کا مینار اگر سیدھا نہیں تو پہلے اس کی بُنیاد کو دیکھنا چاہیئے۔ افسوس کہ ہمیں یونیورسٹی کا معاملہ پیش آجانے کی وجہ مہلت نہ ملی اور مُسلمانوں کی پولٹیکل پالیسی پر ابتدا سے سلسلہ وار بحث کرنے کی جگہ ایک درمیانی باب شروع کر دینا پڑا۔ یہاں مختصر اشاروں سے کام لیں گے۔

درحقیقت مسلمانوں کی موجودہ گمراہیوں کی ابتدا اسی وقت سے ہے جب انہوں نے چلنے کے لئے پہلا قدم اُٹھایا تھا۔ بُنیادی غلطی یہ تھی کہ اپنے تمام کاموں کے لئے گورنمنٹ پر اعتماد رکھنے کا راستہ اختیار کیا اور بغیر اس ٹیکے کے بیٹھنے کی عادت ہی نہیں ڈالی۔ جب مُرغ دام میں آنے کے لئے مضطرب ہو تو صیاد کیوں غفلت کرے؟ اس روش کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ابتدا سے لے کر آخر تک محض ایک کٹھ پتلی بن کر رہ گئے، جس کی ڈوریں پردے کے اندر تھیں اور نچانے والا اپنی بازی گری کے مصالح کے مطابق جس طرح چاہتا تھا اُنکو نچاتا تھا۔

ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ بالکل ایک نئے قسم کی دقتوں کو اپنے سامنے پاتی تھی۔ ایک طرف وہ (لارڈ مکالے) کی تعلیم دینے سے انکار نہیں کر سکتی تھی، دُوسری طرف تعلیم کے قدرتی نتائج اس کے سامنے تھے۔ ملک ابھی حکومت کے خواب کو بھولا نہ تھا۔ اور آگ بجھ چکی تھی، مگر چنگاریوں کے بھڑکنے کا ہر وقت خوف تھا۔ ایسی حالت میں وہ یہاں کے باشندوں میں سے کسی ایک عنصر کی اعانت کی ضرور محتاج تھی جو اپنے ملکی فوائد کو اس کی حکومت کے فوائد پر قربان کر دے، مُسلمانوں نے اس مقصد کے لئے اپنے تئیں پیش کیا۔ اور نہایت اصرار کے ساتھ اڑ گئے۔ کہ ہم کو اس قربانی سے محروم نہ رکھا جائے۔ یہ مسلمانوں کے (ذبیح اللہ) کی قربانی تو تھی نہیں کہ ع

آمد بزیر تیغ و شہید سش نمے کنند

نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان ہندوستان میں تمام حقیقی ترقیات کے لئے ایک سخت روک اور درمیان

Marfat.com

راہ کا پتھر بن کر رہ گئے اور از سرتا پا ان کا وجود ملک کے لئے ایک بدنصیبی ہو گیا۔ گورنمنٹ کو اپنے ملکی مصالح کے لئے جب کسی آلۂ عمل کی ضرورت ہوتی وہ ان کے وجود کو ایک پتھر کی چٹان کی طرح ہاتھوں میں اٹھا لیتی اور ملکی خواہشوں کے شیشے پر ٹپک مارتی۔

سب سے پہلے یہ ہوا کہ ملک میں کام کرنے والی اصلی جماعت، یعنی ہندوؤں سے مسلمان الگ ہو گئے، اور اس طرح عرصے تک کے لئے ملکی مطالبات کی فتح یابی سے گورنمنٹ مطمئن ہو گئی، ساتھ ہی اس کی بھی ضرورت تھی کہ ان کو بے کار نہیں رہنا چاہیے، ورنہ بیکاری سے اُکتا کر راستے کی تلاش میں ضرور نکلیں گے۔ کوئی مشغلہ ایسا ہونا چاہیئے جو عرصے تک اُن کو اپنے میں الجھائے رکھے، اور اصلی کاموں کی طرف متوجہ ہونے کی فرصت نہ دے۔ تعلیم کو مسلمان پہلے سے لئے بیٹھے تھے۔ (اور یہ خیال فی نفسہٖ غلط نہ تھا) اس لئے اسی اعلیٰ تعلیم کے بال و پر کو پھیلا کر ایک ایسا الف لیلیٰ کا عجیب الخلقت پرند بنا دیا جو اپنے پروں کو کھول دے، تو سورج کو زمین کی طرف جھانکنے کیلئے کوئی سوراخ نہ ملے۔ مسلمانوں نے اس عجیب و غریب مرکب کو براق سمجھا۔ اور یقین کر لیا کہ ہمارے سفر معراج کے لئے آسمانی سواری اُتری ہے۔ چالیس برس گزر گئے مگر اب تک اس مرکب کی لگام ویسی ہی ڈھیلی ہے، جیسے پہلے دن تھی، اور منزل لامکانی کا پتہ نہیں۔ قوم کی وہ قوتیں جو یقیناً زمانے کے قدرتی اثرات سے متاثر ہو کر ملکی تحریکوں میں صرف ہوتیں، تمام تر صرف ایک اعلیٰ تعلیم کے شور و واویلا کے پیچھے مٹا دی گئیں۔ اور جب کہ ہم سے ایک دیوار کے فاصلے پر ملک کی جائز آزادی ملکی حقوق کے مطالبات، اعلیٰ قوانین کی تنسیخ و ترمیم، ملکی نظم و نسق کے مباحث وافکار کی سرگرمیوں میں ہمسایوں کے جذبات ذامیاں صرف ہو رہے تھے، ہم اپنی کانفرنسوں، اپنے بڑے بڑے مجمعوں، اپنی شاندار تقریروں، اپنے قومی اخباروں کے صفحوں کے اندر صرف ایک افسانہ تعلیم کی سر د لاش اُٹھائے ہوئے پھر رہے ہیں۔

ہمارے جذبات کے اشتعال کے لئے اگر کوئی تحریک تھی، تو یہی تھی۔ ایثار و ملت پرستی کی دعوت کا پیام تھا، تو اسی دسترخوان پر۔ جوش و ہنگامے کا ظہور تھا، تو صرف اسی کے لئے۔ قوت تقریر کی نمود و نمو تھی تو اسی افسانے کے دُہرانے کے لئے قومیں اگر وطن پرستی کے نشے میں چُور تھیں، تو ہم تعلیم کے خمار میں انگڑائیاں لیتے تھے۔ ہمسائے اگر ملکی آزادی کے آفتاب

کے نیچے کھڑے تھے، تو ہمارے سر اور چہرے تعلیم کی شبنم سے بھیگ رہے تھے۔ اُن کے ہاتھوں میں اگر خود فروشی و قربانی کے انگارے تھے، تو ہم تعلیم کی سُرخ گولیوں سے کھیل رہے تھے۔ ساری دُنیا اسی تعلیم کے اندر تھی، یہی اعلیٰ پالٹیکس تھا، اسی سے قومیں بنتی اور بگڑتی ہیں، انگلستان نے اسی کے برتے پر پارلیمنٹ لی، فرانس میں جو لوگ راستوں میں آزادی کا گیت گاتے ہوئے پھرتے تھے۔ وہ اعلیٰ تعلیمی سندیں اپنے سینوں پر لگائے ہوئے تھے۔ ایران میں بھی تعلیم ہی نے انقلاب کرایا۔ ٹرکی تو جب یورپ کے تمام مدارج تعلیم طے کر چکی، اس وقت عبد الحمید نے یلدیز میں بُلا کر خود پیار و محبت سے کہہ دیا کہ اب پارلیمنٹ لے لو۔ پس ہندوستان میں بھی ہم کو یہی کرنا چاہیئے۔

گمراہی کا دوسرا مشغلہ اعلیٰ تعلیم کی گرہ سلجھانے میں ہم نے چالیس برس سے زیادہ صرف کر دئے۔ اور یہ ایک ایسا مشغلہ ہمارے لئے رہا۔ جس نے کسی دوسری طرف نظر اُٹھانے کی مہلت نہ دی، لیکن انسان جو سونے اور جاگنے دونوں کے لئے بنایا گیا ہے۔ ممکن نہیں کہ صرف سوتا ہی رہے۔ چالیس برس کے مرض النوم کے بعد اب خود بخود طبیعتیں کروٹیں لینے لگیں، سامنے کے رات دن کے منظر سے کہانتک آنکھیں بند رہتیں۔ بالآخر تعلیم کے افسانے کی خواب آور قوت گھٹنے لگی، اور مسلمان بھی اب اسی مشغلے سے اکتا گئے۔ یہ وہ وقت تھا کہ گورنمنٹ ہندوستان کے آنسو پونچھنے کے لئے ریفارم اسکیم کا رُومال جیب سے نکال رہی تھی اور ملک میں ایک نیا انقلاب ہونے والا تھا۔ اس وقت ممکن تھا۔ کہ مسلمان چالیس برس سونے کے بعد ہوشیاری کی آنکھیں کھول دیتے اور ہندوستان کی متصل جاگنے والی قوم، ہندوؤں کے ساتھ شامل ہو جاتے، کیونکہ پرانے مشغلہ تعلیم میں اب زیادہ دلچسپی باقی نہیں رہی تھی، اور پولٹیکل کاموں کا اسٹیج ملک بھر میں صرف ایک کانگرس ہی تھا۔ پس ضرور ہوا کہ اب تبدیل ذائقہ کے لئے کوئی نیا کھلونا ہماری گود میں ڈال دیا جائے اور کچھ دنوں اس کے ساتھ کھیلنے میں کاٹ دیں۔ یہ کھلونا ہماری نئی ضلالت یا غفلت بیداری نما (مُسلم لیگ) تھا، جو زمانے کے نئے تغیرات کا لحاظ کر کے پالٹیکس کے نام سے شکل پذیر ہوا اور اس کی ابتدا یوں کرائی گئی کہ ہم ایک نئے لیڈر کی راہنمائی میں ڈیپوٹیشن لے کر شملہ

Marfat.com

کی طرف روانہ ہوئے ع

مومن چلا ہے کعبے کو اک پارسا کے ساتھ

مُسلم لیگ اگر اب زمانے نے پلٹا کھایا ہے۔ اور تم پالٹیکس میں آنا ہی چاہتے ہو تو یہ کیا ضرور ہے کہ تم کو سونے کی اشرفی ہی دی جائے؟ تمہارے بہلانے کیلئے پیتل کا ایک ٹکڑا بھی بہت ہے۔ تم ہر چمکیلی چیز کو سونا سمجھ لینے کیلئے تیار ہو، تو تم کو سونا کیوں دیا جائے؟ اب مسلمانوں کو کھیلنے کیلئے ایک دوسرا کھلونا مل گیا اور زمانے کے تغیرات، قدیمی افسانے کی بے مزگی اور تعلیم کے نتائج نے طبیعتوں میں جو حرکت پیدا کی تھی۔ اس کو گردش کے لئے باہر جانا نہ پڑا، خود اپنے گھر کے اندر اسی نام کا ایک دائرہ مل گیا۔

افسوس کہ ہم مدتوں کی غفلت کے بعد پالٹیکس میں آئے بھی تو اپنی قوت اور دل کی اُمنگ سے نہیں بلکہ ع

آں ہم بسعی غمزۂ مردم شکار دوست

نئے پالٹیکس کی تعلیم گو (مسلم لیگ) کا قیام کسی پولٹیکل بیداری و تلاش کا نتیجہ نہیں تھا، اور کوئی ملکی یا ملی قوت اس کے اندر نہ تھی۔ لیکن تاہم پالٹیکس کی حرمت کا فتویٰ منسوخ ہو چکا تھا، اور کم از کم جمود میں ایک حرکت ضرور پیدا ہو گئی تھی۔ آپ کو اگر کوئی ہاتھ پکڑ کر باغ میں پہنچا دے تب بھی آپ اسی طرح پھولوں کی بُو باس لے سکتے، اور پھولوں کو توڑ سکتے ہیں، جیسے وہ شخص جو خود اپنی خواہش سے چل کر پھولوں کے عشق میں آیا ہو۔ اصل شے باغ میں پہنچنا ہے۔ اگر مسلمان لیڈر قوم کو چھوڑ دیتے تو عجب نہیں کہ یہی کھیلنے کا پتلا زندوں کی طرح حرکت کرنے لگتا۔ مگر جس مرکب کی لگام خود اپنے ہاتھوں میں نہ ہو۔ اسکی نسبت یہ سوچنا لاحاصل ہے کہ وہ کس طرف لے گیا؟

یہ کیسی بدبختی کی بات ہے کہ پالٹیکس میں آنے کے بعد بھی ہم کو پالٹیکس کی لذت چکھنی ایک دن کے لئے نصیب نہ ہوئی۔ پالٹیکس میں آنے کے بعد اولین شے ملکی حقوق کا مطالبہ اور حکومت میں اپنا حصہ لینے کا سوال تھا ہم اس راہ کے کنارے ضرور آ گئے تھے۔ لیکن کارفرماؤں کی یہ عیاری عقلوں کو حیرت میں ڈالنے والی ہے کہ معاً اس خوبی کے ساتھ وہاں سے ہٹا دیے گئے کہ خود ہم کو

Marfat.com

تو ہٹنے کا حس تک نہ ہُوا، مگر شاہراہ مقصود اور ہم میں ایک ناپیدا کنار اوقیانوس حائل ہوگیا، ہم کو سمجھایا گیا کہ آج سے تیس برس پہلے جو اسباب پالٹیکس سے الگ رہنے کے تھے۔ آج پالٹیکس میں آنے کے بعد بھی بدستور قایم ہیں۔ اس سبق کہنہ کو پھر دُہرالو، تعلیم کی کمی، تعداد کی قلت، مجارٹی کا فشار، عناصر کی مسابقت۔ ان تمام دائمی اور ابد مدت موانع میں سے کونسی چیز دُور ہوگئی؟ اس لئے اگر ملکی حقوق کے میدان میں آؤ گے تو ہمسایہ قومیں تم سے بازی لیجائیں گی، پس تمہارا پالٹیکس یہی ہے کہ پہلے اپنے حقوق ہندوؤں کے مقابلے میں تو حاصل کرلو۔ انہوں نے اپنے غلبۂ تعداد و تعلیم سے تمہاری ترقی کی راہیں تم پر بند کردی ہیں۔ اور تمہارے قومی حقوق چھین کر غصب کرلئے ہیں۔ اصلی پالٹیکس یہی ہے کہ اُن راہوں کو ہمسایوں کے حملوں سے محفوظ کرلو، جو حقوق حکومت سے مل چکے ہیں، ابھی وہی تم کو نصیب نہیں ہُوئے، نئے حقوق کے مطالبات کا کیا موقعہ ہے؟ یہ داروئے بیہوشی کا ایک نیا جرعہ تھا، نتیجہ یہ نکلا کہ حقوق طلبی کی جس طاقت کا نشانہ گورنمنٹ ہوتی، نہایت آسانی کیساتھ اُس کا رُخ ہمسایوں کی طرف پھیر دیا گیا۔ اور اس طرح ایک پوری قوم کے پالٹیکس میں آجانے کے بعد بھی اُسکی پولٹیکل بیداری سے گورنمنٹ کیلئے کوئی خدشہ باقی نہ رہا۔

ہمارا تخاطب صرف ان عام تعلیمیافتہ مسلمانوں سے ہے جو الحمدللہ اب اپنی حالت محسوس کرنے لگے ہیں، وہ خدا کیلئے انصاف کریں کہ یہ کیسی شدید غلطی اور کیسی درد انگیز حالت تھی؟ جبکہ ہمارے ہمسائے ملکی فلاح و بہبُود کی تدبیروں میں مصروف تھے، ہماری آنکھیں تمام ملک کی طرف سے بند تھیں۔ ہمارے ایک کروڑ بھائیوں کو اگر صرف ایک ہی وقت کا کھانا مُیسّر آتا تھا۔ اگر تمام ملک افلاس کے دق ترقی مرض سے زار و نزار ہو رہا تھا، اگر ٹیکس کا بوجھ اُسکی قوتِ برداشت سے بڑھا ہُوا اور زیادہ بڑھ رہا تھا، اگر زمینداروں کے مصائب سے ملک کا قلب ضعیف ہوگیا تھا۔ اگر مظلوم کاشتکار موت و ہلاکت کا شکار ہو رہے تھے، اگر فوجی مصارف کے بوجھ سے ملکی خزانے کی کمر ٹوٹ گئی تھی، اگر ہمارے سالانہ بجٹ میں ہماری تعلیم کیلئے کوئی اُمید افزا جواب تھا، اگر ملکی انتظام کے تمام بڑے دروازے ہمارے لئے بند تھے۔ اگر ریلوے توسیع کے ٹھیکے انگلستان کو مل رہے تھے۔ اور ملک آبپاشی کے بغیر جاں بلب تھا، اور اگر قانون ناقص اور انتظام راحت بخش نہ تھا، تو ان تمام چیزوں کیلئے ہمیں باوجود ہندوستان میں رہنے کے دردِ سر اُٹھانے کی ضرورت نہ تھی۔ یہ جھگڑے صرف ہندوؤں کیلئے تھے۔ اور ان میں پڑنا خدا کا جرم

Marfat.com

وعصیان اور حکومت سے بغاوت تھا، صرف تعلیم اور اعلیٰ تعلیم کی تلاش کی مصروفیت ہماری زندگی کا اصلی کام تھی!

خاموشی ما گشت بد آموز بتاں را

انصافاً کہنا پڑتا ہے کہ اسمیں گورنمنٹ کا قصور نہ تھا۔ بلکہ خود ہمارا تھا۔ گورنمنٹ نے کبھی حقوق طلبی سے باز نہیں رکھا تھا، کبھی فریاد کرنیوالوں پر اپنا دروازہ بند نہیں کیا، کبھی تعزیرات ہند میں یہ دفعہ نہیں بڑھائی کہ پوچھنا اور مانگنا جرم ہے اُس نے معقولیت سے مانگنے والونکی لبسا اوقات عزت افزائی کی، اور اکثر اُنکی جرأتوں کو اور تیز کیا۔ البتہ یہ ضرور تھا کہ اسکی پہلی نظر اپنے مصالح پر تھی، اور اگر ایک قوم خود ہی اپنے تئیں اسکے فوایدِ شخصی پر قربان کر دینے کیلئے تیار کر دے تو کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ وہ قبولیت سے انکار کرتی، علی الخصوص ایسی حالتمیں کہ اس کی ضروریات کسی نہ کسی ایک جماعت کو اپنے فواید کیلئے قدرتی طور پر ڈہونڈھ رہی تھیں۔ مسلمان راہ میں اڑ کر کھڑے ہو گئے کہ اس خدمت کیلئے ہمیں کو منتخب کیا جائے۔ وہ کیوں اس سے روکتی اور کیوں فائدہ نہ اُٹھاتی؟

عود الی المقصود

گزشتہ تمہید سے یہ دکھلانا مقصود تھا کہ ہمارا قدم جب کبھی اُٹھا، غلط راہ پر اُٹھا۔ جس زمانے نے ہندوؤں کا ہاتھ پکڑا تھا، اسکو ہماری راہنمائی سے انکار نہ تھا۔ کسی نہ کسی طرح ضرور ہم صحیح راستے پر چل نکلتے مگر ہمارے لیڈروں نے ہمیشہ ہمارے سامنے کوئی نہ کوئی کھلونا ایسا ڈالدیا۔ جسکے مشغلے میں اولجھ کر ہمکو اصلی کاموں کے اختیار کرنیکی مہلت ہی نہیں ملی۔ پہلے اعلیٰ تعلیم میں چالیس سال برباد کرا دیئے، پھر جب اس سے اُکتا گئے اور دیکھا کہ قابو سے نکل رہے ہیں۔ تو (مسلم لیگ) کا طلسم کھڑا کر دیا۔

مسلم یونیورسٹی

اس زنجیر کی آخری کڑی (مسلم یونیورسٹی) کی تحریک تھی جو عین ایسے موقع پر شروع کیگئی جبکہ مُلک کے در و دیوار سے تغیر و تبدل کی صدائیں اُٹھنے والی تھیں اور ہندوستان خود گورنمنٹ ہی کی جرأت افزائی سے ایک نئے دَور میں اپنے تئیں دیکھنے والا تھا۔ اتنے طویل عرصے کی غلط روی کے بعد اب شاید صحیح راستے کی تلاش شروع ہو جاتی، لیکن (مسلم یونیورسٹی) کی ایک ایسی طُول طویل داستان شروع ہو گئی جس کے پیچ در پیچ قصّوں کو سنا کر اور ہر طرف سے کان بند کر کر دیئے گئے۔

Marfat.com

Marfat.com

حدیث الغاشیہ

-۱-

یہ پرچہ ناظرین کے ہاتھوں میں اس وقت پہنچے گا۔ جب کہ لکھنو کی صحبتوں کو ڈیڑھ ہفتہ گزر چکا ہوگا۔ تاہم یقین ہے کہ لندن کی "صلح کانفرنس" کے بعد اگر کوئی تذکرہ اُن کی صحبت میں ہوگا۔ تو وہ لکھنو کی گزشتہ کانفرنسوں کی "معرکہ آرائیاں" ہونگی۔

اخلاقی عقاید کی بہت سی گمراہیاں ہیں۔ جن کے الفاظ لوگوں کی زبان پر چڑھ گئے ہیں۔ اور ہر موقع پر اُنکا استعمال نہایت کثرت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ من جملہ اُن کے ایک یہ بھی خیال ہے کہ صلح جنگ سے اور امن شورش سے بہرحال بہتر ہے۔

لیکن غور کیجئے۔ تو اس خیال میں جس قدر سچ ہے۔ شاید اس سے کسی قدر زیادہ مقدار میں جھوٹ بھی ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ شورش سے سکون بہتر ہے۔ مگر کس شورش سے۔ سمندروں کے تلاطم اور ہواؤں کے خوفناک موجوں کی شورش سے۔ نہ کہ اس زندگی کی شورش سے جس کے جاتے ہی موت کے سکون کا پیام آجاتا ہے۔

صلح بھی اچھی چیز ہے۔ مگر شاید وہ صلح اس سے مستثنیٰ کر دیجائے۔ جبکہ مشیر (سر ایڈورڈ گرے) ہوں۔ لکھنو کے ان جلسوں میں بھی امن کم اور شورش زیادہ تھی۔ صلح کا سوال محدود تھا۔

اور جنگ کی طلب وسیع۔ امن وسکون اسٹیج کے کنارے تک بھی خالص نہ تھا۔ مگر جنگ کے ولولے سے ہال کی پوری فضا بھی گونج اٹھتی تھی۔

پس اس میں تو شک نہیں کہ یہ شورش بھی اور امن شورش سے بہتر ہے۔ اس میں بھی کوئی دھوکا نہیں۔ کہ یہ ایک جنگ کی سرگرمی تھی۔ اور صلح فی نفسہٖ جنگ سے اچھی ہے۔ لیکن چونکہ اس شورش سے پہلے جو سکون تھا۔ وہ دریا کا سکون نہ تھا۔ جس سے مسافروں کی زندگی اور کشتیوں کی سلامتی وابستہ ہے۔ بلکہ سکون تھا اس خواب غفلت کا جو انسان کو زندگی کی حرکت سے محروم کر دیتا ہے۔ اور اپنے اندر موت کی مثال کامل رکھتا ہے۔

(وھو الذی یتوفاکم باللیل) بلکہ وہ سکون تھا۔ اس جمود ممات، اس نعش بے حرارت اور اس جسد بے روح کا۔ جس کے لئے موزوں جگہ زمین کے اوپر نہیں۔ بلکہ اس کے نیچے ہے۔ اس لئے اگر بیداری ہوشیاری سے، جنبش بے ہوشی سے اور زندگی موت سے بہتر ہے تو یقیناً یہ شورش بھی امن سے یہ جنگ بھی صلح سے اور یہ ہنگامۂ غوغا بھی خاموشی سے بہتر تھا۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ اَمَاتَنَا (یعنی تمام حمد و تقدیس ہے۔ اُس قدیر و حکیم کے لئے جس نے ہم کو ہوشیاری کی زندگی عطا فرمائی۔ حالانکہ ہم غفلت کی موت میں ساکن و ساکت پڑے تھے۔) لیکن اس عجائب سرائے بوقلموں میں ایک ہی وقت کے اندر سب کو خوشی نہیں ہو سکتی۔ ہمیشہ شادی و غم میں باہم تصادم رہا ہے۔ اور ایک کی خوشی دوسرے کے لئے ماتم رہی ہے۔ اور غور کیجئے تو ایسا ہونا قدرتی ہے۔ دنیا میں رنج و خوشی اور شادی اور غم کی حقیقت یہ ہے۔ کہ پہلے میں "حاصل" کی مسرت ہوتی ہے۔ اور دوسرے میں "رفتہ" کا افسوس۔ غم کی تمام مثالوں کو ایک ایک کر کے ذہن میں لائیے۔ ہر مثال میں آپ دیکھیں گے کہ کوئی نہ کوئی شے آپ سے جاتی رہی ہے اور جانے ہی کا نام غم ہے۔ مفلس اداس رہتا ہے۔ اس لئے کہ دولت چلی گئی۔ بیمار غمگین ہوتا ہے۔ اس لئے کہ صحت جاتی رہی۔ مایوسی میں سب سے زیادہ غم ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک چیز "امید" تھی جو اس سے چھن گئی۔ اسی طرح خوشی کے تمام مواقع یاد کیجئے۔ آپ ایک پر تکلف محل یا کسی قیمتی موٹر کار پر بیٹھ کر خوش ہیں۔ اس لئے کہ دولت ہاتھ آگئی۔ بیمار کے لئے غسل صحت کا دن کم از یوم عید نہیں۔ کیونکہ اُسے صحت مل گئی۔ پس شادی و غم کی تعبیر اگر زیادہ واضح لفظوں میں

کی جائے تو یہی ہو گی کہ حاصل ہونے کا نام خوشی ہے۔ اور کھو دینے کا نام غم۔ پھر اگر یہ سچ ہے کہ خوشی کسی شے کے حاصل ہونے کا نام ہے۔ تو آپ کو جب کوئی چیز ملے گی۔ ضرور ہے۔ کہ وہ کسی کے ہاتھ سے نکلی ہو۔ عالم کائنات میں کوئی چیز بھی بیکار پڑی ہوئی نہیں ہے کہ آپ اُٹھا لیں گے۔ ہر چیز کسی نہ کسی جگہ جڑی ہوئی ہے۔ آپ کو اُٹھا لینے سے نہیں ملے گی بلکہ توڑنا پڑیگا۔ اور توڑئیے گا تو آپ کا دامن بھرے گا۔ مگر کسی کی آستین ضرور خالی ہو گی۔ آپ پھولوں کی سیج پر لوٹ کر خوش ہوتے ہیں۔ مگر یہ بھول جاتے ہیں۔ کہ کوئی نہ کوئی باغ اجڑا ہے۔ جب کہیں جا کر آپ کا بستر آباد ہوا ہے۔

(عُرفی شیرازی) جو بجائے شاعر ہونے کے ایک اسرار شناس حکیم تھا۔ اس نکتے کو کہہ گیا ہے۔

زمانہ گلشن عیشے کرا بہ یغما داد
کہ گُل بدامن ما دستہ مے آید

(میرزا غالب) نے ایک دوسری بات کہی ہے۔ مگر آپ اسی نظر سے دیکھیں

ہر جادہ کہ از نقش پئے تست بہ گلشن
جا کیست بجیب ہوس انداختۂ ما

پس دنیا میں آپ کا ہر نفع دوسرے کا نقصان ہے۔ اور آپ اپنے نفع سے خوش ہیں۔ تو دُوسرا اپنے نقصان پر متاسف۔

لکھنو کے جلسوں میں جو کچھ ہوا۔ وہ دراصل ایک ابتدائی معرکۂ جنگ تھا۔ جس نے مسلمانوں میں سب سے پہلے ایک نئے حریف مقابل کو دُنیا سے روشناس کیا۔ قوم خوش ہے۔ کہ اُس نے طاقت حاصل کی۔ مگر جن سے چھین کر حاصل کی، ضرور ہے۔ کہ وہ غمگین ہے۔ آپ کو اگر اپنے بننے کی خوشی ہے۔ تو کسی کو اپنے بگڑنے کا ماتم ہے۔ پھر اس کا کوئی علاج نہیں کہ ایسا ہونا قدرتی ہے۔ قوم کی قسمت اب تک ایک جائداد منقولہ تھی۔ جن پر چند اشخاص کا قبضہ تھا۔ لا تسئل عما یفعل۔

یہ پہلا موقعہ ہے۔ کہ ایک دعویدار پیدا ہوا۔ اور طاقت دکھلا کر اپنا حق چاہا۔ آپ کسی کے قبضے سے اُس کی مقبوضہ ریاست چھیننا چاہیں گے تو وہ ضرور لڑے گا۔

ضابط و خوددار ہوگا تو کسی گوشہ مکان میں رُومال سے آنکھیں چھپا کر روئے گا۔ بے ضبط اور بے قابو آدمی سڑکوں پر چیخ چیخ کر ماتم کریں گے۔ کوئی وجہ نہیں کہ آپ اس پر معترض ہوں:۔

دل از من، دیدہ از من، آستین از من، کنار از من! لیکن یہ جو کچھ ہُوا اس پر محض ایک سرسری نظر ڈال کر نہیں گزرنا چاہیئے۔ آجکل ہماری نظریں (بحر مارمورا) اور (دردانیال) کے جنگی طوفان کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اور جی نہیں چاہتا کہ دوسری طرف دیکھیں۔ تاہم ہم ناظرین سے کہیں گے۔ کہ وہ ان چند ہلکی لہروں سے بھی اغماض نہ کریں۔ جو ۲۶ دسمبر کو (گومتی) کی ساکن وخاموش سطح پر اٹھی تھیں۔ عجب نہیں۔ کہ کسی وقت یہی گومتی کی لہریں قلزم کے طوفان کا کام دیں۔

فی الحقیقت ان جلسوں میں صاحبان عقل وفکر کے لئے بہت سی عبرتیں تھیں۔ جن کو ایک ایک کرکے یاد کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ مسلمانان ہند کے اُس تغیر افکار واعمال کی پہلی منزل تھی۔ جن سے اس تغیر کا مستقبل وابستہ ہے۔ اور جس کی طرف ہم نے پچھلے دنوں "صبح امید" کے عنوان سے دو افتتاحیہ مضمون لکھ کر توجہ دلائی تھی اور ہم چاہتے ہیں کہ اسے تفصیل سے لکھیں۔

-۲-

جز فی سادہ دل امروز دیگر چوں ہر بار ۔ یہ سخن ہائے فریب تو تسلی شد و رفت

جنوری کے اوائل میں مَیں نے لکھنوکی گزشتہ صحبتوں کی نسبت ایک افتتاحی مضمون لکھا تھا۔ لیکن بعض دیگر مضامین کی اہمیت وضرورت نے اس کو وقت پر شایع ہونے کی مہلت نہ دی۔ شاید سردست اس بحث کو دوبارہ نہ چھیڑتا۔ لیکن نواب وقار الملک بہادر کی تحریر گرامی نے (جو پچھلے دنوں علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ میں شائع ہوئی ہے۔ اور جس کو ہم نے بھی الہلال میں نقل کیا تھا۔) ایک نیا موقع اس ذکر کا پیدا کردیا ہے۔

مَیں اس وقت سخت بیمار ہُوں اور بستر پر لیٹے لیٹے یہ سطور لکھ رہا ہُوں۔ اس بارے میں نہایت تفصیل سے بحث کی ضرورت تھی۔ مگر اس وقت تفصیل ممکن نہیں۔ پس صرف چند ضروری امور کی طرف اشارہ کروں گا کیونکہ وقت نکلا جا رہا ہے۔

Marfat.com

الہلال میں جو مضمون "حدیث الغاشیہ" کے عنوان سے نکلا ہے۔ وہ دراصل اس لیڈنگ آرٹیکل کا ایک ابتدائی ٹکڑا تھا۔ جو میں نے لکھنو سے آکر لکھا تھا۔ مَیں نے اس مضمون کو اس تمہید ماثور سے شروع کیا تھا کہ:۔ الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور (حمد وثنا اس قادر قیوم کے لئے ہے۔ جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی عطا فرمائی)

فی الحقیقت ان جلسوں کے ذکر میں پہلی چیز جو سامنے آتی ہے۔ وہ لیڈروں کے اس اجباری درہبانی اقتدار کے طلائی بُت کا پارہ پارہ ہونا ہے جس کی مشرکانہ پرستش نے برسوں سے مسلمانوں کے اجتہاد فکر اور آزادی رائے کو فنا کر دیا تھا۔ اور جس کے رعب وہیبت کے آگے آج تک قومی قوت کو ظاہر ہونے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ قومی رائے اور آزادیٔ خیال کی یہ ایک موت تھی ۔ جس نے پُوری قوم کو ایک بے جان لاش بنا کر لٹا دیا تھا۔ لیکن لکھنو کے جلسوں میں اس لاش نے زندگی کی پہلی کروٹ لی۔ اور غالباً ہمارے لیڈروں کو پہلی مرتبہ معلوم ہُوا کہ چاندی سونے کی قوت کے علاوہ دُنیا میں اور قوتیں بھی بستی ہیں۔

لیڈری کے اقتدار کا یہ بُت عجیب الخواص تھا۔ یہ طلائی تھا۔ اس لئے جب کبھی شملے کی چوٹیوں سے آفتاب نکلتا۔ تو اس کا جسم ایک شعلۂ جوالہ کی طرح چمکنے لگتا۔ اس وقت دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جاتیں۔ لیکن تاریکی میں اسکی صُورت مہیب تھی۔ اور دیکھنے والوں کے لئے خوفناک۔ لکھنو کے جلسوں میں اُس نے اپنی دونوں صورتیں دکھلائیں۔ وہ چمکتا بھی تھا۔ اور مہیب بھی بنتا تھا۔ لیکن نہ تو آنکھیں خیرہ ہوئیں۔ اور نہ لوگوں کے دل ہلے۔ بالآخر عاجز آ کر مجبُور ہوا کہ ایک عظیم الشان بُت کا معبُودانہ اقتدار وجلال چھوڑ کر عام انسانوں کی طرح عاجزانہ مکروسازش کی کوششوں سے کام لے۔ اور جس قوت کو میدانِ جنگ میں شکست نہ دے سکا۔ اُس سے سازش کے خیموں میں عہدہ برآ ہُوا۔ کذالک نبلوھم بما کانوا یفسقون۔

ہم اس امر کو اتنی مرتبہ لکھ چکے ہیں۔ کہ اب دُہرانے کی ضرورت نہیں۔ ہم نے بارہا لکھا ہے۔ کہ قومی کاموں میں تنظیم اور تشکیل کے لئے جس قدر لیڈروں کی ضرورت ہے۔ اُس سے کہیں زیادہ اُن کا خود مختارانہ اقتدار مضر اور مہلک بھی ہے۔ اسلام دنیا میں اس لئے آیا۔ تاکہ انسانوں سے ان تمام اقتداروں کو چھین لے۔ جن کے ذریعے وہ تحکم اور جبر کے ساتھ غیر مسئولانہ حکومت

کرتے ہوں۔ اور پھر خواہ یہ اقتدار دُنیوی رؤسا کے ہاتھوں میں ہو۔ یا کسی بُت خانے کے پوجاریوں کے قبضے میں۔ کہیں ہو۔ اسلام اس کا دشمن ہے۔ اور اس کو شرک فی الصفات قرار دیتا ہے۔ کیونکہ اُس کے نزدیک غیر مسئول ہونا اللہ کی صفت ہے۔ پس جو شخص اس صفت کو اللہ کے سوا کسی اور طاقت میں تسلیم کرتا ہے۔ وہ خدا کی صفت میں دوسرے کو شریک کرتا ہے۔ ما کان لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (۳ : ۷۹) کسی انسان کو جسے اللہ کی طرف سے کتاب، حکمت اور نبوت عطا کی گئی ہو حق نہیں کہ لوگوں کو اللہ کے سوا اپنی بندگی کے لئے کہے۔

وہ اس طرح کے اقتدار کو صرف "اللہ" کے ساتھ مخصوص کر دیتا ہے۔ (اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ) اور اسی کو دین قیم قرار دیتا ہے۔ (ذالك الدین القیم) پھر اگر اس اقتدار کا حق دنیوی امور میں کسی شے کو ہے۔ تو وہ صرف قوت "شوریٰ" یا جماعت کا اجماع و مشورہ ہے۔ اور وہ بھی اپنے تمام اعمال میں احکام الٰہیہ کے تابع رہنے پر مجبور۔

پس یہ ایک شرک جلی تھا۔ جو ایک کھلی بُت پرستی کی صُورت میں تمام پیروان توحید پر مسلط ہو گیا تھا۔ ہر شخص جو (علی گڑھ) کو چندہ دینے کے لئے روپیہ رکھتا ہو۔ ہر شخص جسکے پاس علم کی جگہ چاندی سونا ہو۔ ہر شخص جو کسی اجتماع کے موقع پر ایک پر تکلف ڈنر دے سکتا ہو۔ ہر رئیس جس کے پاس سازشوں کے لئے بہت سی موٹر کاریں ہوں۔ ہر قیمتی پوشاک۔ جسکی جیب بھاری ہو۔ ہر آواز جس کے گرد ایک حلقۂ تحسین ہو۔ غرضیکہ ہر وہ شے جس کا وزن بھاری ہو۔ اور رنگ سُنہری ہو۔ اس امر کا قدرتی حق رکھتی تھی۔ کہ سات کروڑ انسانوں کا اپنے تئیں معبُود و مسجُود ظاہر کرے۔ اور قومی رائے۔ آزادی خیال۔ حق و صداقت۔ علم و فضل۔ تجربہ و دانشمندی۔ غرضیکہ دنیا کی ہر شریف قوت سے جبراً اپنے آگے سجدہ کرائے۔ اسکی رائیں حکم ہوں۔ اس کا حکم شریعت ہو۔ اور اس کی شریعت غیر منسوخ ہو۔ یفعل ما یشاء و یختار:۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِیْهَا لِیَمْكُرُوْا فِیْهَا ؕ وَمَا یَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ۝ (۶ : ۱۲۳)

اور اسی طرح ہر انسانی آبادی میں ہم نے بڑے بڑے لوگ پیدا کئے۔ کہ وہی ان میں بداعمال بھی تھے تاکہ

ان آبادیوں میں مکر و فساد پھیلائیں - حالانکہ وہ جس قدر مکر کرتے ہیں - اپنے ہی ساتھ کرتے ہیں - (کیونکہ وہ ان ہی کے آگے آنے والا ہے -) مگر وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے -

ہم نے لکھا تھا کہ اولین منزل لیڈروں کی لیڈری کا نہیں - بلکہ اسکی ہیبت و سطوت کے تسلط کا بت ہے - ایک مرتبہ بھی اگر یہ دیوتا گرا دیا گیا - تو پھر اس بساطِ پیشوائی کے تمام دھرے ہوئے اصنام خود بخود سرنگوں ہو جائیں گے - پس لکھنؤ میں جو کچھ ہوا وہ اس امر کا ثبوت بیّن تھا کہ کم از کم اس مشرکانہ ہیبت کا بت تو قومی رائے کے گرز گراں سے مجروح ہو چکا ہے - اور اگرچہ گزشتہ ایک سال کے عرصے میں موسم کی تبدیلی کے آثار بالکل واضح اور ظاہر تھے - تاہم یہ پہلی شکست ہے، جو قوم نے افراد کو دی - توقع سے زیادہ اور امیدوں کے برخلاف اور قومی زندگی کی یہ پہلی آواز ہے - جو مسلمانوں کی مجلس میں اُٹھی - امید سے زیادہ قوی - اور توقع سے زیادہ بلند - زنجیریں بہت بھاری تھیں - اور پاؤں مدتوں سے مقید - صیاد کا پنجہ سخت تھا - اور صید بظاہر کمزور - لیکن الحمد للہ کہ رہائی کی پہلی کوشش کا تجربہ بے اثر نہ رہا - اور بند گو ٹوٹے نہیں مگر ڈھیلے ضرور ہو گئے -

قائل تو ہو گئے ہیں وہ تاثیر عشق کے
موقع نکالنا سو یہ حکمت کی بات ہے

ہمارے عقیدے میں یہ انقلاب حالت ایک الٰہی کاروبار تھا - جو صرف اس لئے تھا تاکہ عبرتوں اور بصیرتوں کا موجب ہو - تاکہ بہرے سنیں - اور اندھے بینا ہوں - تاکہ اس ابدی و ازلی قانون کا ایک نیا معجزہ تم دیکھو کہ حق اور صداقت کی آواز کو کوئی قوت روک نہیں سکتی - اگرچہ شیطان کے بڑے بڑے مظاہر جمع ہو جائیں - اور سچ ہمیشہ سے ایک اُبھرنے والا جوہر ہے - اگرچہ جھوٹ کی بڑی بڑی چٹانوں سے اسے دبا دیا جائے :- ویحق اللہ الحق بکلمتہ ولو کرہ المجرمون (۵۲) ان فی ذالک لذکری - لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو الشھید (۵۰ : ۳۷)

(۲)

درخت سب بوتے ہیں - لیکن ہر شخص کے نصیب میں یہ نہیں ہوتا کہ پھل کھائے - پس نہایت

Marfat.com

مبارک ہے۔ وہ ہاتھ جو تخم پاشی کرے اور اپنے دامن میں اس کے پھلوں کو بھی دیکھے۔ مسلمانوں میں نئی حرکت کی تاریخ تقسیم بنگال کی منسوخی سے شروع ہوئی ہے۔ اس سے پہلے صرف خال خال اشخاص تھے۔ جن کو کانگرسی۔ باغی۔ بیوفائے قوم۔ مفسد اور اسی طرح کی بعض بعض اصطلاحات خاص سے یاد کیا جاتا تھا۔ مگر قوم کی قوم صرف اس شریعت پر عامل تھی۔ کہ لیڈروں کی گاڑی کھینچئے۔ ان کے ہر حکم پر "سمعنا و اطعنا" کہہ کر سربسجود ہو جائیے۔ اور مسلمانوں کے لئے غلامی اور استبداد کی جو شریعت (پالیسی) اُنہوں نے مقرر کر دی ہے۔ اُس سے سرِ مُو تجاوز نہ کیجئے کہ ع

بے حکم شرع آب خوردن خطاست

(طحطاوی) نے (حاشیہ در المختار) میں مذاہب اربعہ کی تقلید کی نسبت غصے میں آکر لکھ دیا تھا کہ من کان خارجا عن ھذہ الاربعۃ فی ھذا الزمان۔ فھو من اھل البدعۃ والنار اس سے بھی شدید تر حال اُن نئے مجتہدین کا تھا کہ۔ جو شخص اُن کی تقلید سے انکار کرے وہ قطعاً قوم سے خارج اور گمراہ ابدی ہے۔ وہاں اگر اس پر "اجماع" ہو گیا تھا۔ تو یہاں بھی مسلمانوں کی مسلمہ قومی پالیسی پر "مجارٹی" کا سواد اعظم تھا۔ من شذ، شذ فی النار!

پھر غور کیجئے کہ اس نئی حرکت کے بیج کو جگہ پکڑنے۔ پھوٹنے اور اُبھر کر بلند ہونے کے لئے کتنی مدت ملی؟ اسباب ظاہری میں سے کیا سامان تھا جو اسے میسر ہُوا۔ زمین بظاہر ناموافق تھی۔ اور چند آوازوں کے سوا۔ جن کے دبانے کے لئے دولت۔ اجتماع۔ سازش۔ اور رئیسانہ دھاکہ نہ اقتدار۔ تمام قومیں مُستعد تھیں۔ کون تھا۔ جس نے آبپاشی کی؟ اعزاز ظاہری اور رسُوخ دنیوی جن ہاتھوں میں ہے۔ اُن میں سے ایک متنفس بھی نہ تھا۔ جس نے ساتھ دیا ہو۔ مگر بایں ہمہ آپ نے لکھنو میں دیکھا۔ کہ درخت پیدا ہو چکا ہے۔ اور اس کی شاخیں قوی اور تنومند ہیں۔ پس یہ فی الحقیقت ایک بہت بڑی نعمت و احسان الٰہی ہے۔ جس کے شکر میں گردنوں کو سربسجود اور زبانوں کو زمزمہ سنج تمہید و تقدیس ہونا چاہیئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ (۷: ۴۳) (تمام حمد و تقدیس اُس خدائے حکیم و قدیر کے لئے جس نے اُس راہ حق و حریت کی طرف ہماری ہدایت کی اور یقیناً ہم ہدایت نہ پاتے۔ اور ضلالت سے نہ نکلتے اگر اُس کی ہدایت بخشی کی نصرت ہماری مدد نہ کرتی۔) یہ بھی ایک ظہور تھا اس

Marfat.com

اعلان حق و معرفت کی طاقتوں کا جن کی طرف ہم نے "پچھلے دنوں" فاتحہ جلد جدید" کے زیر عنوان اشارہ کیا

(۳)

ایک بڑی بصیرت جس کی صدا اس انقلاب حالت سے نکلتی ہے۔ یہ ہے کہ جو کوششیں حق اور سچائی کے اعلان کے لئے کی جائیں خواہ زمانہ کتنی ہی اُن کی مخالفت کرے۔ لیکن وہ دریا کے پانی کی طرح اپنی راہ خود نکال لیتی ہیں۔ اور کبھی ان لوگوں کی محنت ضائع نہیں جاتی جو اوروں کی معیت چھوڑ کر حق و صداقت کا ساتھ دیتے ہیں۔ کارساز قدرت کا وعدہ ہے۔" اِنِّی لَآ اُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی" (میں کسی کام کرنے والے کے کام کو ضائع و رائگاں نہیں کرتا) قرآن کریم میں ہر جگہ" وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ" فرمایا گیا ہے اور اس کے بھی یہی معنے ہیں۔ کہ دنیا میں انجام کار کی کامیابی صاحبان حق و معروف ہی کے لئے ہے۔

پس ہم ان تمام حامیان حق و معروف کو مبارکباد دیتے ہیں۔ جنہوں نے پچھلے سال قوم میں آزادئی خیال اور طلب حقوق کی تحریک پیدا کرنے میں حصہ لیا۔ اس نصرت فرمائے حق نے کس قدر قلیل عرصے کے اندر ان کی سعی مشکور کے نتائج حسنہ ان کو دکھلائے؟

حق و صداقت کا اعلان کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لئے بہت بڑے صبر و انتظار اور تحمل و ضبط کی ضرورت ہوتی ہے۔ کتنی پاک ہستیاں ہیں۔ جنہوں نے دُنیا میں اس کے بیج بوئے۔ اور اپنی بڑی بڑی زندگیاں اس کی آب پاشی میں صرف کر دیں۔ پھر کتنے جانفروشانِ حق و صداقت ہیں جنہوں نے اپنے اشکہائے امید اور خون ہائے حسرت و آرزو سے اس بیج کے پودے کو سینچا مگر با ایں ہمہ اُن کی آنکھوں کو اس کے برگ و بار کا منظر دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ نسلوں پر نسلیں گزر گئیں، جب کہیں جا کر وہ بیج بار آور ہوئے۔

آج مسلمانوں کی اعمال زندگی کی ہر شاخ میں جو حالت ہو رہی ہے، وہ حامیان حق و صداقت سے ایسی ہی قربانیوں کی طالب ہے، جو صبر و انتظار کی انتہائی قوتیں اپنے اندر رکھتی ہوں اور نتیجہ کے لئے بے صبر نہ ہوں بلکہ اپنے کام میں منہمک و مشغول ہوں، ہم ایک پوری قوم کو چاہتے ہیں کہ از فرق تا بقدم بدل دیں۔ انسانی اعمال و معتقدات کا ایک نقشہ ہمارے سامنے ہے۔ ہم چاہتے

Marfat.com

ہیں کہ اس کو یکسر اُلٹ دیں۔ ہمارے سامنے ایک سر بفلک عمارت ہے، جس کی دیواریں پہاڑوں کی چٹانوں سے اور جس کی چھتیں لوہے کی سلاخوں سے بنائی گئی ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ اس کو مسمار کردیں اور ایک ایسی نئی عمارت بنائیں جس کی چھت ہی نہیں، بلکہ بنیاد بھی نئی ہو۔ پھر اگر یہ ارادہ عظیم ہے، تو ضرور ہے کہ انتظار کی قوت بھی شدید، اور صبر کا پیمانہ بھی بڑا ہو۔ اس راہ کے مسافر کی تسکین کے لئے یہ بس کرتا ہے کہ راہ صحیح اور موصل الی المقصود ہے۔ کچھ ضرور نہیں کہ ہمارے ہی قدم منزلِ مقصود تک پہنچیں۔ ہم نہ ہونگے، مگر ہمارے نقشِ قدم پر چلنے والے منزلِ مقصود تک پہنچیں گے اور جو سفر کا خط ہم نے کھینچ دیا ہے وہ ان کی کامیابی کے آخری نشان تک راہنمائی کرے گا۔

نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ
اگر شراب نہیں انتظارِ ساغر کھینچ

جب یہ حالت ہو، تو پھر اس انقلاب کے ظہور کو کیوں نہ ایک غیبی نصرت اور ایک احسان سمجھا جائے، جس کی کوششوں کے نتائج ایک سال سے بھی کم عرصے میں ظاہر ہو گئے، اور جو بیج سالہا سال کے انتظار کی برداشت کے بعد برگ و بار لاتے ہیں، اُنہوں نے چند مہینوں کے اندر ہی اپنی ٹہنیاں پھیلا دیں؟ البتہ یہ جو کچھ ہوا، محض ایک ابتدائی مظہر نصرت، اور مستقبل کا پہلا نمونہ تھا، پھر تغیر صرف ایک محدود دائرے کے اندر ہوا اور ابھی ہمارے اعمال و معتقدات کے وہ اصل اصول باقی ہیں، جن کے مقابلے میں جماعتوں اور گروہوں کے متفقہ جہاد کی ضرورت ہے۔ میں اس تغیر کو اس لحاظ سے یقیناً اہمیت دیتا ہوں کہ وہ تغیر تھا، اور مسلمانوں کی حالت مدتوں سے غیر متغیر ہو رہی تھی، پس تغیر خواہ کتنا ہی ابتدائی اور ضعیف ہو، مگر جمود کی شکست کا مخبر ہے۔ ورنہ اس بارے میں میرے خیالات بہت وسیع، اور پیش نظر مقاصد بہت بلند ہیں، مشکل ہے کہ اس وقت آپ کی نظریں وہاں تک پہنچ سکیں۔ میں صرف اس نقطہ پر توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ کام کرنے والے اپنے کاموں کے لئے اس تغیر کے تذکرے سے فائدہ اٹھائیں اُنکی کوششیں اگر ابھی سالہا سال تک ایک ادنی سا تغیر بھی پیدا نہ کر سکتیں جب بھی ان کو مایوس نہ ہونا تھا، چہ جائے کہ اس قدر جلد ایک سخت و نمایاں تغیر ان کو کامیابی کا مژدہ دے رہا ہے اور یقین

Marfat.com

دلا رہا ہے کہ محنتوں کے نتائج کے لئے زیادہ صبر و انتظار کی آزمائش نہیں ہے۔ پس وہ اپنی ہمتوں کو اور قوی کریں، عمل کی رفتار تیز کر دیں، اور اپنے ایمان و ایقان میں محکم تر ہو جائیں۔ کل سعی کی اس لئے ضرورت تھی کہ بہر حال سعی کرنی چاہیئے، لیکن آج اس لئے ضرورت ہے کہ خود نتائج بھی سعی کی دعوت دے رہے ہیں۔ کل تک لوگ غافل تھے، پس ضرور تھا کہ انہیں ہشیار کیا جائے، مگر اب لوگ آنکھیں مل رہے ہیں پس ہم کو بھی اُٹھنے والوں سے غافل نہیں ہونا چاہیئے ؎

بایں کہ کعبہ نمایاں شود زپا منشیں
کہ نیم گام جدائی ہزار فرسنگ ست

(۴)

اگر ہوا موافق نہ ہو، دریا مہربان نہ ہو، اور ستارے رہنمائی نہ کریں تو کشتی بان کیا کر سکتا ہے؟ لیکن تاہم اگر کشتی سلامت جائے تو کشتی چلانے والے کا حقِ تعریف کوئی چھین نہیں سکتا۔ جو تغیرات اس وقت مسلمانوں کے خیالات میں ہُوئے ہیں، وہ ایک قدرتی نتیجہ ہے ان تغیرات کا، جنہوں نے چاروں طرف سے ہمارا محاصرہ کر لیا ہے، تاہم جن لوگوں نے ان تغیرات کا ساتھ دیا، اور اُن کی صدا سننے کے لئے دلوں میں استعداد پیدا کرائی۔ ضرور ہے کہ اس معلول کے "علل" میں اُن کو شمار کیا جائے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اس سلسلے میں سب سے پہلے نواب (وقار الملک بہادر) قبلہ کے اُس مضمون کا ذکر کرنا چاہیئے، جو انہوں نے دربار دہلی سے آکر علی گڈھ گزٹ میں لکھا تھا اور جس میں کوئی کسی اصُول کی طرف دعوت نہیں دی گئی تھی، مگر مسلمانوں کے "مسلمہ قومی پالیسی" کے بت پر یقیناً اس سے ایک ضربِ کاری لگی۔

اس کے بعد شمس العلما مولانا شبلی نعمانی نے بعض مضامین (مُسلم گزٹ) میں لکھے، اور اس کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ اُنہوں نے تغیرِ خیالات میں سب سے زیادہ مدد دی۔ اس کے ساتھ ہی (مُسلم گزٹ) کی اشاعت بھی قابل ذکر ہے۔ جو الحمد للہ کہ بدستور خدمتِ ملت میں سرگرم، وقلع وقمع استبداد سیاست میں مصروفِ بیکار ہے۔ اس سلسلے میں ہم اپنے شیوہ آفرین دوست مسٹر محمد علی کو بھی نہیں بھول سکتے، جنہوں نے فی الحقیقت یونیورسٹی کے معاملہ میں آزاد خیالی کی تعلیم متصل اور پیہم رکھی اور جس نے

Marfat.com

موجودہ حرکت کی تشکیل میں بہت زیادہ مدد دی۔ فجزاء ھم اللہ تعالیٰ عن الاسلام والمسلمین خیرا لجزا، ووفقنا اللہ وایاھم کما یحبہ ویرضاہ فی القول والعمل والاعتقاد۔

اس موقعہ پر یہ لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ جو کچھ ہوا محض سیاسی اعتقادات کا تغیر ہے، اور میں اس وقت کا منتظر ہوں جب کسی صحیح مذہبی تبدیلی کا ثبوت بین نمایاں ہو، کیونکہ بغیر اس کے کوئی ہنگامہ تغیر میرے لئے تشفی بخش نہیں ہو سکتا۔ البتہ چونکہ نئی گرفتاری کے لئے پچھلی گرفتاری سے آزاد ہونا ضروری ہے اس لئے اس تغیر کو بھی اس سلسلے کی ابتدا سمجھتا ہوں۔

والامر بیدہٖ سبحانہٗ، لہٗ مقالید السموات والارض۔

(۵)

یہاں تک تو ہم نے لکھنو کے جلسوں پر اس حیثیت سے نظر ڈالی ہے۔ جہاں تک انکا تعلق تغیر خیالات، اور قومی رائے کے اظہار قوت سے ہے لیکن اب اس نتیجے پر بھی نظر ڈالنی چاہیئے جو اس معرکہ آرائی کے بعد پیدا ہوا۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ معرکہ ابتدائی، اور حریف نو آموز تھا، جنگ میں علانیہ ہتھیاروں ہی سے نہیں، بلکہ سازش و خدع کے چھپے ہتھیاروں سے بھی کام لیا گیا، اس لئے با ایں ہمہ اظہار قوت و مقاومت قوم کو شکست ہی قبول کرنی پڑی۔

تاہم اس شکست کو شکست نہ سمجھنا چاہیئے، کیونکہ دراصل قوم نے اپنے حریفوں سے شکست نہیں کھائی، بلکہ اس دھوکے میں آکر تلوار رکھ دی کہ اب مقابل حریف نہیں بلکہ خود اسی کے تیغ آزما ہیں۔ حریفان شاطر نے جب دیکھا کہ دست و بازو شل ہو گئے ہیں، اور آئندہ جنگ کی طاقت نہیں تو پھر یہ تجویز کی کہ صلح کی ایک سازش گاہ منعقد کی جائے، اور قوم کو خود قوم کے بھیس میں آ کر شکست دی جائے، بے خبروں نے یکایک ایک صدائے صلح سُنی۔ نادان سمجھے کہ ہماری آواز ہے، حالانکہ لب و لہجہ بدلا ہوا تھا مگر آواز انہی کی تھی جو اب اس ظاہر کا باطن ہو گئے تھے۔

رکھ لیجیو میرے دعوئ وارستگی کی شرم ۔۔۔ وہ حلقہ ہائے زلف کمیں میں ہیں اے خدا

(۶)

اس اجمال کی تفصیل اب کیا کریں کہ وقت گزر گیا:۔

Marfat.com

(۶)

توخود حدیثِ مفصل بخواں ازیں مجمل

تاہم نواب صاحب قبلہ نے یہ مضمون لکھ کر گزرا ہوا ورق الٹ دیا ہے۔ فونڈلیشن کمیٹی کا پہلا دن فی الحقیقت "بزرگان قوم" کے لئے ایک "یوم الفزع الاکبر" تھا۔ لوگوں نے دیکھا کہ الحاق اور "مسلم" کے انتساب کا جھگڑا چکانے آئے تھے، یہاں میجر سید حسن بلگرامی نے اختیارات کی ایک نئی بحث چھیڑ دی ع

یہ بعد از انفصال اب اور ہی جھگڑا نکل آیا

جلسے کے وقفوں میں اس تجویز کے استرداد و ترمیم کی پوری کوششیں کی گئیں، اور اسٹیج کے میدان میں جس قدر حربے دکھلائے جا سکتے تھے۔ ایک ایک کر کے سب سے کام لیا، مگر معلوم ہوا کہ ڈھال چمڑے کی نہیں بلکہ پتھر کی ہے۔ نہ دُور کے تیر کام دیتے ہیں۔ نہ سامنے کی تلواریں۔ لوگوں کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ تجویز کے خلاف تمام ہال سے ایک آواز بھی اٹھنے والی نظر نہیں آتی تھی۔ اگر اس وقت ووٹ لیئے جاتے تو نتیجہ معلوم تھا کہ کیا نکلتا۔ اس لئے مصلحت نے سرگوشی کی کہ ایک دن کے وقفے کے بعد بقیہ کارروائی دوسرے دن پر ملتوی کر دی جائے۔ یہی وقفہ قیامت کا وقفہ تھا ع

کرتے ہیں بھرنے کو یاں خالی تفنگ

(۷)

جو جوش عام لوگوں نے طبقہ مستبدین کے خلاف جلسے میں ظاہر کیا تھا، اس میں شک نہیں کہ اس میں بے اعتدالی اور تفریط ضرور تھی لیکن چونکہ گیند بہت زور سے زمین پر پٹکا گیا تھا اس لئے اس کے دُور تک اچھل کر بلند ہونے کی بھی شکایت نہیں کی جا سکتی۔ قدرتی امنگوں اور قوتوں کو دبایئے گا تو اور زیادہ اچھل کر نمودار ہوں گی۔ پھر جن لوگوں نے برسوں پھیکے پکوانوں سے اپنی اُونچی دکانوں کو سجایا تھا، اگر آج ایک وقت کے لئے ضرورت سے زیادہ نمک کھانے میں پڑ گیا۔ تو کم از کم انکو تو شکایت نہ کرنی چاہیئے۔ اگر یہ بے اعتدالی بھی تھی تو بے اعتدالی ہی کے جواب میں ؎

محتسب خم شکست دمن سر او
سن بالسن والجروح قصاص

Marfat.com

(۸)

دوسرا دن گزشتہ کے ماتم اور آئندہ کی فکروں میں بسر ہوا اور بالآخر اُس "شام بلا" کی تاریکی قیصر باغ کی برجیوں پر نمودار ہوگئی، جس کی پردہ پوش تاریکی میں نہیں معلوم کیا کیا کچھ ہونے والا تھا، یاران شاطر نے اس تاریکی کی فرصت کو "مطلب برآری" کے لئے غنیمت سمجھا کہ رات کی مہلت میں کسی کی حریف نوازی اور نرم دلی جس قدر جرأت دلائے، متمتع و کامیاب ہو رہیئے، ورنہ پھر صبح ہجراں کا مطلع محشر نمودار ہونے کے لئے سر پر کھڑا ہے ع

کہ در تاخیر آفتہا، دعاشق رازیاں دارد

اتنے میں خبر اُڑی کہ (ہز آنر) کے ہاں (ڈنر) ہے۔ ہم نے کہا کہ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ قومی طاقت کے ہزاروں آہنی حربے ایک طرف، اور ان نقرئی چھری کانٹوں کی جھنکار ایک طرف۔ حریت پسندوں سے پوچھا کہ کہئے! اس ناوک کا بھی کوئی جواب آپ کے ترکش میں ہے؟ جواب ملا کہ نہیں، شکست کا اعتراف ہے ؎

چشم اگر این ست و ابرو این و ناز و عشوہ ایں

الفراق اے ہوش و تقویٰ! الوداع اے عقل و دیں

لیکن پھر ہم نے دل کو تسلی دی۔ اطبائے قدیم و جدید کا اتفاق ہے۔ کہ چھ گھنٹے کے بعد غذا کے جرم سے معدہ خالی ہو جاتا ہے، جلسہ رات کو نہیں بلکہ صبح آٹھ بجے ہے، اور انگریزی کھانا بوجہ سادہ و بے آمیز ہونے کے قدرتی طور پر زود ہضم ہوتا ہے۔ اب ایسی بھی یہ غذائے نفیس کیا ثقیل ہوگی، کہ صبح تک معدے میں فروکش رہے، اور آوازیں نکلیں تو حلق کی جگہ معدوں سے،

مگر افسوس کہ دوسرے دن ہماری طبی معلومات میں ایک انقلاب عظیم واقع ہوا۔ (طبی کانفرنس کے آئندہ اجلاس میں ہم اس مسئلہ کو پیش کرینگے ہمیں اب یقین ہے کہ غذا جتنی نفیس و لطیف ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ ثقیل بھی ہوتی ہے۔ نیز اگر بقراط بھی کہیں ملیں، تو ہم ان سے اسلئے لڑنے کیلئے تیار ہیں کہ "شام کی غذا کم از کم دوسرے دن کی دوپہر تک تو ضرور معدے میں موجود رہتی ہے"

Marfat.com

-۳-

وہ "شیفتہ" کہ دُھوم تھی حضرت کے زُہد کی
مَیں کیا کہوں کہ رات مجھے کس کے گھر ملے

(۱)

مرغِ اسیر کی گرفتاری اور صیادِ بے مہر کی تغافل شعاری کا مرثیہ ہمارے شعرا کی بدولت ایک دلچسپ داستان بن گئی ہے۔

فرض کیجئے کہ کوئی قیمتی چڑیا آپنے ہزاروں آرزوؤں اور تمناؤں سے پکڑی ہو، اور اس کا مضغۂ ضعیف آپ کی مضبُوط مٹھی میں اس طرح دبا ہوا ہو، کہ ذرا انگلیوں کو اور سخت کیجئے۔ تو غریب کی کاغذی پسلیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں۔

لیکن یکایک آپ کو ایک ٹھوکر لگی، اور اب جو دیکھتے ہیں تو ہاتھ خالی ہے، اور وہ صید ستم سامنے کے کسی درخت کی بُلند ٹہنی پر بے فکر و بے پروا بیٹھا ہُوا چہچہا رہا ہے۔ گویا اس طرح آپکو چیلنج دے رہا ہے کہ صیادی کا دعوٰے ہے، تو یہاں آکر گرفتار کیجئے! آپ حسرت سے دیکھتے ہیں اور انقلاب حالت پر خوں بار ہیں! اللہ! اللہ اب سے چند لمحے پہلے جو مشت پر و بال اپنی زندگی و موت کے لئے ہمارے رحم کا محتاج تھا، اب ہماری اسی بے بسی و لاچاری پر اپنی آزادانہ پَر فشانیوں سے طعنہ زن ہے۔

بعینہٖ یہی حال فونڈیشن کمیٹی کے پہلے اجلاس کا تھا، وہ صیادان سخت پنجہ، جنہوں نے قومی آزادی اور جماعتی رائے کی سُنہری چڑیا کو برسوں اپنی آہنی انگلیوں میں دبا کر مقید کر رکھا تھا، اور استبداد گرفت کا یہ حال تھا، کہ اُف کرنے کی بھی اجازت نہ تھی، اب چشم تر اور نگاہ خونبار سے دیکھ رہے تھے کہ ایک جست برق رفتار میں اُن کے قبضے سے نکل گئی ہے۔ اور وہ ہاتھ، جو کل تک کسی کے پر و بال مقید سے بھرے ہوئے تھے، اب خالی ہیں، تا کہ جی بھر کے اپنی محرومی اور اپنی بے بسی پر ماتم کرلیں!

ناکامی سے بڑھ کر ناکامی کے طعنوں کی تکلیف ہوتی ہے، ستم یہ تھا کہ یہ بے مہر چڑیا اُڑ کر چلی نہیں گئی تھی، بلکہ سامنے کے ایک درخت پر بیٹھی ہوئی تھی۔ کبھی اپنے پَروں کو ہلا ہلا کر

یاد دلاتی کہ یہی پر تھے، جن کو آپ کے قبضے میں حرکت کی بھی اجازت نہ تھی، لیکن اب کس طرح ہوا میں پھیلائے جا رہے ہیں؟ کبھی گردن ہلا ہلا کر چہچہاتی اور اس میں یہ دلآویز طعنہ مضمر تھا کہ کل تک یہی زبان تھی، جو کسی کے خوف و ہیبت سے ہلنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ آج آپ کی زبان بھی اس کے سامنے کھلتے ہوئے کٹ کٹ جاتی ہے۔ فانظر کیف کان عاقبۃ المکذبین۔

(۲)

بہر حال انقلاب حالت نے لیڈروں کے کیمپ میں ایک تہلکہ مچا دیا، پچھلی جنگ کی ہزیمت سامنے تھی، اور آیندہ کی خوفناک ہزیمتوں کے تصور سے اس "لیڈری" کے "سومنات" کا ہر بت لرزاں و ترساں تھا:۔ فاقبل بعضھم علٰی بعض یتلاومون، قالوا یاویلنا انا کنا طاغین (پس لگے ایک دوسرے کو ملامت کرنے، اور آخرکار سب بول اُٹھے کہ ہائے ہماری کم بختی! بے شک ہم بڑی نافرمانیوں اور گمراہیوں میں مبتلا تھے)

تاہم ایک ہی رات درمیان میں باقی رہ گئی تھی، اور جو کچھ ہونا تھا، ضرور تھا کہ طلوع آفتاب کی روشنی سے پہلے ہی انجام پا جائے، پس جب "سومنات" کے چھوٹے بتوں نے دیکھا کہ ہمارا عمل السحر کچھ کام نہیں دیتا، تو:۔

قال اوسطھم، الم اقل لکم لولا تسبحون (ان میں سے جو سب سے بہتر آدمی تھا، کہنے لگا کہ کیا میں تم سے نہیں کہا کرتا تھا کہ (اُس آخری) معبود ہی کی تسبیح و تقدیس کیوں نہیں کرتے (جو تمام مشکلوں کو حل کرنے والا ہے؟)

یہ اس طرف اشارہ تھا کہ طاقتوں اور قوتوں کے اس "بت اعظم" سے کیوں نہیں خواستگار اعانت ہوتے، جس کی سحر کار آنکھوں کی برق بخشی سے اس مندر کے تمام چھوٹے بڑے سنگی بُت طاقت حاصل کرتے ہیں؟

افرءیتم اللات والعزّٰی، ومناۃ الثالثۃ الاخرٰی (۵۳ : ۱۹-۲۰) (پھر کیا تم نے "لات" اور "عزیٰ" نامی بتوں کو نہیں دیکھا ہے؟ اور وہ جو ایک (سب سے بڑا) تیسرا بُت اور ہے اور جس کا نام منات ہے؟

دُعا مستجاب ہوئی اور بالآخر "اعمال و اشغال خفیہ" کی یہ عظیم الشان رات اس طرح شروع ہوئی کہ سب سے پہلے اُس "مقدس عمل تسخیر" کو انجام دیا گیا، جس کا ظاہری و سادہ نام ظاہر بین لوگوں

Marfat.com

کی زبان میں (ڈنر) ہے اور ہماری اصطلاح میں :- بل ھی فتنۃ، ولکن اکثر الناس لا یعلمون (بلکہ وہ ایک بڑا فتنہ ہے، مگر افسوس کہ اکثر لوگ اس حقیقت سے واقف نہیں) میں داخل۔

(۳)

روایانِ صداقت شعار، اور ناقلانِ آثار روایت کرتے ہیں کہ یہ "عمل" ساڑھے بارہ بجے تک بجمیع شرائط جاری رہا ع

اور جو کچھ کہ ہوا قابل اظہار نہیں

"تسخیر کواکب" کے عمل کی مشکلات آپ کو یا ہم کو کیا معلوم؟ اُن سے پوچھئے جنہوں نے اس فن کے علم و عمل، دونوں میں دستگاہیں حاصل کی ہیں۔ پھر مقصد جیسا اہم ہوتا ہے، اتنا ہی عمل بھی قوی ہوتا ہے۔ اس عمل میں بڑی مشکل یہ تھی کہ "قران السعدین" نہیں بلکہ "قران الضدین" کا سامنا کرنا تھا، مریخ اور زہرہ دونوں کو جمع کرنا تھا، اور مشتری کے حلقہ کو کھینچنا تھا تاکہ "زحل" کے فرمان سے باہر قدم نہ نکالے۔ بہرحال عامل کا پنجہ سخت تھا، مریخ اور زہرہ دونوں کو ایک دائرے میں جمع کر کے ہی چھوڑا، یہاں تک کہ "زہرہ" سے بایں ہمہ نازو عشوہ، وعدہ لے لیا گیا کہ عین حضرت "مریخ" کے برج کے سامنے، اپنا رقص ہوش افگن نظارہ گیان ارضی کو دکھلائے گی!

اس صحبت فلکی میں تو یہ عجائب و غرائب انجام پا رہے تھے، اور ادھر زمین کے بسنے والوں کی قسمت سر پیٹ رہی تھی ؎

بگذر سعادت و نحوست، کہ مرا
ناہید بغمزہ کشت و مریخ بقہر

(۴)

اصل یہ ہے کہ پہلے اجلاس میں جن بعض زبان آوران آزادی نے سرگرم تقریریں کی تھیں، اُن کی نسبت لیڈروں نے پہلے ہی سمجھ لیا تھا کہ ابھی اُن سنہری ٹکڑوں کے لئے آگ کی آزمائش باقی ہے۔ ۲۶ ردسمبر کے جلسے میں جب کہ لفظوں کی جگہ زبانوں سے شعلے نکل رہے تھے تو (راجہ صاحب محمود آباد) ہمارے مجلس طراز دوست مسٹر (محمد علی) کو مخاطب کر کے دل ہی دل میں ضرور کہتے ہوں گے ؎

مجلس طرازیوں کے چکھا دُونگا سب مزے ۔ تم اتفاق سے کہیں تنہا اگر ملے

Marfat.com

بالآخر انتظار میں زیادہ دیر نہیں لگی، اور بہت جلد تنہائی کا "گوشہ خلوت" ہاتھ آگیا۔ خلوت کے اسرار و نیاز محرمانِ مجلس تک تو پہنچتے نہیں ہم ایسے غیروں کو کیا خبر؟ تاہم یہاں تک تو تمام راوی متفق ہیں کہ (راجہ صاحب) نے اپنی شکست کا اعتراف کیا اور کہا کہ اگر ہرانا ہی چاہتے تھے تو ہار جانے کا اقرار کرتے ہیں۔ اب اور کیا چاہتے ہو؟

بیا کہ ما سپر انداختیم اگر جنگ است

کہا جاتا ہے کہ (راجہ صاحب) نے کہا تھا کہ "جب تک مسٹر محمد علی رام نہ کئے جائیں گے کچھ نہیں ہوگا" یہی سبب ہے کہ اس "خلوتِ شب" کی بارات کا دولہا انہی کو بنایا گیا، اور رات بھر "سہرے" کی تزئین و آرائش میں صرف ہوگئی۔ خیر، ہم کو اس سے کوئی بحث نہیں کہ رات بھر کی بیداریٔ خلوت میں کیا کچھ کیا گیا؟ ہم تو صبح کی چشم خمار آلود، اور زلف پریشاں کی ادائیں دیکھنے والوں میں تھے۔ اور یہ جو اپنے حصے میں آیا، تو اس پر شاکی بھی نہیں۔ ہمارے دوست کے ہم وطن بلکہ اُن کے سابق رئیس (یوسف علی خاں ناظم) کا فلسفہ اس موقعہ کے لئے ہمیں یاد تھا ؎

ادائیں شب کی تو سب لوگ دیکھتے ہیں مگر
ہم اُن کی بگڑی ادائیں سحر کو دیکھتے ہیں

(۵)

خیر، یہ تو اُس "شب وصل" کی شام تھی، اس کے ذکر کو کہیں جلد نبٹائیے، کیونکہ اصلی پُرلطف حصہ تو اس کے بعد آتا ہے، جب کہ رندانِ مے گسار نے "حجلۂ نیم شبی" آراستہ کیا، اور موٹر کاریں بھیج بھیج کر ایک ایک شریک پیمان کی قسمت خفتہ کو مژدۂ بادہ گساری سے بیدار کیا گیا ع

وقتِ آن نیست کہ در حجرہ بخوابی تنہا

"ذکر عیش بہ از عیش" یعنی ع

ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے

چشم تصور سے کام لیجئے کہ دسمبر کے آخری ہفتے کی سرد راتیں ہیں، لیلائے شب کی زلف کمر سے گزر چکی ہے، ایک کنج خلوت میں صحبت بادہ پرستی گرم ہے، اور گرم گرم سازشوں کی ع

دھری شراب ہے، بیٹھے ہیں جا بجا ساقی

Marfat.com

قبل اس کے کہ آپ کسی مدعی زُہد کو الزام دیں، آپ ہی کو منصف بناتے ہیں کہ بھلا ایسی توبہ شکن اور ولولہ انگیز صُحبت میں اگر ہمارے کسی "دوست" کی توبہ نے لغزش کھائی، اور اس جام عہد فراموش کو مُنہ سے لگاتے ہی بنی، جو کسی کے "دستِ طلائی" نے پیش کیا تھا، تو انصاف کیجئے، آخر پہلو میں دل کس کے نہیں ہے؟ اور پھر یہ تو وہ مقام ہے کہ ہارُوت و مارُوت کے قدم بھی لڑ کھڑا گئے تھے ع

ساقیا مرنج از من، عالم جوانیہا ست

خود صحبت آزمایان شبینہ کا بیان ہے کہ یہ بادہ گساری رات کے دو بجے تک جاری رہی تھی۔ اللہ! اللہ!! جاڑے کی راتیں اور پچھلے پہر کی "پراسرار" صحبتیں!! آپ الزام و اعتراض کی فکر میں ہیں، اور "رات کے دو بجے" کے لفظ سے نہیں معلُوم کیسے کیسے خیالات میرے دماغ میں گزر رہے ہیں؟ رات کی تاریکی، پچھلا پہر، رندان شاطر و کہنہ مشق کا ہجُوم، اور بعض نوجوان و نو آموز مدعیان حریت، پھر شغل مے پرستی کا یہ عالم!! اب کیا کہوں کہ کیا کہنا چاہتا ہُوں؟

مست بر بستر من افتد و رنداں دانند

حالت مست، کہ بر بستر ہشیار افتد

(۶)

اب اُدھر کی سُنیئے۔ یہاں تو شب زندہ دارانِ بادہ گساری "صبح خمار" کی اعضا شکنیوں میں کروٹیں بدل رہے تھے، اور ادھر صبح آٹھ بجے ہی سے اجلاس کا ہال تماشائیان بزم سے بھر گیا۔ ایک دن پہلے حصول مقصد کے لئے جو تدابیر گوناگون و بوقلمون اختیار کی گئی تھیں، منجملہ اُن کے ایک تدبیر خاص یہ تھی کہ جلسہ کیلئے ٹکٹ مقرر کر دیا گیا، اور یہاں تک ہمیں بھی اتفاق تھا، کیونکہ آج اسٹیج پر پردے سے جو پتلیاں نکلنے والی تھیں، وہ تھیٹر کے آموختہ یاد کئے ہوئے ایکٹروں کی طرح ایک تماشے سے زیادہ نہ تھیں، اس لئے ضرور تھا کہ (باصطلاح عوام) اس "تماشہ گھر" کے لئے ٹکٹ بھی مقرر کیا جائے۔ لیکن اس پر طرہ یہ تھا کہ ٹکٹ کے لئے پہلے تو یہ شرط لگائی گئی کہ صبح آٹھ بجے سے پہلے سے لے لئے جائیں، حالانکہ جاڑوں میں آٹھ بجے تک رات کی کہر سے فضا صاف نہیں ہوتی۔ پھر ٹکٹ کے لئے تھیٹر کے صدر دروازے پر ٹکٹ گھر کی کھڑکی کا اعلان کیا گیا تھا، لیکن

Marfat.com

جو لوگ وہاں پہنچتے تھے، اُن سے کہا جاتا تھا کہ راجہ صاحب کے ہاں جائیے۔ راجہ صاحب کے ہاں سے صدا اٹھتی تھی کہ جہاں سے آئے ہیں، اُسی طرف پچھلے پاؤں پھر یئے!

یاں سے واں، واں سے یہاں حکم ہوا وصل کی شب
ہم اُٹھاتے ہی بچھاتے رہے بستر اپنا

اس سے غالباً مقصود اصلی یہ تھا، کہ ان مشکلات کی وجہ سے آزاد خیال طبقے کی مجارٹی جمع نہ ہو سکے، یہ بھی خبر اُڑی تھی کہ ایک جماعت کل کے لئے باہر سے ٹھیکے پر بلائی گئی ہے، ایک جماعت راوی ہے کہ پولیس کی قوت سے بھی کام لینے کا ارادہ کیا گیا تھا۔ لیکن صبح کو پھر ان تمام انتظامات کے عمل میں لانے کی ضرورت باقی نہیں رہی، کیونکہ رات کے قول و قرار کے بعد سب مطمئن ہو گئے تھے، کہ جب خیموں میں باہم صلح کر لی ہے، تو میدان جنگ میں لڑائی کا اب کیا خوف؟ (ناظم پاشا) جب ساتھ مل گیا تھا، تو (کامل پاشا) بے فکر ہو گیا تھا، کیونکہ اُس نے سمجھ لیا تھا کہ فوج کی اصلی قوت اس کے ہاتھ میں ہو یا نہ ہو، لیکن اس وقت تو ضرور ہے۔

(۷)

غرض کہ آٹھ بجے سے جلسہ منعقد، اور "صاحبانِ حل و عقد" کا منتظر تھا، لیکن کسی بزرگ کا پتہ نہیں، اور اب پتہ لگے تو کیونکر؟ جس جنگ کے لئے یہاں فوج جمع تھی، اُس کی صلح رات کے دو بجے کی تاریکی میں کبھی انجام پا چکی تھی۔ اب جلسے میں شرکت کیلئے کیا ایسی جلدی آپڑی تھی جو جلدی کی جاتی؟ بہر حال اُدھر رونمائی میں دیر، ادھر مشتاقان دید کی بے صبری، عجب کشمکش تھی ؎

ہوتا ہے ازدحام تمنا اُسی قدر
ہوتی ہے جتنی دیر کشود نقاب میں

خدا خدا کر کے صاحب زادہ آفتاب احمد خاں بطور مقدمۃ الجیش کے تشریف لائے، گو خود اُن کا آنا جلوۂ یوسفی نہ تھا، لیکن اپنے ساتھ "نسیم پیراہن" کی بشارت ضرور رکھتا تھا، انہوں نے سب سے پہلے "صحبت نیم شبی" کا اعلان کیا اور "جنگل میں منادی کرنیوالے یُوحنا" کی طرح خبر دی کہ "راہ صاف کرو، کیونکہ آسمان کی بادشاہت اب قریب ہے!!"

Marfat.com

(۸)

یہاں تک کہ دس بجے۔ صدہا نظرہائے منتظرہ اور صداہائے مضطرب کی صفوں سے گزرتی ہوئی۔ "ارباب حل و عقد" کی قطار جلوہ فروش ہوئی۔ اور "حجلہ سازش" کے تمام "عروسان شب زندہ دار" ایک ایک کرکے نواز بزم و انجمن ہوئے۔ چہروں نے پہلی ہی نظر میں ارباب نظر سے رمز فروشی کی کہ رات بھر میں رنگ بدل چکے ہیں ؎

شب تو شراب خوردہ، با تو صد نشانیہا ست

انہی میں ہمارے شیوہ طراز دوست مسٹر (محمد علی) بھی تھے۔ صحبت نیم شبی کا خمار آنکھوں میں، اور شب بیداری کی افسردگی چہرے پر۔ جی میں آیا کہ بڑھ کے پوچھیں ؎

تو شبانہ می نمائی، بہ برِ کہ بودی امشب
کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد

لیکن ہمارے دوست نے اپنی ایک رات کی حریف پروردایوں سے نئے دوستوں کا ایسا حصار ہجوم پیدا کرلیا تھا، کہ اب اس کا موقعہ ہی کب باقی رہا تھا؟

جو کام میں غیر کے ہوئیں صرف
افسوس وہ دل ربا ادائیں

(۹)

دراصل اب فونڈیشن کمیٹی کی تمام بحث آکر اس پر ختم ہوگئی تھی۔ کہ ڈاکٹر میجر (سید حسن) بلگرامی کا رزولیوشن منظور ہو یا غیر منظور، تمام دیگر مسائل طے پا چکے تھے، اور اصلی پتھر جو ارباب کار کو حصول یونیورسٹی کی راہ میں نظر آتا تھا یہی رزولیوشن تھا۔

اس رزولیوشن کا مقصد فی الحقیقت کسی قومی یونیورسٹی کے لئے اصل مبنیٰ، اور بمنزلہ بنیاد کار کے تھا، یعنی گورنمنٹ کے اختیارات کا مسئلہ رزولیوشن کے الفاظ یہ تھے:۔

"قوانین کالج کی دفعہ ۱۴۔ ضمن ۵۔ میں جو اختیارات اس وقت پیٹرن کو حاصل ہیں اُن سے زیادہ اختیارات یونیورسٹی کی صورت میں حضور وائسرائے کو بحیثیت چانسلر نہ دئے جائیں"۔

میجر صاحب نے اس تجویز کو بعد از ہزار سعی و مجاہدت پیش کیا، اور تمام آزاد خیال طبقے نے

Marfat.com

(جو قوم کو قومی یُونیورسٹی کے دھوکے میں ایک گورنمنٹ یونیورسٹی خریدنے سے بچانا چاہتا تھا، اور جس کی قیمت میں علی گڈھ کالج بھی ہاتھ سے جاتا تھا) ساتھ دیا اور آخر تک ساتھ دینے کے لئے طیار تھا۔ اب جو وہ تشریف لائے تو اسٹیج پر آتے ہی مَیں نے اُن سے پوچھا:۔

فرمائیے کیا ارادہ ہے؟ کہا کہ "صلح کاری کے ساتھ کام کرنا بہتر ہے اور مجھ کو یقین دلایا گیا ہے کہ بحالت موجُودہ میرا رزولیوشن پاس نہیں ہوسکتا۔" (حالانکہ آخری خیال درست نہ تھا)

میں نے اسی وقت "انا للہ" کا جو پرسوں کی شام کو زبان پر سے گزرا تھا، اعادہ کیا، کہ اپنے خیالات کی پُوری تصدیق ہوگئی۔ اب "صلح" کی خواہش ہے گو تمام یورپین ٹرکی ہاتھ سے جائے۔

میجر صاحب کانفرنس کی صدارت کے لئے تشریف لائے تھے، اور فی الحقیقت جس قابلیت اور صداقت کے ساتھ اُنہوں نے اپنے فرض کو ادا کیا، وہ اُن کی عظمت کے لئے بہت بڑی چیز ہے۔ پس بہتر تھا کہ وہ فونڈیشن کمیٹی کے اجلاس میں حصہ نہ لیتے اور رزولیوشن کو پیش ہی نہ کرتے۔ وہ نئے نئے قوم کے سامنے آئے اور آتے ہی اپنے تئیں ایک آزمائش میں ڈال دیا، حالانکہ آزمائش کی راہ دوسری ہے ؎

عاشقی شیوۂ رندانِ بلاکش باشد

۲۶ رکی سہ پہر کو ہمیں خیال ہُوا تھا کہ کہیں میجر صاحب کی "استقامت" "ارباب حل وعقد" کے مقابلے میں مرعوب نہ ہو جائے، ہم نے خیال کیا تھا کہ اگر وہ اپنی تجویز میں ترمیم پسند کرینگے یا واپس لے لیں گے، تو معاً کوئی دوسرا شخص اس کو پھر پیش کر دے گا۔ لیکن افسوس کہ ۲۸ ر دسمبر کی صبح کو حالت بدل گئی۔ ہم ایک شعر یاد کرنے لگے، جس کا پہلا مصرعہ یاد نہیں آتا تھا۔ دوسرا مصرعہ یہ ہے:۔

اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند

(۱۰)

باوجودیکہ مجلس "نیم شبی" کے قول و قرار صلح سے دل مطمئن اور منصُوبے قوی تھے، لیکن پھر بھی جنگ کے اجرا کا خوف دلوں میں باقی تھا، اس کے لئے علاوہ اور بہت سی تدابیر مختلفہ کے جو بارہ دری کے دروازے اور خود اندر بھی کی گئیں تھیں، ایک خاص تدبیر خود اسٹیج پر بھی ارادوں کی مخبری کرتی تھی۔ دو قطاروں کی مصفف پلٹنیں پریذیڈنٹ کی کُرسی اور میز کے فرش پر بٹھائی گئی تھیں

اور نہیں معلوم اس بلغاری محاصرہ کا (ایڈریانوپل) کونسا تھا؟ بعض اشخاص جو کل تک جلسوں میں اپنی پگڑیوں کے ذریعے ممتاز تھے، ہم نے خاص طور پر دیکھا کہ آج کے پیش آنے والے واقعات سے متنبہ ہوکر ترکی ٹوپی کے یونیفارم سے لیس ہوکر آئے تھے، شاید اس لئے کہ اوروں کے پگڑی اُتارنے سے پہلے خود ہی اتار بیٹھیں، یا اس لئے کہ جنگ کے موقعے جس مستعدانہ چُستی وچالاکی کے خواہاں ہوتے ہیں، اُن کے لئے پگڑی کے زُود گسل پیچ مناسب حال نہیں۔

ہم نواب (وقار الملک) بہادر کے پیچھے ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ ایسی حالت کو بطور خود نواب صاحب قبلہ نے محسوس فرمایا اور لوگوں سے باصرار فرمایا کہ اس طرح نہ بیٹھیں، غالباً یہ بھی فرمایا تھا کہ اس سے لوگوں کو شبہات پیدا ہوتے ہیں (مگر یہ آخری جملہ یقینی طور پر یاد نہیں، ممکن ہے کہ کسی اور نے کہا ہو) لیکن وہ نبرد آزمایان جنگ، جو آج اپنے دست وبازو کے جوہر دکھلانے کے لئے جمع ہوئے تھے، بھلا ان نصائح واحکام کی کب پروا کرنے والے تھے؟

اس ہجُوم وحصار سے ایک خاص مقصُود بظاہر یہ نظر آتا تھا کہ اگر کوئی شخص مخالفت میں تقریر کرنے کے لئے آمادہ ہو، تو اس کو بردفت ا... کا موقعہ ہی نہ ملے، کیونکہ اوّل تو مقرر کے لئے کھڑے رہنے کی کہیں جگہ ہی نہ تھی۔ دُوسرے اس محاصرے کی صفوف کی وجہ سے راہ مرور اس طرح بند ہوگئی تھی، کہ وہاں تک پہنچنے کے لئے کئی منٹوں کی جدوجہد مطلوب تھی۔ خود ہم اور خواجہ غلام الثقلین اگر اتفاق سے بالکل اسٹیج کے کنارے پیشتر ہی سے بیٹھے ہوئے نہ ہوتے۔ تو تقریر کرنے کا موقعہ ہی نہ ملا ہوتا، کیونکہ جتنی دیر میں مخالف اُٹھ کر کنارے تک پہنچنے کی کوشش کرتا، اتنی دیر میں رزولیوشن پاس ہی کردیا جاتا (جیسا کہ بعد کو بجبر کیا گیا)۔

ایک اور تدبیر خاص وہ تھی، جس کے ذریعہ موافقت کے چیز زار مخالفت کا شور وہنگامہ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی، یعنی اسٹیج پر بیٹھنے والی جماعت کا ایک طبقہ بیچ مجلس کی مختلف قطاروں میں متفرق ہوکر بیٹھ گیا تھا، تاکہ وقت ضرورت مجمع کے ہر حصے سے ایک ایک صدائے موافق اُٹھ اُٹھ کر شور مچادے، اور معلوم ہو کہ ہر طرف سے صدائیں اُٹھ رہی ہیں۔ اس انتظام کا سلسلہ آخر مجمع تک موجود رکھا گیا تھا، اسٹیج کے سامنے کی تمام کرسیوں پر بھی شریکان راز اشخاص بٹھائے گئے تھے، تاکہ اگر کوئی مخالفت میں تقریر کرے تو معاً نیچے سے آوازیں اُٹھنا

شروع ہو جائیں اور اس کے ہنگامے میں مجمع کی مخالف صدائیں مدغم ہو کر مفقود ہو جائیں۔ چنانچہ جونہی آنریبل خواجہ غلام الثقلین نے ترمیم پیش کی، گو وہ مخالفت میں نہ تھی بلکہ صرف ترمیم تھی، تاہم شور وغل کی آوازیں معاً سنائی دینے لگیں۔

ہم نے یہ بھی سنا تھا کہ (والعہدۃ علی الرّاوی) کہ رات کے پیمان وعہد کے بعد بعض ممتاز آزادی خواہ اشخاص نے ایک کاغذ اپنی تمام جماعت میں پھرا دیا تھا، جس میں "صحبت نیم شبی" کے صلح نامے کا ذکر تھا اور لکھا تھا کہ اب ۲۶ کے جلسے کے تمام آزاد خیال لوگوں کو اس کی تائید کرنی چاہیئے۔ اور کسی مزید مخالفت کی ضرورت نہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کہاں تک یہ درست ہے؟ مگر بارہ دری کے دروازے پر جب ٹکٹ دیکھنے والوں اور آنے والوں میں ہاتھا پائی ہوئی تھی، تو ہم شور وغل سن کر باہر نکلے تھے، ہم نے اپنے ایک دوست کو جن کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا، اور ایک حلقہ احباب میں کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ آئندہ ارادوں کی نسبت پوچھا مگر ٹال گئے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

قصہ مختصر یہ کہ بڑے بڑے سامان کیئے گئے تھے، اور چونکہ "صلح" ہو چکی تھی، اس لیئے اب انتظامات خود انہی کے ہاتھوں انجام پا رہے تھے، جو ۲۷ کی شام تک خود فریقِ جنگ اور "آزاد خیال" جماعت کے سرغنہ سمجھے جاتے تھے۔ اور در اصل افسوس بھی اسی کا ہے ؎

نیم بسمل اُس نے گر چھوڑا تو کچھ پروا نہیں
پر یہ غم ہے، اعتبارِ دستِ قاتل اُٹھ گیا

(۱۱)

بہر حال مجلس جم چکی تو پردہ اُٹھا اور اس تماشے کا ایک ہی ایکٹ شروع ہو گیا۔ سب سے پہلے ہمارے عشوہ فرما دوست مسٹر (محمد علی) باہر نکلے اور رزولیوشن پیش کیا، وہ بیٹھے تو میجر (سید حسن) بلگرامی اُٹھے اور تائید کی:-

یکے بدزدی دلی رفت و پردہ دار یکے

اب نہ ۲۶ کے محرک تھے اور نہ مؤید ؎

یہ لوگ بھی غضب ہیں کہ دل پر یہ اختیار شب موم کر لیا، سحر آہن بنا لیا!

Marfat.com

۲۶۔ کی سہ پہر کو ہمارے دوست کا مزاج بہت گرم تھا، اُن کی تقریر اتنی پر جوش تھی کہ اس کی بے اعتدالی ہم کو بھی ناگوار گزری اور اُن کے کان میں کہا کہ خدارا ذرا لب و لہجہ نرم کیجئے۔ علی الخصوص یہ بات ہمیں کچھ اچھی نظر نہیں آئی کہ سارا زور "جوش محمد" اور "منین اللہ" کے ضلع پر وہ صرف کر رہے تھے۔ اور تقریر صرف صاحب زادہ آفتاب احمد خاں پر شخصی ارادت ظاہر کرنے میں جاری تھی۔ حالانکہ بہتر تھا کہ بغیر تشخص و تعین کے وہ سب کچھ کہتے۔ ہم کو اعتراف ہے کہ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں نے اس وقت قابل تعریف ضبط و تحمل سے کام لیا، اور اپنی تقریر میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ گو جلسہ اُن کا مخالف تھا، مگر غصہ تو وُہ شے ہے کہ موقعہ شناسی کی مُہلت کب دیتا ہے؟

لیکن آج اُن کی تقریر اتنی ٹھنڈی تھی کہ پرسوں جن لوگوں نے اُن کے جوش کے انگارہ سے اپنی انگیٹھیاں روشن کی تھیں، آج اُن کو آغاز تقریر ہی سے جمائیاں آنے لگیں۔ پرسوں ہمارے دوست کے ہاتھ میں شامپین کے جام تھے، آج اُنہوں نے چاہا کہ ٹھنڈے پانی ہی کو وائن گلاس میں بھر بھر کے تقسیم کر دیں۔ سوڈا بھی نہیں۔

ہم نے تقریر کا پہلا لفظ ہی چکھ کر اپنے قریب کے بیٹھے ہُوئے احباب سے کہہ دیا تھا کہ آج یا تو صرف پانی ہے، یا پانی اس قدر ملا دیا ہے کہ بُو اور ذائقہ دونوں کا پتہ نہیں ؎

مرا اے مے فروش آں بے خودی نیست
مگر در بادہ آبے کردہ باشی

سب سے پہلے ہمارے دوست نے قسمیں کھانا شروع کیں کہ مجھ پر خدا کے لئے اعتماد کیجئے، لیکن وہ بھول گئے کہ زیادہ قسمیں کھانا کوئی اچھی علامت نہیں سمجھی جاتی گو اچھی علامت ہو ع

قسم سچی سہی، پھر بھی ضرورت کیا ہے کھانے کی

ہمارے دوست کو معلوم نہیں کہ اعتماد حاصل کرنے کا ذریعہ قسمیں اور عہد و پیمان میں نہیں بلکہ اور ہی چیز میں ہے، سچا اعتماد پیدا کرنے والوں نے کبھی خود قسمیں نہیں کھائی ہیں بلکہ اپنی استقامت اعمال کے زور سے اعتماد کی قسمیں دُنیا سے لی ہیں۔ اس نقطے کو (خانخاناں) نے سمجھا تھا ؎

بہ کیش صدق و صفا حرف عہد بیکار ست
نگاہ اہل محبت تمام سوگند است!

Marfat.com

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یُزَکُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ؟ بَلِ اللّٰهُ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ

قبل اس کے کہ کوئی کچھ کہے، خود انہی نے ڈیپوٹیشن کی تجویز کو "سادی چیک بک" سے تعبیر کیا، اور پھر وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ کا سلسلہ شروع ہوا۔ کیا یہ اس کا ثبوت نہ تھا کہ خود اُن کا ضمیر بھی اس وقت عالم اضطراب میں ہے، اس لئے خود ہی اپنے سے کھٹکتے ہیں، اور خود جواب دیتے ہیں؟ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آج جو کچھ ہے زبان سے نکل رہا ہے۔ اس سے ہمارے دوست کو خود بھی حیا آرہی ہے ؎

مَیں اپنی چشم شوق کو الزام خاک دُوں

تیری نگاہ شرم سے کیا کچھ عیاں نہیں؟

(۱۲)

غرضکہ دو دن کی فریقانہ معرکہ آرائی کو اب اور کہاں تک طول دیا جاتا؟ اس کا فیصلہ یُوں کیا گیا کہ بین بین طریقہ پسند کیجئے کہ خیر الامور اوسطہا کفر و اسلام، دونوں کو اختیار کیجئے۔ اہرمن اور یزدان، دونوں کو رام کیجئے۔ ایک ہی طرف کیوں جھکیئے۔ جب دونوں کی خوشنودی حاصل ہو سکے؟ صرف کعبے ہی کے کیوں ہو رہیئے جب بتکدے سے بھی رسم و راہ ہو سکے؟ ایک ہاتھ میں زنار برہمن لیجئے اور دوسرے ہاتھ میں سُبحہ زاہد۔ یعنی ایک ہاتھ ایمان سے ملائیے اور دُوسرا وقف مصافحہ نفاق۔ یعنی ایک ہاتھ میں "جام غلامی" اور دوسرے میں "سندانِ حُریت"

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق

ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ، لَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ ط (۴: ۱۴۳)

معشوقِ مابشیوهٔ ہرکس موافق است

باما شراب خورد و بزاہد نماز کرد

نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا (۴: ۱۵۰)

(بعض باتوں میں راہِ ایمان اختیار کریں گے اور بعض میں راہ کفر، وہ چاہتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان کوئی تیسری راہ اختیار کریں۔)

Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ اس "جمع اضداد" کی راہ نہایت مشکل ہے۔ ایک ہاتھ میں جام باطل پرستی رکھیئے اور دوسرے میں سندان حق پرستی، اور دونوں کو باہم زور زور سے ٹکرایئے، مگر شرط یہ ہے کہ باطل کے جام بلوریں میں بال تک نہ آئے، اور سندانِ حق پرستی بھی ہاتھ سے الگ نہ ہو ع

ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

اوروں کی خبر نہیں، مگر اپنی کمزوری کا تو ہمیں صاف صاف اعتراف ہے۔ اس شعبدہ بازانہ چابکدستی کی مشق کے لئے بڑی بڑی قابلیتوں کی ضرورت ہے۔ یہ مقامات عالیہ ہم تہی دستان کمال کو بھی حاصل نہیں ہوئے

(۱۳)

میجر صاحب کی تائید کے بعد میں نے تقریر کرنی چاہی، لیکن خواجہ غلام الثقلین صاحب نے کہا کہ وہ رزولیوشن کی نسبت ایک ترمیم قلمبند کر چکے ہیں، اس کو پیش کریں گے۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ تقریر کی اور دانشمندانہ طریقہ سے بعض اختیارات مہمہ کے محفوظ رکھنے کی ضرورت واضح کی۔ لیکن انتظامات مخفیہ سرگرم کار تھے۔ مخالفت کی آوازیں اُٹھنا شروع ہوگئیں۔

اس عرصے میں، میں کیا سوچ رہا تھا؟ تمام قیاسات کی تصدیق ہو چکی تھی، اور معلوم ہوگیا تھا کہ آزاد خیال پارٹی کی قوت کو شکست دینے کے لئے ایک عنصر، مرکب سے الگ کر لیا گیا ہے، پھر اور جو جو تدبیریں ۲۶۔ کے مدعیان آزادی اور ہنگامہ فرمایان حریت کو اپنے قابو میں لانے کے لئے کی گئی تھیں، وہ بھی کامیاب ہوگئی ہیں۔ ایک پورا جال ہے، جس میں سب کے پاؤں پھنس گئے ہیں۔ پھر کیا رنگ بدلا ہوا دیکھ کر میں بھی خاموش ہو جاؤں؟

یہ ایک مفت کی ہر دلعزیزی اور احسان مندی تھی جو بغیر کسی نقصان کے حاصل ہوتی تھی۔ کیونکہ تمام مدعیان آزادی حق پرستی سر جھکا چکے تھے، اور اب حق و باطل کے مرکب معجون کا نام "حق خالص" تھا۔ پس آزاد خیالی اور حق پرستی پر کوئی آنچ نہیں آتی ہے، اور ہر دلعزیزی کی دولت ہاتھ آجاتی ہے۔ حق بھی اپنے ہی حصے میں آتا ہے، اور باطل کا دامن بھی نہیں چھوٹتا۔ پھر کیا مضائقہ اگر چند لمحے کی خاموشی سے مدتوں تک کام آنے والی کمائی پیدا کر لی جائے؟

Marfat.com

یہ خیالات تھے جو اس موقعہ پر قدرتاً دماغ میں گزر سکتے تھے، لیکن گو قوت کا ایک لمحہ کے لئے بھی دعویٰ نہیں، تاہم ایسے ایسے نزغات شیطانیہ کے لئے تو الحمدللہ اپنے پہلو میں ایک قوت رکھتا ہوں۔ "ہر دلعزیزی" کی خواہش سب سے بڑا "شیطان" ہے جس کی ایک نگاہ گرم کے ساتھ ہی ہمتوں کی اور استقامتوں کی بڑی بڑی چٹانیں پانی ہو کر بہہ جاتی ہیں، لیکن جس دن میں نے اپنی پہلی آواز بلند کی اُسی دن سے اپنے پاؤں کو راہ حق گوئی کی اس اوّلین زنجیر سے آزاد کر لیا اور استقامت کی توفیق اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

میرے عقیدے میں "ہر دلعزیز" کا زیادہ صحیح نام "منافق" ہے اور یہ محال قطعی ہے کہ ایک شخص "حق گو" بھی ہو اور پھر بزم ایمان وکفر دونوں میں ہر دلعزیز ہو۔ جو لوگ چلنا چاہتے ہیں۔ اُن کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اُن کے سامنے صرف دو ہی راہیں ہیں۔ حق و باطل، کفر و ایمان، نور و ظلمت اور خدا پرستی و شیطان دوستی، انہی دو راہوں میں سے کسی ایک کو اختیار کر لیں۔ یہ بالکل فضول کوشش ہے کہ دونوں میں سے کوئی نئی درمیانی راہ پیدا کی جائے، مَیں نے تو ارادہ کر لیا ہے کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، لیکن اپنے ظاہر و باطن کو ایک رکھوں گا۔ اور جو دل میں ہوگا اسی کو زبان کے حوالے کروں گا۔ دعا کرتا ہوں کہ خدا جلد مجھے کسی سخت آزمائش میں ڈالے اور مجھے اپنے دل کی استقامت کے آزمانے کا موقعہ ملے۔ وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون۔

مجھ کو بعض صاحبان نے روکا کہ اب مخالفت میں تقریر کرنا بے فائدہ ہے۔ نواب اسحاق خاں صاحب نے کہا کہ ایک بات پر اب سب متفق ہو گئے ہیں، مخالفت سے کیا فائدہ؟ لیکن درحقیقت ان بزرگوں کی غلطی تھی۔ مخالفت اس لئے نہیں کی جاتی کہ موافقت کی صدائیں بلند ہوں، اور لوگ چیئرز کا ہنگامہ بپا کر کے خیر مقدم کریں، بلکہ صرف اس لئے کی جاتی ہے کہ ایمان اور ضمیر کا حکم ہوتا ہے کہ ایسا کرو۔ یہ حکم بالکل اس سے بے پروا ہے کہ لوگوں کا کیا خیال ہے؟ کوئی سچی بات اس لئے نہیں ترک کی جا سکتی، کہ لوگ اس کا استقبال نہیں کریں گے۔ سچ، سچ ہے اگرچہ تمام عالم میں ایک بھی اس کا دوست نہ ہو۔ البتہ یہ حالات و واردات اور ہیں۔ جن کے سمجھنے سے اپنے بزرگوں اور دوستوں کو ابھی عرصے سے مجبور و معذور سمجھتا ہوں ؎

حریف کاوش مژگانِ خونریزش نہئ ناصح بدست آور رگِ جانے، و نشتر را تماشا کن

Marfat.com

جس چیز کو آپ لوگوں نے "ایمان" سمجھا ہے، اپنے عقیدے میں وہی کفر ہے۔ حق کی پرستش کے لئے اوّلین شے قربانی ہے اور آپ کا دماغ ابھی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ساری عمر نفس کی پرستش میں کٹی ہے، اب چند لمحوں کے اندر آپ کو خدا کیسے دکھلا دوں؟ اپنی اپنی راہ ہے، اور اپنا اپنا مذہب:-

وللناس فیما یعشقون مذاھب

آپ لوگ مجبور ہیں لیکن میری راہ میرے لئے چھوڑ دیجئے، اور جہاں جا رہا ہوں جانے دیجئے۔ آج نہیں مگر کل بتلاؤں گا کہ حقیقت کیا ہے؟ خدا کا ہاتھ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا اور "مستقبل" سے بڑھ کر کوئی جج نہیں۔ عنقریب کھل جائے گا کہ میں کس راہ پر تھا، اور آپ کہاں جا رہے تھے، اور وہ مقلب القلوب اپنے بندوں کے دلوں کو میرے لئے کھولتا ہے، یا آپ کے لئے؟ البتہ جن دلوں کو خدا اپنے نور ہدایت کے لئے چن لیتا ہے، ان میں اور تم میں یہی فرق ہے کہ وہ آج جس چیز کو دیکھتے ہیں تم کل دیکھو گے۔ اس معاملے کو دیکھو! جلسے میں صرف میں ہی ایک مجرم تھا جس نے مخالفت کی۔ اور سب خاموش رہے، یا سرشاری نفاق سے جھومتے رہے۔ لیکن آج سینکڑوں ہیں جو سر پیٹ رہے ہیں پھر یہ کیا ہے؟ کیا یہ ایک الٰہی نشانی نہیں ہے جو حقیقت کے چہرے کو بے نقاب کر رہی ہے اور بتلا رہی ہے کہ کس کی زبان اللہ کے ہاتھ میں ہے جو اس کو کھلواتا ہے، اور کس کے دل نفس کے قبضے میں ہیں جو انہیں ہلنے نہیں دیتا؟ پھر کیا کوئی آنکھ ہے جو دیکھے! کوئی کان ہے جو سنے اور کوئی دماغ ہے جو سوچے؟

وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ، قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ:

(اللہ ہی خدائے قدیر و حکیم جس نے تمہارے لئے کان، آنکھیں، اور دل پیدا کئے، تاکہ تم سنو دیکھو اور عبرت پکڑو، مگر افسوس کہ تم بہت ہی کم اس کا شکر کرتے ہو۔)

Marfat.com

-۴-

رات اور زُلف کا یہ افسانہ
قِصّہ کوتاہ ، بڑی کہانی ہے

(۱)

صداقت کی مظلومی کوئی نیا واقعہ نہیں ہے - اس پر آزمائش وابتلا کے ایسے ایسے ہلاکت خیز وقت آئے ہیں، جب خدا کی زمین پر چند دلوں کے سوا اس کا کہیں نشیمن نہ تھا لیکن باوجود اس کے سچ، سچ رہا، اور باطل باطل - صداقت اپنے حامیوں کی کثرت وقلت اور استقامت وتزلزل سے ہمیشہ بے پروا رہی ہے اور بے پروا رہے گی - وہ تمہارے پاس اس لئے نہیں آتی کہ تمہاری محتاج ہے، بلکہ اس لئے کہ تم اس کے محتاج ہو - اگر تم نے اپنے تئیں اہل ثابت نہیں کیا تو تم سے اپنا رشتہ کاٹ لے گی اور کسی اور مستقیم دل کو اپنا نشیمن بنائے گی - اگر ۲۶ - کی شام تک یونیورسٹی کے بارے میں ہمارا خیال تھا، تو ۲۷ کی شام کے (ڈنر) کے بعد، اور دو بجے کی خلوت نیم شبی کی صبح کو وہ باطل نہیں ہو سکتا تھا، اگر ۲۶ - کی سہ پہر کو سچ، سچ تھا اور صدہا آوازیں اس کا استقبال کرتی تھیں، تو ۲۸ کی صبح کو بھی وہ سچ تھا، گو ایک آواز بھی اُس کی حمایت کے لئے نہیں اٹھتی تھی، سچ کی کسوٹی اس کے حامیوں کی کثرت نہیں ہے - اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سچ ہے، حق کی پرستش کے ایمان بکف مدعیوں کی استقامت اگر متزلزل ہے تو کیا مضائقہ؟ حق کی قوت کا استحکام متزلزل نہیں ہو سکتا - حقیقی قوت اسی میں ہے اور جن مبارک ہستیوں کو اس کے علم کے نیچے جگہ مل گئی ہے، انجام کار فتح یابی بھی اُنہی کے حصّے میں آئے گی :-

وتلك الدار الاخرۃ ، نجعلها للذین لا یریدون علوًا فی الارض ولا فسادا ، والعاقبۃ للمتقین - (اور یہ آخرت کی کامیابیوں کا گھران کے لئے ہے، جو دُنیا میں بڑائی اور پیشوائی نہیں چاہتے اور نہ فساد پھیلاتے ہیں، اور یاد رکھو کہ انجام کار اللہ سے ڈرنے والوں ہی کے لئے ہے) -

آپ دیکھتے ہیں کہ سُورج مشرق سے نکلتا، اور مغرب میں ڈوبتا ہے، والذی نفسی بیدہٖ مَیں بھی بعینہٖ اسی طرح دیکھ رہا ہُوں کہ سچائی غربت وکس مپرسی سے اُٹھتی ہے اور فتح وکامرانی بن کر لہراتی ہے - یہ میرا یقین اور میری بصیرت ہے، آپ کو نظر نہیں آتا تو مَیں دکھلا بھی نہیں سکتا -

Marfat.com

(۲)

بہرحال میں نے مخالفت میں تقریر کی، اور نرم و خوشنما، پر اشتمال د ذو جہتین، اور معانی زہر آلود و الفاظ شہد نما کی جگہ، صاف صاف لفظوں میں اس کارروائی کو ناقابل اعتماد بتلایا۔ یہ پیشتر سے معلوم تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؛ مگر اظہار حق اور امر بالمعروف نتیجہ کے خیال سے بے پرواہ ہے۔ وہ ایک فرض ایمان اور تعبدِ الٰہی ہے، اور وقت کے بدلنے اور لوگوں کے منہ پھیر لینے سے اس کا حکم نہیں پھر سکتا۔ میرے لئے اس قدر کافی ہے کہ آج جب کہ بعد از خرابی بسیار بڑی بڑی آوازیں ڈیپوٹیشن کی مخالفت میں اُٹھ رہی ہیں، اور طرح طرح کے لقب اس کو دیئے جا رہے ہیں، الحمدللہ کہ اپنے ضمیر اور ایمان سے شرمندہ نہیں ہُوں، اور دلوں کی عبرت اور نگاہوں کی بصیرت کے لئے یہ نشانی بس کرتی ہے کہ جس جگہ لوگوں کے قدم آج پہنچے ہیں، وہ عین اس وقت ہی میرے قدموں کے نیچے تھی، اور جو روشنی وقت گزر جانے کے بعد ان کو آج نظر آئی ہے، وہ عین وقت پر میں دُنیا کو دکھلا رہا تھا۔ اس وقت تم نے نہیں دیکھا، اور اب آنکھوں کو مل رہے ہو۔ بہتر ہے کہ اپنے سروں کو پیٹو:۔ ان فی ذالک لآیات لقوم تعقلون۔

(۳)

مَیں نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ اس قدر جوش و خروش، جمع و اجتماع، ادعا و شورش اور ہنگامہ رستخیز، کے بعد یونیورسٹی کی قسمت پھر چند شخصوں کے ہاتھوں میں دے دینا کیا معنی رکھتا ہے؟ یہ بھی کہا تھا کہ قوم کو اپنی قسمت کے فیصلے کے لئے کسی پر اعتماد نہیں کرنا چاہیئے۔
اس آخری فقرے کی چبھن بہت سخت تھی۔ بڑے بڑے کرسیوں کے وزنی بوجھ (جن کے لئے قرآن کریم نے بہت اچھی تشبیہہ دی ہے کہ کانھم خشبٌ مسنّدہ) لگے تلملا تلملا کر زانو بدلنے اور مضطرب ہو ہو کر دیکھنے:۔

رَاَیْتَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یَّنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ (۴۷: ۲۰)

(جن لوگوں کے دل مرض ضلالت سے بیمار ہو رہے ہیں، (اعلان حق کے وقت) تم دیکھو گے کہ تمہاری طرف مضطرب ہو ہو کے دیکھ رہے ہیں، جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو، اور اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں۔

Marfat.com

(۴)

لیکن یہ بالکل بے فائدہ تھا۔

من جرب المجرب حلت بہ الندامۃ

یہاں محض اشخاص پر اعتماد کا سوال نہیں ہے بلکہ حالات پر۔ اور اگر حالات پر ہمیں اعتماد نہیں، تو یہ کوئی بگڑنے کی بات نہیں ہے، اگر یونیورسٹی کی قسمت کا فیصلہ اُن اشخاص کے ہاتھ میں ہوتا، جو ہمارے سامنے پیش کیے گئے ہیں، تو باوجود اُن کی تمام کمزوریوں کے پہلا شخص میں ہوتا، جو کہتا کہ اعتماد کرو اور راضی نامہ داخل کردو۔ یہ کہنے میں ہمارا کوئی ہرج نہیں۔ کہ جناب سر راجہ صاحب محمود آباد) پر ہمیں اعتماد ہے۔ کون کہتا ہے کہ شخصاً میجر سید حسن بلگرامی اور مسٹر محمد علی لائق اعتماد نہیں؟ یہ تو ہمیں اس وقت معلوم نہیں تھا کہ (نواب وقار الملک) بہادر ڈیپوٹیشن کی موجودہ صورت کے مجوزین میں شریک نہیں ہیں۔ اُن کا نام بھی فہرست میں شامل تھا، پھر قوم میں کون شخص ہے جو کہہ سکتا ہے کہ نواب صاحب قبلہ قابل اعتماد نہیں؟ لیکن اصل سوال یہ نہیں تھا۔ سوال یہ تھا کہ وہ حالات بھی قابل اعتماد ہیں، جن میں یہ ڈیپوٹیشن مبتلا ہوگا؟ کیا اُس فضائے آہنی پر بھی بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ جہاں کی ہوائیں حوصلوں اور عزموں کی چٹانوں کو سُرمہ بنا کر اُڑا دیتی ہیں؟ اور جب رائوں کی تبدیل و تغیر کی ایسی مثالیں ہم کو دکھلائی جاتی ہیں کہ ایک رات کے اندر جنگ کے خواستگار صلح کے آرزومند ہوجاتے ہیں، اور جو چیز شام تک سیاہ تھی، وُہی صبح کو سفید بن جاتی ہے، تو پھر ہمارا کیا قصور ہے اگر ہم اعتماد و عدم اعتماد کے سوال کو چھیڑتے ہیں؟ ہم تو اس قدر بیوقوف اور ہر فریب تازہ میں آجانے والے ہیں کہ چک ٹیک کی کیا حقیقت ہے، ہم نے تو ایک نگاہ ناز پر اپنے دلوں کو حوالے کردیا ہے۔ لیکن آخر تابکے؟ کب تک نئی آزمائشوں میں ڈالے جائیں گے؟

ہم زمانے کی حالت یہ دیکھتے ہیں کہ چار آدمیوں کی مجلس میں بھی کسی کو جرأت نہیں ہوتی کہ جو کچھ دل میں ہے اس کو صاف صاف حوالۂ زبان کردے، پھر ہم کو بتلایا جائے کہ خواستگاران اعتماد میں وہ نفوسِ قدسیہ کون ہیں، جو گورنمنٹ ہوس میں اس استقامت کو ظاہر کریں گے، جس کی مثال ۲۰ دسمبر کو قیصر باغ کی بارہ دری میں پیش نہ کرسکے؟

Marfat.com

ہم کو سب پر اعتماد ہے، مگر اعتماد نہیں ہے اپنی بدبختی پر، اعتماد نہیں ہے اپنی محرومی پر، اعتماد نہیں ہے اُن واقعات وحالات پر، جو اس ڈیپوٹیشن کو پیش آئیں گے اور جن کے سامنے نہ کسی کی استقامت چلے گی اور نہ دعوےٰ عزم و آزادی، جماعت جتنی وسیع ہوتی جاتی ہے اتنی ہی اس کی قوت بڑھتی جاتی ہے، اور جتنی کم ہوتی جائے گی، اتنی ہی رائے دینے والوں کے لئے دقتیں بڑھتی جائیں گی۔ آپ ایک جلسے میں کھڑے ہو کر اور ایک بہت بڑی جماعت کے صدائے اتفاق سے قوی ہمت ہو کر جس طرح گورنمنٹ پر نکتہ چینی کرتے ہیں، کیا حضور وائسرائے کے سامنے بھی اسی طرح کر سکتے ہیں، مگر وہ ہستیاں اور ہیں آپ نہیں ہیں ؏

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

(۵)

جو لوگ جلسے میں شریک تھے اُن کو یاد ہو گا کہ ہمارے آخری الفاظ کیا تھے ہم نے کہا تھا:۔

"تم اس وقت نادانی اور غفلت کے ہاتھ بک گئے ہو مگر وہ وقت دور نہیں جب "اعتماد" کی اُس آخری آزمائش پر بھی تم کو متاسف ہونا پڑے گا۔"

ابھی وہ وقت نہیں آیا، مگر تاسف ابھی سے شروع ہو گیا ہے، انشاء اللہ العزیز اُس کا اصل وقت بھی آ رہا ہے۔ اُس وقت ہم پھر ایک مرتبہ اپنے اُنہی الفاظ کو دہرائیں گے:۔

وَإِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ أَم بَعِيدٌ مَّا تُوعَدُونَ ○ (اور میں نہیں جانتا کہ جس وقت وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہے یا ابھی اس میں دیر ہے؟) (۲۱: ۱۰۹)

(۶)

جلسے میں اس وقت تین طرح کے لوگ تھے:۔ "مجلس نیم شبی" کے محرمان راز۔ اُنکے متبعین جو خود باریاب صحبت نہ تھے مگر اُن کے نام احکام جاری ہو گئے تھے۔ اور کچھ عام لوگ، جو اس ناگہانی انقلاب سے بالکل بے خبر تھے اور سادہ دل اور بے خبر حال ہونے کی وجہ کوئی آواز اور رائے نہیں رکھتے تھے۔

ان غریبوں کا عجیب حال تھا۔ ان میں بہت سے تعلیم یافتہ اور بہت سے سرگرم مدعیان آزادی و حریت بھی تھے، مگر یہ سبب اس تیغ تیز سے زخمی ہوئے کہ مسٹر (محمد علی) کو تحریک کرتے،

اور میجر صاحب کو تائید کرتے ہوئے دیکھا ۔ ایک دن پہلے تک آزادی کا عَلَم انہی کے ہاتھوں میں دیکھ چکے تھے، پس سمجھے کہ جب اُنہی حضرات کے طرف سے تحریک و تائید ہو رہی ہے، تو ضرور کوئی اپنے ہی مطلب کی بات ہوگی، گو ابھی ہماری سمجھ میں نہیں آتی !

وہی کمبخت مذاقِ تقلید جو کل تک پرانے لیڈروں کے اندھا دھند اتباع کی صُورت میں خانماں سوزِ عقل و دانش تھا، آج آزادی کے عہد تازہ میں نئے لوگوں کے اتباع کی صُورت میں فہم و دراست کی گردن کا طوق بنا - درد و ندامت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ابنائے عصر کی غلامی بھی مقلدانہ تھی، اور اب آزادی بھی مقلدانہ ہے، کچھ حصّہ نئے دور کا گزر جائے، اور مدتوں کے گرفتار تقلید دماغ (جو بالکل شل اور معطل ہو گئے ہیں) کچھ کچھ فکر و اجتہاد کے عادی ہو جائیں تو پھر شاید ہر شخص اپنی سمجھ سے ہر بات کو سمجھنے کی کوشش کرے - وما ذالک علی اللہ بعزیز -

(۷)

اب قدیم و جدید، اور مستبدین و احرار کی "متحدہ سازش" سخت بدحواس ہوئی کہ کہیں بنا بنایا کھیل بگڑ نہ جائے، ہر طرف سرگوشیاں شروع ہو گئیں : - اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیْسَ بِضَآرِّهِمْ شَیْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ (۵۸ : ۱۰)

(رازدارانہ سرگوشیاں شیطان کی وسوسہ اندازی ہوتی ہیں، تاکہ مُسلمان اس کی وجہ سے آزردہ خاطر ہوں، حالانکہ بغیر مشیّت الٰہی کے یہ سرگوشیاں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتیں - مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہر طرف سے ہٹ کر اللہ ہی پر اعتماد کریں -)

معاً خواجہ غلام الثقلین صاحب کو بھی ڈیپوٹیشن میں شریک کر لیا گیا، اُن کا بیان ہے کہ مجھے اسٹیج کے "اقصائے مغرب" سے "مشرق ادنیٰ" کی طرف کھینچ کر لے گئے - وہاں قسمیں کھا کھا کر اطمینان دلایا اور منتیں کیں کہ مان جاؤ - کیا کرتا؟ مجبُوراً ماننا ہی پڑا : - اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً (۵۸ : ۱۶) (اُنہوں نے بچاؤ کے لئے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے -)

گو مے ہے تند و تلخ، پہ ساقی ہے دلرُبا
اے شیخ بن پڑیگی نہ کچھ ہاں کئے بغیر

خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ جب معاملہ یہاں تک پہنچا، تو مَیں نے بھی مناسب نہ سمجھا

Marfat.com

کہ اور زیادہ مخالفت کر دں۔ عرصے کے بعد کانفرنس میں آیا تھا لوگ کہتے کہ اس نے چلتی گاڑی میں روڑا اٹکا دیا۔

بہرحال یارانِ طریقت نے خواجہ صاحب کو بھی چپ کرا ہی دیا ؎

پامال اک نظر میں قرار و ثبات ہے
اُس کا نہ دیکھنا، نگاہ التفات ہے

اب خواجہ صاحب سے کیا گلہ شکوہ کریں؟ وہ کہتے ہیں کہ مجھے قسموں نے فرصت ہی نہ دی ؎

نازسے، عشوہ سے، غمزہ سے لگا لیتے ہیں
وہ جسے چاہتے ہیں اپنا بنا لیتے ہیں

خواجہ صاحب نے بھی دیکھا کہ کسی کی منتیں مفت میں ہاتھ آتی ہیں، یہ ضد اور ہٹ کا موقعہ نہیں ؎

بڑا مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں "چُپ رہو خدا کے لئے"

لے دے کے ایک خواجہ صاحب ہمارے ساتھ اُٹھے تھے۔ اُن کو بھی ہمارے دوست اسٹیج کے پیچھے لے گئے! بے چارے (امیر حسن) کو بھی یہی شکایت تھی ؎

جو کوئی آئے ہے نزدیک ہی بیٹھے ہے ترے
ہم کہاں تک ترے پہلو سے سرکتے جائیں؟

ہم تو اُس وقت تقریر کر رہے تھے، کسے معلوم کہ اسٹیج کے گوشوں میں کیا ہو رہا ہے، ورنہ خواجہ صاحب کو پہلے ہی سے خبردار کر دیتے ؎

لغزش نہ ہو، بلا سے حسینوں کا التفات
اے دل سنبھل، وہ دشمنِ جاں مہرباں ہے اب

خیر، بہتر ہے۔ آپ لوگ اپنے سر مفت میں کیوں الزام لگالیں؟ صلح ہوتی ہو تو جنگ کیوں کریں؟ الزاموں اور مخالفتوں کے لئے ایک زیاں پسند، نفع فراموش، محرومِ عقل و دانش دماغ

Marfat.com

مجھ دیوانے ہی کا بنا ہے، اور کوئی کیوں بدنام ہونے لگا؟

قسمت کیا ہر ایک کو قسامِ ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

دنیا کو یہ عقلمندی و دانش، اور مجھ کو اپنا جنون و لقع دشمنی مبارک رہے۔ مَیں دُعا مانگتا ہُوں:۔

ویرحم اللہ عبداً قال آمینا!

(۸)

(کامل پاشا) نے جب اپنے اعمال مخفیہ کو انجام دینا چاہا تو چاروں طرف نظر ڈالی۔ فوجی قوت صلح کے مخالف تھی۔ اُس نے سوچا کہ بغیر (ناظم پاشا) کے ملائے کامیابی نہیں ہو سکتی۔ پہلے ناظم صلح کے اشد شدید مخالف تھے، اور (چٹلجا) سے تار پر تار دیتے تھے۔ لیکن جب ۲۳ر جنوری کو سرائے (درملہ باغیچہ) میں "قومی مجلس" منعقد ہوئی، تو اس تماشے کا ہر ایکٹر اپنے پارٹ کی مشق کر آیا تھا۔ ناظم پاشا سب سے پہلے کھڑے ہوئے اور کہا کہ جنگ سے کیا فائدہ؟ بہتری اسی میں ہے کہ صلح کر لی جائے۔ اب کامل پاشا خاموش تھا، اس لئے کہ (ناظم) کے اندر سے اُسی کی صدا نکل رہی تھی، اس کو لب ہلانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

یہاں بھی آج "قومی مجلس" تھی، اور صلح کی سعی و آرزوئے شدید۔ نہ تو سر (راجہ صاحب) کو لب ہلانے کی ضرورت ہوئی، نہ اُن کے اعوان و انصار کو، صرف ایک ہمارے دوست ہی کافی تھے۔ ع

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

(۹)

غرض کہ کہاں تک اس افسانے کو طول دیجیئے، زلف یار کی آج تک کون پیمائش کر سکا ہے؟

ماجراہاست بآں زلف فسوں ساز مرا

بالآخر وہی ہُوا جس کا ہزاروں تمناؤں اور آرزوں کے ساتھ انتظام کیا گیا تھا۔

یاں لعل فسوں ساز نے باتوں میں لگایا
دے پیچ ادھر زلف اُڑا لے گئی دل کو

Marfat.com

مسٹر ممتاز حسین بیرسٹرایٹ لا لکھنو نے بولنا چاہا، مگر اب کون بولنے دیتا ہے؟ یارانِ کارفرما پر ایک ایک منٹ ایک ایک برس کا گزر رہا تھا۔ جلدی تھی کہ نہیں معلوم کن کن اعمالِ مخفیہ اور وظائف "نصف اللیل" کے بعد اپنا بخت خفتہ بیدار ہوا ہے، اور لوگوں کی آنکھوں پر غنودگی طاری ہوئی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ادھر ان کی آنکھ کھلے، اور ادھر اپنی قسمت پھر چادر منہ پر ڈال لے۔

بہزار مشکل ان کو نہایت نپا تُلا وقت دیا گیا، لیکن ادھر ایک لفظ منہ سے نکلنا تھا، اُدھر گھڑی دکھلائی جاتی تھی کہ وقت ہو گیا!

اس کی محفل کی دیکھنا تہذیب
بات کا انتظام ہوتا ہے

تقریر کیا کرتے، انہیں وقت کی حساب فہمی سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ مجبوراً خاموش ہو گئے۔

(۱۰)

جن لوگوں کی کشت اُمید میں ۲۶ کی شام تک خاک اُڑ رہی تھی۔ آج دیکھتے تھے تو گھٹائیں امنڈی آ رہی ہیں۔ خوف تھا کہ یہاں کی فضا کا کیا ٹھکانا؟ کہیں پھر موسم بدل نہ جائے۔ یکایک غُل مچا کہ رزولیوشن پاس کر دو! سر راجہ صاحب نے حضار مجلس سے پُوچھا کہ منظور ہے؟

ایں سخن راچہ جواب سنے تو ہم مے دانی!

یہاں خود ہی دست سوال تھا اور خود ہی زبان جواب؟
خود کُوزہ و خود کوزہ گر و خود گلِ کُوزہ

بھلا یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات تھی؟ اگر "حلقۂ نیم شبی" کا بس چلتا تو اس سوال کا جواب زبان کی جگہ دل کے ٹکڑوں کی پیشکش سے دیتے کہ دل وجاں سے منظور ہے، کہیں خدا کے لئے پاس بھی کیجیئے؟

ساقی مے دے کہ اہلِ مجلس
پانی پانی پکارتے ہیں

Marfat.com

یکایک شور اُٹھا کہ "منظور! منظور! منظور!!" اسٹیج اور اُس کے گرد جو حلقہ تھا، وُہی منظوری لینے والا تھا اور وہی منظوری دینے والا، نہ سوال میں دیر لگی نہ جواب میں۔

(۱۱)

رزولیوشن کے پاس کر دینے کی خوشی کے ہیجان نے ہوش و حواس کھو دئے تھے جن نوجوانوں نے پرسوں اپنی گلا بازی سرگرم تقریروں میں دکھائی تھی، آج اُن کی گرج اس ہنگامے کے بپا کرنے میں کام آگئی۔ چیختے چیختے گلا بیٹھ بیٹھ جاتا تھا، مگر سینوں کے اندر آوازوں کا ایک سمندر بہہ رہا تھا۔ آواز اُگلتے اگلتے مُنہ دُکھ جاتے تھے، مگر برق و رعد کا سیلاب تھا کہ کسی طرح بند ہی نہیں ہوتا تھا۔ "بلغاری محاصرہ" کی پلٹنیں اس بیکاری سے کچھ اکتا سی گئی تھیں۔ اب انھوں نے ایک گھنٹے کی خاموشی کی کسر یُوں نکالی کہ کچھ دیر کے لئے بارہ دری کے اسٹیج کو "بارسٹن سرکس" کا تماشا گاہ فرض کر لیا اور لگے بے تکان قلابازیاں کھانے:۔

دل از تمکین شود بے ذوق زنہار
گہے طفلی شود مستانہ مے رقص

جن لوگوں نے اُن عجیب و غریب گھڑیوں کو نہیں دیکھا ہے، محال ہے کہ اس کی کیفیت سمجھائی جاسکے۔ چہرے جوش و ہیجان سے سُرخ، گردن کی رگیں اُبھری ہوئیں، گلے شدّتِ شور و ہنگامے سے پڑے ہوئے، ہاتھ میں اُچھلتی ہوئی ٹوپیاں، اور پاؤں کو اضطرابِ رقص سے قرار نہیں۔ منہ سے کف اُڑ رہی تھی اور چونکہ قریب قریب کھڑے تھے، اس لئے آپس میں ایک دُوسرے کے چہرے پر پڑ رہی تھی، رومال نکال کر منہ پونچھتے اور پھر کف اُڑاتے۔ منتظمین جلسہ کو کیا معلوم تھا کہ بارہ دری کے اسٹیج سے میدانِ رقص کا کام لیا جائے گا ورنہ اس کی رعایت ملحوظ رکھتے۔ نتیجہ یہ تھا کہ جوشِ تواجد میں گردشِ رقص کی جگہ نہیں ملتی تھی، اس لئے جو رقاص یہاں کھڑا تھا، وہیں اپنے پاؤں سے اسٹیج کے چوبیں تختوں کو کوٹ رہا تھا!!

یہ ایک رقصِ مغلوبہ کا اصلی ایکٹ تھا اگر (سر ہنری اور ِنگ) زندہ ہوتا اور اس مجمع کو دیکھتا، تو یقین ہے کہ ان پرجوش نوجوانوں کی ایک کھیپ تو ضرور اپنے ساتھ لے جاتا!

Marfat.com

(۱۲)

لیکن اس عجیب الخلقت تماشے کا ایک خاص منظر تو رہ ہی گیا۔

جونہی رزولیوشن کے پاس کرنے کا غل مچا، ہم نے دیکھا کہ وہ سر (راجہ صاحب محمود آباد) اپنی کرسی سے مضطربانہ اُٹھے اور (نواب وقار الملک) بہادر کے ہاتھوں کو بے اختیارانہ چُوم لینا چاہا۔ نواب صاحب کی جو سچی عظمت قوم کے دل میں ہے، اس کے لحاظ سے اگر (راجہ صاحب) اُن کے قدم بھی چُوم لیتے تو یہ کوئی بڑی بات نہ تھی، لیکن رزولیوشن کے پاس کرنے کے ساتھ ہی اس مضطربانہ اور بیخودانہ تعظیم کا ہم مطلب نہ سمجھے کہ دست بوسی کی قیمت نقد کے لئے کوئی متاع نقد بھی ہونی چاہیئے۔ مگر اب خود نواب صاحب قبلہ کی تحریر گرامی سے یہ عقدہ حل ہوگیا، اور معلوم ہوگیا کہ واقعی اس وقت راجہ صاحب اپنی بے اختیارانہ اظہار ممنونیت میں حق بجانب تھے۔

یاد ہوگا کہ نواب صاحب قبلہ نے اپنی تحریر میں ایک جگہ ارقام فرمایا ہے:۔

"بعض دوستوں نے پرائیویٹ طور پر مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ رزولیوشن کی تائید کریں گے؟ میں نے عرض کیا کہ میرے مرتبہ مسودہ اور اس میں اختلاف ہے اس لئے میں ترمیم پیش کرونگا، اس پر مجھ سے بہت اصرار کیا گیا کہ میں ایسا نہ کروں ورنہ جلسے میں بہت گڑبڑ ہو جائیگی × × × × × × مسٹر محمد علی نے رزولیوشن پیش کرتے ہوئے کہا کہ رات کو بڑی رات گئے تک اس رزولیوشن کے متعلق مشورہ ہوتا رہا اور فلاں فلاں صاحبوں کے اتفاق سے (جن میں میرا نام بھی انہوں نے لیا) اس کا مسودہ مرتب ہوا ہے (حالانکہ یہ صحیح نہ تھا کیونکہ نواب صاحب کے کے مجلس سے چلے آنے کے بعد بعض لوگوں کو موٹر کاریں بھیج کر بلوایا گیا اور خود ہی اس رزولیوشن کا مسودہ، اور ممبران ڈیپوٹیشن کی فہرست مرتب کی۔ نواب صاحب قبلہ کے سامنے یہ بات قرار پائی تھی کہ صبح کو خود ایک مسودۂ رزولیوشن مرتب کرکے پیش کریں، چنانچہ بقیہ رات جاگ کر اور سخت تکلیف و مشقت برداشت کرکے اُنہوں نے مرتب فرمایا، لیکن صبح کو کسی نے پُوچھا تک نہیں کہ وہ مسودہ کہاں ہے)

اس پر مَیں نے اپنے اُن معزز دوست کو جنہوں نے خاموش رہنے کی تاکید کی تھی توجہ دلائی کہ اس رزولیوشن کی ذمہ داری اب میرے اوپر بھی آتی ہے، مگر اُنہوں نے اس وقت سکوت

Marfat.com

فرمایا اور کوئی جواب نہیں دیا اس وقت میں نے اپنے آپ کو سخت مشکل میں پایا × × × × × ×
× × × × جلسے میں ایک طرف تو میرا نام مجوزین فہرست میں خلاف واقع لیا گیا اور جلسے کو دھوکا
دیا گیا، دوسری طرف اس بات کی کوشش کی گئی کہ میں جلسے میں بالکل سکوت اختیار کروں"۔

اب اس "عقدۂ دست بوسی" کا حل بالکل سامنے ہے۔ یہ مضطربانہ اظہار تعظیم وتکریم اس
لئے تھا کہ "اگر آپ خاموش نہ رہتے تو یہ کشتیٔ طوفان کیونکر ساحل مراد تک پہنچتی؟"

(۱۳)

حریفانِ خلوت نے "صحبت نیم شبی" کی مجلس خاص کے مزے لُوٹے، لیکن اس بادہ گسار ا
فیاضی کا اعتراف کرنا چاہئیے کہ صبح کی مجلس عام کو بھی سرشاری دیئے بے خودی سے محروم نہ
رکھا جائے، کیونکہ بارہ دری سے نکل کر جو کچھ گزری اس کی ذمہ داری تو کوئی نہیں لے سکتا اور کیوں
لے؛ لیکن اس میں شک نہیں کہ بارہ دری کے اندر تو سبھی مست تھے۔

بے خود اس دور میں ہیں سب حاتم
ان دنوں کیا شراب سستی ہے

لیکن ہم لکھ چکے ہیں کہ ہمارے ساقی مآب دوست نے پلائی تو ضرور کوئی ایسی ہی شے جس کا
رنگ سرخی مائل، اور نظروں کے لئے دلولہ انگیز تھا، لیکن اس میں شک ہے کہ کہیں پانی تو زیادہ
نہیں ملا دیا تھا، کیونکہ ہم نے ۲۸ رہی کو دیکھا کہ شام ہوتے ہوتے جمائیاں آنی شروع ہو گئیں
تھیں، اور چہرے اکثر بے حال تھے۔ بارہ دری سے نکلنے کے بعد ہی چند مدعیان آزادی ملے
جن سے ہم نے پوچھا کہ یہ کیا ہنگامہ تھا لیکن وہ رزولیوشن کا مطلب بھی نہ بتلا سکے! جب کہا کہ
بے سمجھے بُوجھے آپ نے بھی تو "رقص مغلوبہ" میں حصہ لیا تھا، تو یکا یک اُن کے سر میں خارش
شروع ہو گئی، حالانکہ اب ہاتھ کی جگہ، سر نہیں بلکہ پیشانی تھی ع

گیا ہے سانپ نکل، اب لکیر پیٹا کر

وہاں تو سب دم بخود رہے لیکن ڈیپوٹیشن کی شرکت کا مسئلہ ایسا نہ تھا جو بعد کو یاد نہ آتا
نے سُنا ہے کہ بقیہ تمام دن اسی معرکہ آرائی میں صرف ہوا ع

یہ بعد از انفصال اب اور ہی جھگڑا نکل آیا

Marfat.com

بزرگانِ پنجاب نے فوراً اپنا بستر لپیٹا کہ ہماری قائم مقامی کا لحاظ نہیں رکھا گیا اور صحبتِ نیم شبی کی کسی کو خبر نہیں دی، گویا اور تو تمام صوبوں کی قائم مقامی کا کامل لحاظ رکھا گیا تھا، سُنا ہے کہ جناب (راجہ صاحب) اسٹیشن دوڑے ہوئے گئے کہ خدا کے لئے اور جو جی میں آئے کیجئے، مگر روٹھ کر نہ جائیے ع

تم بھی سچے سہی اس بات کا جھگڑا کیا ہے؟

مسٹر محمد علی نے پہلے اُن کے بستروں پر قبضہ کیا تھا مگر نہ چلی - جناب راجہ صاحب گئے اور دلوں پر اس طرح قبضہ کر لیا کہ دو ممبر اور بڑھا دیئے ؎

رنجیدہ میرُدی زسرِ کوئے او سلیم
چوں میشود، بیا مَدا گر از قضا کسے؟

بمبئی کے لوگوں کو بھی سخت شکوہ تھا۔ ہمارے ایک دوست نے کہا کہ "صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب کو اعلانِ جنگ دے آیا ہوں جب یہ حال ہے تو آئندہ سے الفراق بیني و بینك" معلوم نہیں کہ اس الٹی میٹم کا کیا جواب ملا؟

-۵-

معتقد ہوں کعبے کا ناظم، مگر جا کر وہاں
عبرت آتی ہے، کہ کیا بُت خانہ ویراں ہو گیا

(۱)

مَیں لکھنؤ پہنچتے ہی پھر بیمار ہو گیا تھا، اس لئے یونیورسٹی ڈیپوٹیشن کے ٹوٹنے کی نسبت کچھ نہ لکھ سکا۔

لیکن اب ضروری ہے کہ اس کی نسبت چند کلمات عرض کروں:-

دنبالِ تو بُودن گنہ از جانبِ مانیست
با غمزہ بگو، تا دلِ مردم نہ رباید

کوئی واقعہ ہو اس پر سرسری نظر ڈال کر نہیں گزر جانا چاہیئے اور عبرت و بصیرت اندوزی

Marfat.com

کے لئے ہر وقت مستعد رہنا چاہیئے۔ کامیابی اور ناکامی، دونوں ہیں ہمارے لئے ذخائر عبرت ہیں، فتح و شکست، دونوں ہم کو نصیحت کر سکتی ہیں۔ اور غور کیجئے، تو تنبہ و اعتبار کا اصل وقت فتح ہی کی گھڑیاں ہیں۔ شکست کا وقت تو ماتم و حسرت میں بسر ہو جاتا ہے:۔ فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ

(پس اللہ کی طرف سے بشارت ہے، اُن بندوں کے لئے جو کلام حق کو کان لگا کر سنتے ہیں، اور اُس کی اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں، جن کے دلوں کو خدا نے ہدایت کے لئے کھول دیا ہے اور یہی عقل سلیم رکھنے والے ہیں۔

اس خبر کو سنتے ہی ہر شخص کی زبان سے بے اختیارانہ صدا جو نکلی ہوگی، وہ یہی ہوگی کہ "حق نے باطل پر، حریت نے استبداد پر، اور قوم نے افراد پر فتح پائی"

یقیناً فتح پائی، رات کی پردہ پوش اور جرائم پرور تاریکی میں نہیں، بلکہ علانیہ روز روشن کی فیصلہ کن روشنی میں فتح پائی۔ سازش و خدع کے ہتھیاروں سے نہیں، بلکہ حق اور راستبازی کے حربہ الٰہی سے فتح پائی۔ دولت و رسوخ، دبدبہ و سطوت، جمعیت و قوت اور ادعا و تحدی کی نمائش فروشیوں کی طاقت دکھلا کر نہیں، بلکہ بے سروسامانی و ضعف و عاجزی، قلت اعوان و انصار، اور فقدان اسباب و وسائل کے ساتھ فتح پائی۔ یقیناً یہ ایک فتح مبین تھی، مگر حق و باطل کی آویزش کی تاریخ میں یہ کوئی نیا واقعہ نہیں ہے، بلکہ اس کے خوارق و معجزات کو سنیئے، تو ان کے آگے اس فتح کی حقیقت ہی کیا ہے؟ اس سرزمین عجائب خیز کا ایک ایک ذرہ اپنے اندر سچائی کی فتح و نصرت کا ایک صحیفۂ خوارق رکھتا ہے، اور نہیں معلوم آغاز عالم سے اس وقت تک حق و باطل میں کتنے معرکہ ہائے زہرہ گداز ہو چکے ہیں؟ اول تو اُن واقعات کے مقابلے میں یہ معاملہ ہی کونسا ایسا عظیم الشان تھا؟ پھر باطل پرستی نے اسی دُنیا میں جیسی جیسی عظیم الشان قوتیں، اور قاہر و جابر فوجیں اپنے ساتھ رکھی ہیں، اُن کو سامنے لایئے تو معلوم ہو کہ اس معرکے میں وہ سامان ہی کسے میسر تھا؟ ہم نے حق و باطل کی جنگ آرائی کی تاریخ میں بڑے بڑے عظیم الشان تختوں کو الٹتے دیکھا ہے، جنکی سطح سونے کی تھی، اور جن کے حواشی پر لعل و جواہر سے گلکاری کی گئی تھی، ہم نے ان عظیم الہیئۃ اور قدیم البنیان مندروں اور ہیکلوں کی دیواروں کو سرنگوں دیکھا ہے، جن کے صحن چاندی اور سونے اور لعل و جواہر درفشاں بتوں سے رکے ہوئے تھے، ہم نے

Marfat.com

تاریخوں میں اُن معرکوں کی سرگذشت پڑھی ہے جن میں باطل پرستی کی فوجیں بے کنار سمندر کی طرح پھیلی ہوئی تھیں، مگر حق کا علم اپنے سائے میں صرف ایک ہی وجود بے سروسامان رکھتا تھا، مگر باین ہمہ عاقبتِ کار اسی کے لئے تھی۔ حق و صداقت کا حریف آج ہی پیدا نہیں ہوا ہے۔ وہ مع اپنی طاقتوں اور قوتوں کے ہمیشہ سے موجود ہے اور جب کبھی حق سے مقابل ہوا۔ تو اُس نے اپنی طاقتوں کی انتہائی نمائشیں کی ہیں۔ پس جب صدائے حق کی فتح یابیوں کی تاریخ ایسے عظیم الشان مقابلوں کا افسانہ سُناتی ہو، اس کے لئے آج کل کے بعض مدعیان کارفرمائی کے نمائشی ہنگامے کیا حقیقت رکھتے ہیں؟ جس دست و بازو نے آہن پوش حریفوں کی صفیں اُلٹ دی ہوں، اور باطل پرستی کے مہیب دیوؤں اور عفریتوں کو انگلیوں پر چرخ دے دے کر پٹکا ہو، اس کے لئے چاندی سونے کی چند متحرک پتلیاں کیا رعب و سطوت پیدا کر سکتی ہے؟

پس اس بنا پر جو کچھ ہوا، اس میں آپ کے لئے ندرت و تعجب کی کوئی بات نہیں، البتہ غور کیجئے تو عبرت و بصیرت ضرور ہے:۔ وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ (۴۵ : ۱۹)

(۲)

سب سے پہلی بصیرت جو اس واقعہ میں ہمارے لئے ہے، وہ وہی ہے جس کو آغاز اشاعت الہلال سے بار بار کہہ چکا ہوں، لیکن وہ میرا ایک ایسا اعتقاد محکم اور ایقان قلبی ہے، جس کی صدا ہر آن و ہر لمحہ میرے اندر سے اٹھتی رہتی ہے، اور میں خواہ کتنی ہی مرتبہ اس کو دُہراؤں، لیکن تھکنے کی جگہ ہر مرتبہ ایک راحتِ تازہ پاتا ہوں وہ حق کی فتح مندی، اور ہر مظہر باطل کی شکست کا قانونِ الٰہی ہے، جس نے ابتدا ہی سے اپنے حلقہ بگوشوں کو پیغام نصرت سُنا دیا تھا کہ:۔

وتلك الدار الاٰخرۃ نجعلها للذین لا یریدون علواً فی الارض ولا فسادا، والعاقبۃ للمتقین۔ (اور آخرکار کی کامیابیوں کا گھر اُن کے لئے ہے، جو دُنیا میں پیشوائی اور لیڈری کے خواہشمند نہیں، اور نہ اپنے اغراض و منافع کے لئے دنیا میں فساد پھیلاتے ہیں اور یاد رکھو، کہ ہر کام کا انجام اور آخر صرف اللہ سے ڈرنے والوں ہی کے لئے ہے۔)

قرآن کریم میں "العاقبۃ للمتقین" ہر جگہ اسی لئے کہا ہے کہ اغراض فاسدہ اور مقاصدِ

ردیہ گو بظاہر حق و صداقت کے مقابلے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، اُن کی کامیابی محض ہنگامی و عارضی ہوتی ہے، اور انجام کار کی فتح و فیروزمندی اُن کے حصے میں نہیں آسکتی۔ یہی آخر کی کامیابی ہے، جس کو خدا تعالیٰ نے اس دُنیا میں اپنی تائید غیبی کے اعلان کے لئے ایک نشانی قرار دیا ہے اور یہی اس کا دست نصرت ہے، جو حق کو نتائج و عواقب کی نصرت بخش کر تبلا دیتا ہے، کہ خود وہ کس کے ساتھ ہے؟ اگر ایسا نہ ہو تو پھر دُنیا شیطان کا تخت گاہ بن جائے اور خدا کی روشنی سے نسل آدم کی آنکھیں محروم ہو جائیں۔

کیا نہیں دیکھتے کہ قرآن کریم میں ہر جگہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کے اعمال کو (جن کے اغراض و مقاصد مرضات الٰہی کی خواہش اور نور صداقت و حق پژوہی سے خالی ہیں) ہمیشہ ان چیزوں سے تشبیہہ دی جاتی ہے جو اپنے اندر کوئی نہ کوئی کامیابی کا ہنگامی اثر و جلوہ ضرور رکھتی ہیں، لیکن پھر آخر میں اُن کی ناکامی نمایاں ہو جاتی ہے، مثلاً ایک جگہ فرمایا:۔

(اعمالھم کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماء، حتی اذا جاء لم یجدہ شیئاً و . . . . الخ) ان لوگوں کے کاموں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت کہ پیاسا آدمی دُور سے اُسے پانی سمجھ کر دوڑتا ہے، لیکن جب قریب پہنچتا ہے تو ریت کے تودوں کے سوا اور کچھ نہیں پاتا۔

ایک دوسرے موقعہ پر مکڑی کے جالے کی مشہور مثال دی:۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْلِیَآءَ کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ، اِتَّخَذَتْ بَیْتًا وَ اِنَّ اَوْھَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ، لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ (۲۹: ۴۱) (ان لوگوں کی مثال جو اللہ کے علاوہ اور لوگوں سے دوستی کرتے ہیں مکڑی کی ہے، مکڑی گھر بنانے کو تو بناتی ہے مگر گھروں میں کمزور ترین اسی کا گھر ہے۔ کاش یہ لوگ سمجھتے۔)

پہلی آیت میں اعمال ضلالت کی مثال اس شخص کی سی بتلائی، جو پیاسا ہو مگر دریا کی جگہ ریگستان کو سمندر سمجھ کر اُس کی طرف دوڑے، اور بالآخر ناکامی اور نامرادی کے سوا اُسے کچھ حاصل نہ ہو دوسری آیت میں مکڑی کے جالے سے تشبیہہ دی ہے کہ جو کام رشتہ الٰہی اور تعلق ایمانی کی قوت سے خالی ہوتے ہیں، اُن کی ہستی مکڑی کے جالے کی طرح ہوتی ہے، کہ جب تک وہ قائم

Marfat.com

ہے، نہایت مرتب و منظم نظر آتا ہے، لیکن جونہی ہوا کی ایک ہلکی سی موج بھی اس پر سے گزری، اور ھبَآءً منثورًا ہو گیا:- وَاِنَّ اَوْھَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ، لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ۔

(۳)

فی الحقیقت غور کیجئے، تو انسانی اعمال کی ضلالت کے لئے اس تشبیہہ و تمثیل سے بڑھ کر اور کوئی بیان نہیں ہو سکتا تھا، اور اصل یہ ہے کہ قرآن کریم کے سب سے زیادہ اسرار و معارف اسکی تمثیلوں اور تشبیہوں ہی میں ہیں:-

تقاصر عنہ افہام الرجال

مکڑے کا جالا کیسی عجیب اور مؤثر چیز ہے! کس ترتیب اور نظم کے ساتھ اس کا ایک ایک تار دوسرے سے ملحق ہے، اور کس درجہ کامل پر اشکال ریاضی کے تسویہ و تناسب کے ساتھ اس کے دائرے، دائروں کے مدارج، اور ہر درجے میں متعدد خانے ہوتے ہیں؟ پھر اس محنت و سعی پر نظر ڈالئے جو جالے کے بنانے میں وہ گوارا کرتا ہے۔ کیسی خود فروشانہ محویت کے ساتھ ایک ایک تار کو بنتا ہے، اور کس ان تھک سعی کے ساتھ، ٹوٹنے کے بعد پھر از سر نو بنانا شروع کر دیتا ہے۔ وہ گویا ایک نہایت منظم، مرتب اور خوشنما عمارت ہوتی ہے، جس کی تعمیر میں حیات دنیوی کی پوری قوت صرف کر دی جاتی ہے،۔ بایں ہمہ اس کے ثبات و قرار کا یہ حال ہوتا ہے، کہ اس کی تعمیر و تکمیل کے عین عروج کی حالت میں، اگر ہوا کی ایک ہلکی سی حرکت مقابل ہو جائے تو ایک لمحہ کے لئے بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ اور چشم زدن میں نابود و مفقود ہو جاتا ہے۔ بعینہ یہی حالت اُن تمام کاموں کی ہوتی ہے، جو حق و معروف کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں، یہ نہیں ہے، کہ اُن کو کامیابی نصیب نہیں ہوتی اگر وہ ابتدا سے ناکام و نامراد رہیں، تو عاقبت امور، اور نتائج اعمال کے فتح و ظفر کا فیصلہ بیکار ہو جائے، وہ بظاہر کامیاب ہوتے ہیں، اور مکڑی کے جالے کی ظاہر فریبی کی طرح دیکھنے والوں کو اُن کی کامیابی نہایت خوشنما اور منظم نظر آتی ہے وہ اپنے مقاصد ضلالت کی انجام دہی میں اُس سے کم محنت و سعی نہیں کرتے، جس قدر ایک مکڑا جالے کے بُننے میں تمام کرتا رہتا ہے، وہ اپنی دولت، اپنی عزت، اپنا رسوخ، اپنی صحت اور اگر قابلیت حاصل ہے، تو اپنی قابلیت، غرض کہ تمام قوتوں کو وقفِ اعمال ضلالت

Marfat.com

کر دیتے ہیں، پھر دُنیا دیکھتی ہے، کہ ایک نہایت خوشنما اور مرتب دائرہ بن کر طیار ہوگیا ہے جس میں طرح طرح کے خانے اور طرح طرح کے اشکال و صُور بنے ہُوئے ہیں۔ لیکن جس طرح مکڑے کے جالے کی ہستی اُس وقت تک ہوتی ہے، جب تک ہوا کا جھونکا اس پر سے نہیں گزُرتا، اسی طرح اس کی زندگی بھی صرف اتنی ہی دیر کے لئے نظر فریب رہتی ہے، جب تک یادِ حق و صداقت میں حرکت نہیں ہوتی ہے، اور اس کا رُخ اس کی طرف نہیں ہوا ہے، مکڑا اپنی تمام زندگی ایک ایسی شے کے بنانے میں صرف کر ڈالتا ہے، جسکو وہ اپنے لئے بہترین ذریعہ آرام و راحت سمجھتا ہے، مگر دراصل اس کی تمام زندگی ایک محض ناپائدار اور سریع الفنا عمارت بنانے میں ضائع جاتی ہے، بالکل اسی طرح یہ گم کردگان اعمال سمجھتے ہیں، کہ ہماری محنت ایک محفوظ اور مفید اغراضِ عمل کے انجام دینے میں خرچ ہو رہی ہے، حالانکہ "تارِ عنکبوت" کی طیاری کی طرح، اُن کی زندگی اور محنت کی یہ نامرادانہ تباہی ہوتی ہے، اور وُہ خود اپنے ہاتھوں اپنی قوتوں کو ضائع کر دیتے ہیں۔

پس حق کے مقابلے میں باطل کی کامیابی سے مغرور نہیں ہونا چاہیئے، کہ کامیابی تو ضرور ہوتی ہے، لیکن ثبات و قرار اور نتیجۂ آخر کی کامیابی ایک شے ہے، جس پر اس آسمان کے نیچے حق کے سوا کسی کا قبضہ نہیں۔ یہ بہت ممکن ہے کہ باطل کی سعی و محنت ایک نظر فریب چیز ہمارے سامنے پیش کر دے، اور بظاہر معلوم ہو کہ کامیاب ہوگیا۔ لیکن یہ کامیابی ایسی ہی کامیابی ہوگی۔ جیسی کہ مکڑے کو جالے کے بُننے اور طیار کر دینے میں حاصل ہوتی ہے، یہ نہیں ہوتا کہ اس کی سعی ناکام رہے، وہ جس گھر کو بنانا چاہتا ہے، اس کی تعمیر میں پوری طرح کامیاب ہو جاتا ہے، لیکن اس کو کیا کیجئے کہ جس مصالہ اور سامان سے بنایا جاتا ہے، اس سے کوئی پائدار چیز بن ہی نہیں سکتی۔

(۴)

مَیں کہنا چاہتا تھا کہ "یُونیورسٹی ڈیپوٹیشن" کی شکست میں قانونِ الٰہی کی ایک عبرت انگیز بصیرت پوشیدہ ہے، ایک مرتبہ گزشتہ تین ماہ کے واقعات کو یاد کر لیجئے اور دیکھئے کہ کس انتہائے جدوجہد اور کمال سعی و جانفشانی کے ساتھ "اربابِ حل و عقد" نے اس ڈیپوٹیشن کی عمارت کھڑی

کی تھی، اور بعض لوگوں نے اپنی کیسی کچھ گراں بہا چیزیں اس کے پیچھے نہیں دے دی تھیں، راتوں کی نیندیں اس کے لئے قربان کی گئیں، دن کا آرام و راحت اس کے لئے غارت ہوا بہت سے دعووں سے دست برداری کی گئی، اور اس صلح کے لئے جنگ کی فتحمندیوں کی نمائش و شہرت سے بھی ہاتھ اٹھا لیا گیا، مگر بایں ہمہ اس جد و جہد جوش و خروش، غرور و ادعا، طمانیت و استغنا، اور اظہار سطوت و جبروت کے بعد کیا نتیجہ نکلا؟ یہ کہ صدائے حق و معروف کے ایک جھونکے ہی میں اس بیت عنکبوت کا خاتمہ تھا:۔ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ، لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ہ

ہم بڑی چیز سمجھتے تھے، پہ میخانے میں
نکلا اک جام کی قیمت بھی نہ ایماں اپنا

جیسا کہ بار بار لکھ چکا ہوں، اس موقعہ پر بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اس واقعہ کو سرسری نظر کے حوالے نہ کیا جائے، یہ ایک بیّن ترین مثال تازہ ہے، اس امر کی کہ حق کی صدا، ضائع نہیں جا سکتی، اور گو دُنیوی اور انسانی طاقتیں کتنی ہی مخالف ہوں، لیکن وہ بالآخر کام کر جاتی ہے، کام کرنے والوں کے لئے امید اور ہمت کا یہ ایک پیغام ہے، اور منکرین قوت حق و معروف کے عبرت و موعظت کا ایک تازیانہ:۔ وتلک الامثال نضربها للناس لعلهم یتفکرون ہ

(۵)

۲۶ ر اور ۲۸ ر دسمبر کو جو اجتماع لکھنؤ میں ہوا تھا، وہ صحیح طور پر فونڈیشن کمیٹی کا اجلاس ہو نہ ہوا لیکن تاہم اسکو یونیورسٹی کا آخری فیصلہ کرنے کے لئے کافی سمجھا گیا، اور ڈیپوٹیشن کے انتخاب کے مسئلہ کو بظاہر عام اتفاق رائے سے منظور کرا لیا گیا۔ جلسہ کے بعد بھی ایک عرصے تک اگر کوئی صدائے مخالف نہیں اٹھی، اور پھر جناب نواب صاحب قبلہ کی تحریر شائع بھی ہوئی۔ تو اس میں نفس مسئلہ انتخاب وفد و تفویض اختیارات کاملہ کی نسبت چنداں اعتراض نہ تھا، بلکہ زیادہ تر اشخاص وفد کی قلت و کثرت اور طریق انتخاب کی بے قاعدگیوں پر اظہار تاسف کیا گیا تھا، نیز یہ کہ تحریر کا حاصل ڈیپوٹیشن کی شکست اور بالکلیہ برہمی۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ اس کارروائی کی مخالفت بحالت موجودہ بالکل بے سود نظر آتی تھی، کس کو اس کا خیال بھی ہو سکتا تھا، کہ اس تمام کارروائی ہی کو سرے سے باطل کر دیا جائے گا؟

اور قوم کو اس کی چھینی ہوئی "بلینک چک بک" پھر واپس مل جائے گی، جلسے میں جو آواز مخالفت کی بلند کی گئی تھی، وہ "لکھنو کی ناکام کوشش" تھی، اور اب "کامیاب حلقے کے لئے کوئی وجہ نہ تھی کہ لکھنو کی "کامیابی" کا "کلکتہ کی ناکامی" سے مبادلہ کرے لیکن باوجود اس کے عرصے کے بعد جب آواز بلند کی گئی، تو دو ہفتے کے اندر ہی اس کا اثر ہر طرف سے نمایاں ہونے لگا؛ اور رفتہ رفتہ حالات میں اس درجہ تغیر ہوا، کہ اضافہ و اصلاح ہی نہیں، بلکہ سرے سے ڈیپوٹیشن ہی کا خاتمہ کر دینا پڑا، اور جس عمارت کو تکمیل تک پہنچا کر اس کے گنبد اور برجیوں کے لئے اینٹیں چنی جا رہی تھیں اُس کی بنیاد ہی مسمار ہو گئی!!

پس نتیجہ یہ بتلانا ہے کہ ہمارے آگے "کامیاب" کاموں کا خواہ کیسا ہی محکم و قوی قلعہ ہو، اور خواہ مقاومت کا اصلی وقت گزر ہی کیوں نہ جائے، لیکن تاہم اعلانِ حق کی طاقتِ تسخیر اپنا اثر دکھلائے بغیر نہیں رہتی، اور اس کے لئے صرف یہ دیکھنا چاہیئے، کہ خود ہماری نیت اور حق پرستی کا کیا حال ہے، مقابل و حریف کی کامیابی کا کوئی سوال نہیں۔ آج کل حق کی غربت و کس مپرسی کا ایک خاص سبب یہ بھی ہے کہ لوگ اعلان حق و سعی اصلاح کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، لیکن اس خیال سے قدم نہیں اُٹھاتے، کہ مخالف کامیاب ہو چکے ہیں، اور ان کی مخالفت کا مناسب اور اصل وقت نہیں ہے، اس کا نتیجہ ہے، کہ اشخاص نکتہ چینی کی طرف سے بے پروا ہو گئے ہیں، اور سمجھتے ہیں، کہ ایک مرتبہ اگر وہ کسی طرح اپنے کاموں کو کامیاب دکھلا دینے میں کامیاب ہو جائیں گے، تو پھر کامیاب کاموں کی مخالفت کو بے سود و بے وقت سمجھ کر، کوئی مخالفت کا تصور بھی نہیں کرے گا، اس طرح کے کاموں کے لئے انہوں نے بعض اصطلاحیں وضع کر لی ہیں، مثلاً "طے شدہ مسئلہ" ۔ "اتفاق عام کا فیصلہ" ۔ "کثرت رائے کا فیصلہ" ۔ "کثرت رائے کا قرارداد"، قوم بھی بالعموم ان ترکیبوں سے مرعوب ہو گئی ہے۔ اور کسی بندۂ خدا کو مخالفت کا خیال ہوتا ہے۔ تو یہ سمجھ کر خاموش ہو رہتا ہے، کہ اب مخالفت کا وقت باقی نہیں رہا۔ ایک طے شدہ اور اتفاق عام کے فیصل کردہ مسئلے کی نکتہ چینی کرنا

Marfat.com

بالکل بے اثر بلکہ تمسخر انگیز ہوگا۔

مذہب، اخلاق، اور قانون، ہر لحاظ سے یہ ایک سخت خطرناک اور اصولی غلطی ہے، اور دراصل اعلان حق و امر بالمعروف کے سدباب کی ایک قومی علت لیکن میں اس وقت صرف اس تازہ ترین مثال پر توجہ دلاؤں گا۔ جو لوگ کسی سچی بات کو سچ کہنے کے لئے اس کا سچ ہونا کافی نہیں سمجھتے، اور اس کی ضرورت دیکھتے ہیں، کہ لوگ اُسے سچ مان بھی لیں، اُن کو اس مثال سے عبرت پکڑنی چاہیئے، مَیں نے جب عین جلسے میں ڈیپوٹیشن کی مخالفت کی تو اس سے بالکل بے پروا تھا، کہ نتیجہ کیا نکلے گا؟ پھر الہلال میں مضامین کا سلسلہ شروع کیا، تو اُس وقت بھی یہ خیال پیش نظر نہ تھا کہ سردست اس کوشش میں کامیابی ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ بار بار کہہ چکا ہوں، میرے عقیدے میں اس سے بڑھ کر کوئی توہین نہیں ہوسکتی، کہ اس کے اعلان کو نتائج اور کامیابی کے ظہور کا محتاج قرار دیا جائے۔ اگر ایسا ہو تو اس دُنیا میں، جس کا نصف کرہ ہر وقت تاریک رہتا ہے، کبھی بھی حق کی روشنی ظاہر نہ ہو، پس یہ محض ایک عقیدے اور رائے کا اظہار تھا، اور نتائج کے انتظار سے بالکل بے پرواہ، تاہم اگر نتیجہ خدا کے ایک عاجز بندے کے پیش نظر نہ تھا، تو کون کہہ سکتا ہے، کہ اس نصرت فرمائے حق و صداقت کی مشیت میں بھی نہ تھا، جس نے ہر کام میں عواقب اُمور کی کامیابی کو اپنی نصرت بخشی کی ایک آیت مبین اور اثر عظیم قرار دیا ہے؟ ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم، وان یخذلکم، فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ؟ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون ۔

نتیجہ نکلا، اور جس سرزمین میں ایک اینٹ بھی اپنی جگہ سے ہلائی نہیں جاسکتی تھی، وہاں آج ایک پوری بنی ہوئی عمارت اس طرح منہدم ہوگئی ہے کہ اس کے اطلال و آثار تک کا پتہ نہیں، اور (فونڈیشن کمیٹی) کا میدان جس طرح ۲۸ ردسمبر کی صُبح سے پہلے صاف تھا، اب پھر ویسا ہی بارعمارت سے سبکدوش ہوگیا ہے، قوم کو "چک وبک" واپس مل گئی ہے، اور آئندہ خواہ بنک کی دیواروں کے نیچے سرنگ کھود کر خزانہ ہی کیوں نہ نکال لیا جائے، مگر الحمدللہ اب تک کوئی چک اس کے نام

Marfat.com

نہیں گئی ہے۔

(۶)

ایک سب سے بڑی عبرت اس واقعہ میں قوم کے لئے یہ ہے، کہ وہ اپنی قوت کا اندازہ کرے، اور محسوس کرے کہ تغیرات حالات نے جو ہیبت و جبروت اُس کی آواز میں پیدا کر دیا ہے، یہ کیسی بدبختی ہے کہ خود وہ اُس سے غافل ہے؟ تلوار اگر کند ہو گئی ہے، تو شکایت کا موقعہ نہیں، لیکن افسوس اس کے حال پر ہے، جو اپنے ہاتھ میں ایک ایسی تیغ تیز رکھے، جس کی کاٹ کے خوف سے حریف کانپ رہا ہو لیکن خود وہ اس کے جوہر سے بے خبر ہو۔

دو سال سے قوم نے اپنی رائے اور آواز کی جو ہیبت اشخاص کے دلوں پر قایم کر دی ہے، وہ اصلی قوت عمل ہے، بشرطیکہ قوم اُس حربے سے کام لے، نیز یہ کہ صحیح معتدل، اور بروقت کام لے، فاؤنڈیشن کمیٹی کے گزشتہ اجلاس، اور پھر ڈیپوٹیشن کی شکست، یہ دو متضاد واقعات ہیں، جن کو جمع کرتا ہوں، تو اصلیت سامنے آجاتی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم کی بیداری میں شبہ نہیں، اس کی قوت اور ہیبت کے اعتراف سے بھی دلوں کو انکار نہیں، گو زبانوں کو انکار ہو، لیکن مصیبت یہ ہے کہ کہ برسوں کی تقلید اور اعتماد نے دماغوں کو معطل کر دیا ہے، خود اپنی سمجھ اور فکر سے کام لینے کی عادت مفقود ہے، اور میدان عمل میں نو آموزی اس پر مستزاد۔ نتیجہ یہ ہے کہ پہلے اشخاص کی قوت و استبداد سے شکست کھاتی تھی اب قوت سے نہیں، مگر غلط فہمی، سادہ لوحی، نو آموزی، اور خدع و فریب سے شکست کھا جاتی ہے، پھر اصلی مصیبت یہ ہے کہ تقلید و اعتماد بے جا کی عادتِ دیرینہ اب بھی زنجیر پا ہے، اور وقت پر معاملات کو سمجھنے اور غور کرنے کی قوت پیدا نہیں ہوئی ہے لیکن ساتھ ہی چونکہ حس و بیداری کے وجود میں شک نہیں اور حقوق کے مطالبہ کا خیال پیدا ہو گیا ہے، اس لئے اگر حقیقت سے پردے اُٹھا دئے جائیں، اور کوئی آواز چیخ چیخ کر اپنی طرف متوجہ کرنے کی پوری کوشش کرے، تو فوراً ایک حرکت ہر طرف پیدا ہو جاتی ہے اور لوگ ساتھ دینے سے انکار نہیں

Marfat.com

کرتے۔

آج جس قوم کی صدا نے "ارباب حل وعقد" کو مجبور کیا کہ ڈیپوٹیشن کی کارروائی منسوخ کردیں، وہ اس وقت بھی موجود تھی، جب ۲۸ دسمبر کو ڈیپوٹیشن کی تجویز نعرہ ہائے مسرت کے غلغلوں اور چیئرز کے صدا ہائے متصل و پیہم کے ہنگاموں میں پاس کی گئی تھی، ڈیپوٹیشن کی مخالفت میں جو خیالات آج الہلال کے صفحات پر شائع ہوئے، یہی خیالات تھے، جو میں تجویز کے پیش ہونے کے بعد ظاہر کئے گئے تھے، اور سننے والوں میں بھی بہت سے اشخاص وہی تھے، جنہوں نے الہلال کے صفحات پر آج نظر ڈالی۔ مگر پھر غور کیجئے کہ نتائج دونوں وقت کے لئے مختلف بلکہ متضاد ہیں؟

اس کی علت وہی ہے، جو سطور بالا میں ظاہر کی گئی، قوم کی بیداری اور صلائے حق کی سماعت کے لئے مستعدی میں شک نہیں، لیکن اس کا کیا علاج کہ وقت پر کام کرنے والوں کی نیرنگ طرازیوں اور شعبدہ سامانیوں کا ہجوم اُسے اصلیت کے سمجھنے کی مہلت ہی نہیں دیتا؟ لوگ قطعاً غلط فہمی میں پڑ گئے، اور بالکل نہ سمجھے، کہ ہم سے کیا مانگا جارہا ہے اور کیا ہے جو ہم نے اٹھا کر دے دیا ہے؟ خریداروں نے دراصل یہ سمجھنے کی فرصت ہی نہ دی کہ ع

مشتری چہ کس ست و بہائے ما چند ست

لیکن جب کچھ زمانہ گذر گیا، اور اس کے بعد اصلی حالات بہ عنوان خاص لوگوں کے سامنے پیش کئے گئے، تو غلط فہمی دُور ہونا شروع ہوئی۔ اور جو بات وقت پر نہ سمجھتے تھے، اب ہر شخص کے سمجھ میں آنے لگی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جلسے بھی منعقد ہوئے، تجویزیں بھی پاس ہوئیں، مضامین بھی نکلنے لگے اور قوم اپنی طاقت سے کام لینے کیلئے مستعد ہوگئی۔

پھر اس پہلو پر بھی نظر رہے کہ نواب صاحب قبلہ کا مضمون نکلا، لیکن کس طرح نذر غفلت واغماض ہو کر رہ گیا؟ اس موقعہ پر بھی لوگ محتاج تھے، کہ اُن کی غفلت پر ایک پُرزور صدائے تاسف بلند کی جائے۔ ان تمام حالات سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ بیداری پیدا ہوگئی ہے، مگر بیدار کرنے والوں کا کام ختم نہیں ہوا ہے، بلکہ سب سے زیادہ اہم کام ابھی باقی ہے، یہ بیداری کچھ مفید نہیں ہوسکتی، اگر کوئی ہاتھ غفلت کے نازک موقعوں پر بھی بیدار رکھنے

Marfat.com

کے لئے ہر وقت مستعد نہ رہے، اور ہمیشہ معاملات کی تہ اور اصلیت سے خبردار نہ کرتا رہے، لوگ اُٹھ بیٹھے ہیں مگر چلنے کے قابل نہیں، اور پھر لیٹ جانے کا کھٹکا ہر وقت لگا رہتا ہے۔

پس وقت ہے کہ کام کرنے والے قوم کی بیداری کی زیادہ رجز خوانی نہ کریں، بلکہ بیداری کو قوی، کرنے اور دماغ میں صحیح ہشیاری پیدا کرنے کی سعی میں مصروف ہو جائیں۔

(۷)

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ قوم نے اپنی آواز میں جو قوت پیدا کر لی ہے، وہ ایک اصلی قوتِ عمل ہے، جس کے بغیر کوئی نیا دَور پیدا نہیں ہو سکتا تھا، تاہم یہ ایک قوت ہے، اسی حالت میں مفید ہے جب کہ اس کا استعمال صحیح ہو، بس یہ بڑی سخت اور مہلک غلطی ہو گی اگر لوگ ان کامیابیوں پر مغرور ہو جائیں، اور افراد اپنی قوت سے جو فائدہ اُٹھاتے تھے، ویسا ہی غلط فائدہ قومی قوت اور رائے کے نام سے بھی اُٹھایا جائے، بہت بڑی ضرورت اس امر کی بھی ہے، کہ قوت کا استعمال ہمیشہ حزم و احتیاط، اور اعتدال، وصحت طریق استعمال کیساتھ ہو

نیکی کی تلقین اور بُرائی کی روک

Marfat.com

الامر بالمعروف والنہی عن المنکر

۱۱، ۱۸، ۲۵ اگست ۱۹۱۲ء

ان الحکم الا للہ

یکم جولائی ۱۹۱۳ء

Marfat.com

الامر بالمعروف والنّہی عن المنکر

-۱-

سچ یہ ہے کہ پُل صراط کی راہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ اور اس کے نیچے آتش جہنم کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ لیکن اس کا سامنا صرف قیامت ہی کے دن پر کیوں اُٹھا رکھا جائے؟ (الدنیا مزرعۃ الآخرۃ) آج دُنیا کے سفر میں بھی پُل صراط ہر شخص کے سامنے ہے۔

یہ پُل صراط درحقیقت (اخلاق) کی دشوار گزار راہ ہے۔ جذبات و امیال انسانی کے اعتدال کا لاینحل مسئلہ ہی اصلی پُل صراط ہے۔ بال سے زیادہ باریک، تلوار کی دھار سے زیادہ تیز اور اس کے نیچے ہلاکت و بربادی کا قعر، آدم کی اولاد میں سے کوئی نہیں جس کو اس پر ایک بار نہ گُزرنا ہو:- وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا، كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (۱۹: ۷۱)

(تم میں سے کوئی نہیں جو اس پر سے نہ گذرے، یہ ایک وعدہ اور فیصلہ ہے۔ جس کو خدا نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔)

اخلاق کے سینکڑوں مشکل مسائل میں سے ایک مشکل تر مگر اصولی مسئلہ حب و بغض، تولّا و تبرّا، تحسین و تذلیل اور عفو و انتقام کا بھی ہے۔ ایک طرف اخلاق ہم کو تلقین کرتا ہے کہ دل کو محبت کے لئے مخصوص کر دو کہ اس گھر کے لئے یہی فانوس موزوں ہے۔ اُنیس سو برس پیشتر

Marfat.com

کا ایک اسرائیلی واعظ کہتا ہے کہ:۔ دشمنوں کو بھی پیار کرو، کیونکہ اگر صرف چاہنے والوں کو چاہا تو تمہارے لئے کیا اجر؟

اخلاق کے اوّلین اور سامنے کے سبق یہی ہیں کہ پیار کرو، خاکسار بنو، کسی سے بُغض نہ رکھو، سب کی عزّت کرو، انسان کی انسانیت کا بغیر تفریق ادب کرو اور جس کو سامنے دیکھو سر جھکا دو، سوسائٹی نے بھی صدیوں سے اُن تعلیموں کو اعتقاداً قبول کرلیا ہے۔ اور اصطلاحی اخلاق، مروّت، پاس و لحاظ، شرم و حیا، شرافت و انسانیت تمام الفاظ انہیں معنوں میں بولے جاتے ہیں۔

لیکن اس کے مقابلے میں اسی اخلاق کا ایک دُوسرا پارٹ ہے۔ جہاں آ کر اس کی یہ غریب و مسکین صُورت ایک سخت اور جابرانہ خشونت سے مبدّل ہو جاتی ہے۔ اور دُنیا میں اگر اسکی صدا پہلی تعلیم دیتی ہے، تو خود اس کا عمل دوسری شکل میں سامنے آتا ہے، وہ چور کو قید کرتا ہے، قاتل کو پھانسی پر چڑھاتا ہے۔ نیکی کی جتنی تعریف کرتا ہے اتنا ہی بدی کو بُرا بھی کہتا ہے، زید کو کہتا ہے کہ وہ نیک ہے اس لئے اچھا ہے، عمر کو کہتا ہے کہ تم بداعمال ہو اس لئے بُرے ہو، ظالم سے اُس کے ظلم کا اور مجرم سے اُس کے جرم کا مُطالبہ کرتا ہے، پہلی حالت میں جس قدر عاجز تھا۔ اتنا ہی اس حالت میں مغرور و متکبر ہو جاتا ہے۔ پہلے اگر عاجزوں کے جُھکے ہُوئے سروں کو اُٹھا کر اپنے سینے پر جگہ دیتا تھا، تو اب سرکشوں کے سروں کو ٹھوکروں سے پامال کرتا ہے۔ اور پھر ساتھ ہی حالت یہ ہے۔ کہ اُس کی پہلی تعلیم سے اگر صرف معبدوں اور خانقاہوں میں رونق پیدا ہوئی تھی تو اس عمل سے پُوری دُنیا میں انتظام اور قانون قائم ہوتا ہے۔

ایسی حالتمیں اصُول کے لئے ایک سخت تصادم اور کشمکش پیدا ہو جاتی ہے۔ اور فیصلہ ہکا بکا رہ جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان متضاد حالات میں راہ تطبیق کیا ہے؟ عفو و درگزر کے اصُول سے کام لیجئے تو دُنیا میں نیکی و بدی کی تمیز اُٹھ جاتی ہے۔ انتقام و پاداش کی راہ اختیار کیجئے تو دُنیا سے رحم و محبت نابُود ہو جاتی ہے، سب کو اچھا کہیئے، تو صرف اچھوں کے لئے پھر آپ کے پاس کیا ہے، بُرائی کیجئے تو اس کے حدُود اور فیصلہ کُن اصُول کیا ہیں؟

Marfat.com

آج مُلک میں جو طبقہ شخصی حکومت کے جراثیم سے مریض ہو رہا ہے وہ گو خود جاں بلب ہے، مگر اُس کی نظر اپنے مرض پر نہیں، بلکہ دوسروں کی شکایتوں پر ہے، غلامی کے حلقوں کے لئے سب کے کان چھیدے ہُوئے ہیں۔ پاؤں برسوں سے بوجھل بیڑیوں کے عادی ہو گئے ہیں۔

ان حلقوں اور بیڑیوں کے لئے ضرور نہیں کہ وہ تخت و تاج ہی کے طرف سے بخشے گئے ہوں بلکہ ہر چاندی کا ڈھیر، ہر قیمتی کپڑا، ہر قیمتی موٹر، ہر ہوٹل کی اعلیٰ ترین منزل کا مقیم، اور ہر وہ مدعی جس کے گلے میں طاقت اور جیب میں سکّے ہوں ایک قانون اور موروثی حق رکھتا ہے کہ جس کو چاہے اپنے حلقہ غلامی کے انتساب کا فخر دے دے۔ رسُولؐ عربی کے وقت تین سو ساٹھ بُت تھے۔ جن سے بیت خلیلؑ کی دیواریں چھُپ گئی تھیں، لیکن آج اُس کی اُمّت میں ہر چمکیلی ہستی لات و منات کی قائم مقام ہے۔ اور ہر حاکم اور ہر رئیس، ہر حکام رس اور سب سے آخر، مگر سب سے پہلے، ہر خوش لباس لیڈر ایک بُت کا حکم رکھتا ہے۔ پُوری ملّت موحدؑ انکی پُوجا اور پرستش میں مشغول ہے، اور بعینہ اس پرستش کا وہی جواب رکھتی ہے جو قریش مکّہ کے پاس تھا کہ:۔ ما نعبدھم الا لیقربُونا الا اللہ زلفی ویعبدون من دون اللہ مالا ینفعھم ولا یضرھم ویقولون ھٰولاء شفعاءنا۔

اس انسانی پرستش ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ بالعموم طبیعتیں مدح و تحسین کی عادی ہو گئی ہیں، نکتہ چینی اور نقد و اعتراض کی متحمل نہیں ہو سکتیں، ہر شخص مخاطب سے اگر کوئی امید رکھتا ہے تو وہ یہی ہوتی ہے کہ مدح و منقبت کا ترانہ سُنائے۔ اور بادۂ تحسین و آفرین کی پے در پے بخشش سے ساقی کا ہاتھ کبھی نہ تھکے۔ شرک و بُت پرستی کے اس عام سکون میں اگر کوئی صدائے توحید خلل انداز ہوتی ہے تو ہر طرف سے اپنے قدیمی پیشرو کی طرح:۔ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ٥ (۲۶: ۲۹) (اگر میرے سوا کسی دوسری ذات کو تونے اپنا معبود بنایا تو میں تجھ کو قید کر دوں گا۔) کا غل مچ جاتا ہے۔ اور صرف یہ معبودانِ باطل ہی نہیں بلکہ اُن کے پرستار بھی چاروں طرف سے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ یہ ایک قدیمی سنّت ہے۔ اور دُنیا میں جب کبھی سچائی آئی ہے۔ تو اس کو ہمیشہ ہی ایسے لوگوں سے مقابل ہونا پڑا ہے:۔ فما کان

Marfat.com

جواب قومہ، الا ان "قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ" (۲۱: ۶۸)

ایسے موقعوں پر عموماً اخلاقی مواعظ سے کام لیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ بڑے آدمیوں پر حملہ کرنا انسانیت اور تہذیب کے خلاف ہے۔ گالیاں دینا کوئی اچھی عادت نہیں، اختلاف رائے ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ مخالف آرا رکھنے والوں کی تذلیل وتحقیر کی جائے، پھر اگر آپ ایسا کرنے کے لئے مجبور ہیں تو ذرا لہجہ نرم کیجئے اور شکایت بھی کیجئے تو شکر کے لہجہ میں کیجئے، نرمی اور محبت سے کام نکلے تو سختی دکھلانا شان شرافت نہیں۔

آج کل بھی کہ ہشیاری وبیداری کی نہیں تو خمار وسرشاری کی ایک کروٹ تو مسلمانوں نے ضرور بدلی ہے۔ نکتہ چینیوں کی زبانوں کو ایسے ہی ظاہر فریب اور اخلاق نما جملوں سے بند کیا جا رہا ہے، پس ہم چاہتے ہیں کہ سب سے پہلے اصولاً اس مسئلے پر غور کریں کہ فی الحقیقت اس بارے میں کوئی فیصلہ ہمارے پاس ہے یا نہیں؟ کسی کو برا کہنا یقیناً اچھی بات نہیں، دل محبت کے لئے ہے نہ کہ عداوت کے لئے۔ لیکن کیا ایسی صورتیں ہیں۔ جن میں یہ برائی بھی سب سے بڑی نیکی اور بھلائی ہو جا سکتی ہے؟

سب سے پہلے اُسے اخلاق کے عام اصول کے لحاظ سے دیکھئے جب بھی فیصلہ صاف صاف ہے، دنیا میں جس دن اخلاق نے کہا کہ نیکی کو نیک اور نیک عمل کو اچھا کہو، کیونکہ بغیر اس کے دنیا میں نیکی زندہ نہیں رہ سکتی، اُس وقت اُس نے ضمناً یہ بھی کہہ دیا کہ نیکی کی خاطر بدی کو برا اور بدعمل کو قابل نفرین سمجھو کیونکہ نیکی کو اس کا حق تحسین مل نہیں سکتا جب تک بدی کو اس کی سرزنش اور نفرین نہ مل جائے۔

زیادہ غور کیجئے تو یہ ایک قدرتی اور عام معمول بہ بات ہے۔ گو اُس کا آپکو حس نہ ہو، دنیا میں اخلاقی محاسن فی الحقیقت ایسے اعراض ہیں، جو بغیر کسی اضافی تعلق کے کوئی وجود مستقل نہیں رکھ سکتے۔ یہی سبب ہے کہ اُن کا فیصلہ قطعی ہمیشہ سے مشکل رہا ہے اور اب بھی مشکل ہے۔ پس اُن محاسن وفضائل کا اگر کوئی معبود ہے تو صرف اُن کے اضداد کے تقابل ہی کا نتیجہ ہے، جب رذائل انسانی کو نمایاں نہ کیجئے گا، فضائل انسانی وجود پذیر نہ ہوں گے۔ اس کے لئے روشنی اور تاریکی کی مثال شاید فہم مقصد میں معین ہو کہ روشنی کا وجود صرف تاریکی کے وجود

Marfat.com

ہی کا نتیجہ ہے۔

رہا، اخلاقی تلقینات اور اعمال کا اختلاف، تو یہ اخلاق کے ہر مسئلے میں درپیش ہے۔ مگر درحقیقت دونوں صورتوں میں کوئی تضاد نہیں۔ اخلاق دُنیا میں کسی شے کو فی نفسہٖ اچھا یا بُرا کہنے کا فیصلہ نہیں کرسکا۔ اس کی ہر تعلیم نسبت و اضافت سے وابستہ ہے اور اسکی تبدیلی کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ کوئی شے اس کے آگے نہ اچھی ہے اور نہ بُری، ایک ہی چیز کا بعض حالتوں میں نام نیکی ہوتا ہے اور بعض حالتوں میں بدی۔ یہی حال اس مسئلہ کا بھی ہے، عفو ودرگذر، آشتی و محبت نرمی و عاجزی انسان کے لئے سب سے بڑی نیکی ہیں لیکن کن کے سامنے؟ عاجزوں اور درماندوں کے سامنے، نہ کہ ظالموں اور مجرموں کے آگے، ایک مسکین وفلاکت زدہ پر رحم کیجئے تو سب سے بڑی نیکی، اور ایک ظالم پر کیجئے تو سب سے بڑی بدی ہے۔ گرے ہوؤں کو اُٹھائیے تاکہ وہ چل سکیں، لیکن اگر سرکشوں کو ٹھوکر نہ لگائیے گا تو وہ گرے ہوؤں کو اور گرادیں گے، قانون کو دیکھئے تو وہ جرم کو روکنے کے لئے خود جرم کرتا ہے۔ خونریزی اس کے سامنے سب سے بڑی معصیت ہے۔ لیکن خونریزی کو روکنے کے لئے وہ قاتلوں کے خون بہانے ہی میں امن دیکھتا ہے۔ قاتل کا قتل بدی تھا، لیکن عدالت کا فتوائے قتل نیکی ہوگیا۔

ہم نے بغیر کسی ترتیب کے چند جملے پھیلا دیئے، کیونکہ یہ اخلاق کے ایسے عام اعمال ہیں، جن کو یاد دلا دینا کافی ہے، پس جو لوگ کہتے ہیں کہ ہر انسان اخلاقاً نرمی و آشتی اور محبت وعفو کا مستحق ہے اور کسی کا بُرائی کے ساتھ ذکر کرنا اخلاق کے نام سے ایسی سخت بداخلاقی کی تعلیم دینا چاہتے ہیں۔ جس پر اگر ایک لمحے کے لئے بھی عمل کیا جائے تو دُنیا شیطان کا تخت گاہ بن جائے۔ نیکی و اعمال صالحہ کا نظام درہم برہم ہوجائے، قانون، اخلاق، مذہب، حسن و قبح کی تمیز اور نور و ظلمت کی تفریق، کوئی بھی خدا کو خوش کرنے والی چیز دُنیا میں باقی نہ رہے۔

یاد رکھو کہ ہر محبت کے لئے ایک بغض لازمی ہے، اور کوئی عاجزی نہیں کرسکتا جبتک کہ متکبر ومغرور بھی نہ ہو، نیکی کو اگر پسند کروگے تو اُس کی خاطر بدی کو بُرا کہنا ہی پڑے گا اور خدا کو خوش رکھنا چاہتے ہو تو شیطان کی دشمنی کی پرواہ مت کرو۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ اُس کے لئے فیصلہ کُن حدود معین ہونے چاہئیں، نرمی و آشتی اور عفو

و درگذر کے مقامات کیا کیا ہیں اور سخت گیری و پاداش و انتقام کا حق کس موقعہ پر حاصل ہوتا ہے؟
عام اخلاق کے اصول بھی ان سوالوں کا جواب شاید دے سکتے ہیں، مگر ہم تو دُنیا کی ہر شے کو مذہب ہی میں ڈھونڈتے ہیں۔ اور پھر اس کے بعد نہیں جانتے کہ دُنیا میں اور کیا کہا جاتا ہے؟ ہمارے ہاتھ میں قرآن کریم ایک امام مبین، تبیانًا لکل شیئ، بیان للناس، نور و کتاب مبین، اور انسان کے ہر اختلاف و نزاع کے لئے ایک حاکم ناطق ہے اور پھر اس کا عملی نمونہ اور وجودِ ظلی اس کے حامل و مبیّن کی زندگی کے اعمال ہیں کہ (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ) پس ان سوالوں کے جواب بھی وہیں ڈھونڈھنا چاہیئے۔

(اسلام) نے اپنی تعلیم و دعوت اور اپنی امّت کے قیام و بقا کے لئے اساس اوّلین اور نظام بنیادی ایک اصول قرار دیا ہے۔ اور اس کو وہ "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" سے تعبیر کرتا ہے۔
وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ (۳ : ۱۰۴) (تم میں ایک جماعت ہونی چاہیئے جو دُنیا کو نیکی کی دعوت دے، بھلائی کا حکم کرے، اور برائی سے روکے وُہی فلاح یافتہ ہیں۔)

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے دعوتِ الی الخیر، أمر بالمعروف، اور نہی عن المنکر کو بطور ایک اصول کے پیش کیا ہے۔ اور مسلمانوں میں سے ایک گروہ کا اس کو فرض قرار دیا ہے۔ لیکن اس رکُوع میں آگے چل کر دوسری آیت ہے:۔ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ، تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (۳ : ۱۱۰) (تمام امتوں میں تم سب سے بہتر امت ہو کہ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔)

ایک تیسری آیت میں مسلمانوں کا یہ ملی امتیاز اور قومی فرض زیادہ نمایاں طور پر بتلایا ہے:۔
وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔
(اور اسی طرح ہم نے تم کو درمیان اور اوسط کی اُمّت بنایا تاکہ اور لوگوں کے مقابلے میں تم گواہ ہو اور تمہارے مقابلے میں تمہارا رسُول گواہ ہو۔ ۲ : ۱۴۳)

-۲-

اسلام نے اپنی تعلیم و دعوت اور اپنی امت کے قیام و بقا کے لئے اساس اولین اور نظام بنیادی ایک اصول قرار دیا ہے۔ اور اس کو وہ "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" سے تعبیر کرتا ہے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (۳ : ۱۰۴)

(تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیئے، جو دنیا کو نیکی کی دعوت دے، بھلائی کا حکم کرے، برائی سے روکے وہی فلاح یافتہ ہیں۔)

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے دعوت الی الخیر، امر بالمعروف، اور نہی عن المنکر کو بطور ایک اصول کے پیش کیا ہے۔ اور بظاہر مسلمانوں میں سے ایک گروہ خاص کا اس کو فرض قرار دیا ہے۔ لیکن اس رکوع میں آگے چل کر دوسری آیت ہے:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (۳ : ۱۱۰)

(تمام امتوں میں سے تم سب سے بہتر ہو کہ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔)

ایک تیسری آیت میں مسلمانوں کا ملی امتیاز اور قومی فرض زیادہ نمایاں طور پر بتلایا ہے:۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (۲ : ۱۴۳)

(اور اس طرح ہم نے تم کو درمیانی اور وسط کی امت بنایا تاکہ لوگوں کے مقابلے میں تم گواہ بنو اور تمہارے مقابلے میں تمہارا رسول گواہ ہو۔)

تفسیر آیات | ان تینوں آیتوں میں خدا تعالیٰ نے خاص طور پر مسلمانوں کا اصلی مشن، مقصد تخلیق، قومی امتیاز اور شرف خصوصی اس چیز کو قرار دیا ہے۔ کہ گو دنیا میں اعلان حق ہر برگزیدہ ہستی اور جماعت کا فرض رہا ہو مگر مسلمانوں کا سرمایۂ زندگی یہی فرض

Marfat.com

ہے۔ وُہ دُنیا میں اس لئے کھڑے کئے گئے ہیں کہ خیر کی طرف داعی ہوتے نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ اور بُرائی کو جہاں کہیں دیکھتے ہیں۔ اپنے تئیں اس کا ذمہ دار سمجھ کر روکتے ہیں۔ آخری آیت میں کہا کہ تم کو ایک وسطی مِلت بنایا گیا تاکہ تم اولین و آخرین کے لئے گواہ بن سکو اور اس امر کی کہ تم نے اپنا یہ فرض ادا کیا یا نہیں تمہارا رسُول امین اللہ کے آگے گواہ ہو۔ اخلاق کے تمام دفتر متن قرآن کا یہی اصُول ہے۔ دُنیا میں سوسائٹی کے آداب اور قانُون کا احتساب بھی اسی اصُول پر قایم ہے۔

گو تفصیل کا موقعہ نہیں مگر اُن آیات کے متعلق چند تفسیری اشارات کر دینا فہم مقصد میں معین ہوگا۔

امر بالمعرُوف حکم عام ہے دوسری آیت میں اس لئے (المعروف) اور (المنکر) پر الف لام استغراق کے لئے آیا تاکہ (بقول امام رازی) معروف اور منکر میں کوئی تخصیص و تحدید باقی نہ رہے۔ اور ظاہر ہو جائے کہ وہ ہر نیکی کے لئے آمر اور ہر بدی کے لئے ناھی ہیں۔ عام اس سے کہ وہ کہیں ہو اور کسی صُورت میں ہو۔ (وھذا یقتضی کونھم آمرین بکل معروف وناھین عن کل منکر۔ تفسیر کبیر۔ ج۔ ۲۔ صفحہ ۲۲۵)

مسلمانوں کے ملی شرف وفضیلت کی علت (خیر امۃ اخرجت للناس) کے بعد امر بالمعروف کا ذکر کیا، اور یہ اس لئے کہ پہلے وصف بیان کر کے پھر اُس کی علت بیان کی جائے، یعنی مسلمانوں میں بہترین امت ہونا صرف اُن کے اس وصف پر منحصر ہے کہ وہ آمر بالمعرُوف ناہی عن المنکر ہیں۔ خیر کی دعوت دیتے ہیں اور شر سے روکتے ہیں (کما نقول زید کریم، یطعم الناس ویکسوھم) اور یہیں سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر یہ وصف امتیازی اُن سے جاتا رہے۔ تو پھر وُہ بہترین اُمت ہونے کے شرف سے بھی محروم ہو جائیں اور ان کا اصلی قومی امتیاز اُن میں باقی نہ رہے۔

تیسری آیت کی تفسیر تیسری آیت میں اُن کو وسط کی اُمت قرار دیا اور پھر اس کا سبب یہ بیان کیا گیا کہ "تاکہ تم لوگوں کے لئے گواہ ہو" افسوس ہے کہ ایسی صاف اور سلجھی ہُوئی بات میں بھی ہمارے بعض مفسرین نے لاحاصل بحثیں پیدا کر دیں اور اس بحث

Marfat.com

میں بحث میں پڑ گئے کہ یہ شہادت دُنیا میں ہوگی یا آخرت میں؟ اسلام کا اصلی کارنامہ غیرفانی دُنیا ہی کی اصلاح تھا، مگر مفسرین اس کی طرف سے اس درجہ غافل ہیں کہ ہر شے کو آخرت ہی پر اُٹھا رکھنا چاہتے ہیں۔ ایک دوسرے موقعہ پر اسی شہادت کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی ذکر کیا گیا ہے کہ:۔ کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم۔ (میں اپنی اُمت پر شاہد تھا، جب تک کہ میں اُن میں موجود تھا۔)

اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنی اُمت میں دُنیا کے اندر موجود تھے نہ کہ آخرت میں پس یہاں بھی شہادت سے وُہی شہادت مُراد ہے جو دُنیا کی زندگی میں انجام دی جا سکتی ہے۔

تاہم (علامہ رازی) کا ہمیشہ ممنون ہونا پڑتا ہے کہ وہ گو ہر آیت کے متعلق طرح طرح کی توجیہات جمع کر دیتے ہیں۔ مگر پھر بھی ایک نہ ایک ایسی توجیہہ ضرور اُن میں موجود ہوتی ہے۔ جو اصل حقیقت سے پردا اُٹھا دیتی ہے۔ اور وُہی خود اُن کی ذاتی رائے ہوتی ہے۔ اس آیت کے متعلق بھی اُنہوں نے دُوسرے قول بیان کرتے ہُوئے جو کچھ لکھ دیا ہے وہ بالکل صاف اور غیر پیچیدہ ہے۔ (ج۔۱: ۵۳۴)

امتہ وسطاً

اصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے امر بالمعرُوف اور نہی عن المنکر کو مُسلمانوں کا فرض منصبی قرار دیا ہے اور فی الحقیقت ایسا کرنا دُنیا میں عدل حقیقی کو قائم کرنا تھا، بُرائی اگر روک دی جائے، اور نیکی کو رائج کر دیا جائے تو دُنیا کے نظم کے قوام کا اس کے علاوہ اور کیا اعتدال ہو سکتا ہے؟ عدل کے معنی ہیں۔ عدم افراط و تفریط، یعنی کسی شے کا نہ زیادہ ہونا اور نہ کم ہونا، اور یہ درجۂ مقام (وسط) اور درمیانی ہے۔

گناہ کی حقیقت اور اصطلاح قرآنی میں "اسراف"

دُنیا میں جس قدر بُرائیاں ہیں۔ غور کیجئے تو وہ افراط و تفریط کے سوا اور کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ انسان کے تحفظ خود اختیاری اور حفظ حقوق کے لئے غیرت، غضب اور ہیجان کا ہونا ضروری تھا، لیکن جب جذبات اپنی حد سے آگے قدم بڑھاتے ہیں تو فطرت کی بخشی ہوئی ایک شے جو یقیناً نیکی تھی یکا یک بدی بن جاتی ہے اور اس کا نام جُرم اور گناہ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے اپنی اصطلاح میں ہر جگہ معصیت اور گناہ کے لئے (اسراف) کا لفظ اختیار

Marfat.com

کیا :- (قل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ) "اے وہ میرے بندو، کہ تم نے اپنے نفسوں پر اسراف کیا ہے، رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہو" یہاں مسرفین سے مراد سخت درجے کے گناہ گار اور معصیت شعار انسان ہیں کیونکہ آیت کا شانِ نزول، نیز آگے چل کر (ان اللہ لا یغفر الذنوب جمیعًا) کہنا اس کی پوری تشریح کر دیتا ہے۔ اسراف کی تعریف (صرف الشی فیما ینبغی، زائداً علیٰ ما ینبغی) اور (تجاوز الحد فی کل شیئ۔ "راغب") ہے۔ یعنی "کسی چیز کو اُس کی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اور ہر شئے کا اپنے حد سے تجاوز کر جانا" اس سے بڑھ کر گناہ کی کیا تعریف ہو سکتی تھی کہ وہ قوتوں اور خواہشوں کے بے اعتدالانہ خرچ کا نام ہے۔ (اسراف) کے علاوہ اصطلاح قرآنی میں ایک لفظ (تبذیر) بھی ہے جیسا کہ فرمایا :- اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنِ (بے موقع و بے ضرورت مال و دولت خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں) لیکن تبذیر اور اسراف میں ایک باریک فرق یہ ہے کہ کسی شے کے خرچ کرنے کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں، بعض چیزیں خرچ تو کی جاتی ہیں اُن کے ٹھیک مصرف میں، لیکن تعداد صرف ضرورت اور حدِ معینہ سے زاید ہوتی ہے اور طریقِ صرف صحیح نہیں ہوتا، مثلاً ایک مجرم پر اُس کے قصور سے زیادہ غضبناک ہونا اور مناسب سزا دینے کی جگہ مار پیٹ سے کام لینا۔ بیشک ایک مجرم کو اُس کے جرم کی پاداش ملنی چاہیئے اور اس لحاظ سے آپ کے غضب کا خرچ اپنے صحیح مصرف میں ہُوا، لیکن جس مقدار اور جس صُورت میں غصّے کو آپ خرچ کر رہے ہیں یہ اُس کے حدُود اور اُس کی ضرورت سے زیادہ ہے۔ اور اُسی کا نام (اسراف) ہے۔

برخلاف (تبذیر) کے کہ اُس کی تعریف (صرف الشی فیما لا ینبغی) بیان کی گئی ہے یعنی "کسی چیز کو اُس کے مصرف کے علاوہ دوسری جگہ خرچ کرنا"۔ مثلاً دولت نفس کے ضروری آرام و آسائش، اعزا و اقارب کی اعانت، اور اعمال حسنہ میں خرچ کرنے کے لئے ہے۔ مگر آپ اُسے محض جاہ و نمائش، دنیوی عزت اور حکام کی نظروں میں رسُوخ حاصل کرنے کے لئے یا سمائے مختلفہ لٹانا شروع کر دیں، تو قرآن کریم اس کو (تبذیر) سے تعبیر کریگا اور چونکہ اس کا نقصان اسراف سے شدید تر ہے۔ اس لئے وعید بھی سخت وارد ہوئی [illegible] کے لئے تو صرف (اِنَّ اللہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ) "خدا اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا"۔ فرمایا [illegible] (تبذیر) کے مرتکبین کو (کانوا

Marifat.com

اخوان الشیاطین) کہہ کر "شیطان کے خویش واقارب" میں شمار کیا گیا۔ اسراف اور تبذیر کا یہ فرق خود قرآن کریم سے ماخوذ ہے۔ تفسیر بالرائے نہیں ہے۔ یہ دونو لفظ جہاں جہاں بولے گئے ہیں اگر ان کا استقصا کیا جائے تو خود بخود یہ فرق ظاہر ہو جائے گا۔ مثلاً:۔

کلوا واشربوا ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین — کھاؤ اور پیو لیکن اسراف نہ کرو اللہ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

بھوک اور پیاس میں غذا اور پانی کا صرف، ایک بالکل صحیح مصرف کا خرچ ہے۔ اور اشیا کا بے موقع خرچ کرنا نہیں ہے۔ مثلاً کھانے ہی کے لئے ہے اور پانی پینے ہی کے لئے، لیکن اگر حد خواہش اور ضرورت سے زیادہ کھایا جائے، یا ان کی طیاری اور طریق اکل وشرب میں بے جا روپیہ خرچ کیا جائے تو یہ اسراف ہو جائے گا۔ اس لئے فرمایا کہ اسراف مت کرو۔ لیکن ایک دوسرے موقعہ میں صورت خرچ اشیا اس سے مختلف تھی:۔

وآت ذا القربیٰ حقہ والمساکین وابن السبیل، ولا تبذر تبذیراً — اور اقارب کا حق انکو دو، نیز مسکین اور مسافر کے حقوق ادا کرو اور دولت کو بے جا ضائع مت کرو۔

یہاں چونکہ مقصود یہ تھا کہ دولت کا مصرف صحیح، اعزاء اقارب وغیرہ کے حقوق ادا کرنا ہے، پس دوسرے کاموں میں اس کو بے موقع خرچ نہ کرو:۔ اس لئے اسراف نہیں کہا بلکہ تبذیر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔

رجوع الی المقصود حاصل سخن یہ ہے کہ گناہ، فسق، جرم اور ہر وہ شے جس کا شمار برائیوں اور بدیوں میں ہے، فی الحقیقت بے اعتدالی اور افراط و تفریط ہی کا نام ہے۔ اس کے مقابلے میں نیکی اور خیر کو صرف ایک لفظ (عدل) سے تعبیر کیجئے کہ ہر وہ شے جس میں عدل پایا جائے، یقیناً نیکی اور عمل خیر ہے، قرآن ہر جگہ ہر طرح کے محاسن کو اس جامع ومانع لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔ اس کی اصطلاح میں صراط المستقیم، توازن قسط، میزان الموازین، قسطاس المستقیم، اور عدم تطفیف اور اس کے بیسیوں الفاظ اس ایک مقام عدل سے عبارت ہیں، وہ ہر جگہ امور بد تعلیم میں لا تعتدوا (زیادتی مت کرو) اور اعدلوا (عدل کرو) کے اصول

Marfat.com

کی دعوت دیتا ہے اور اسی راہ عدل کو اقرب الی التقویٰ بتلاتا ہے اس کی تعلیم کا خلاصہ ہر شے ہیں۔ خواہ وہ اُس کی عبادت اور بندگی اور خواہ اُس کی راہ میں خیرات و بخشش ہی کیوں نہ ہو۔ یہ ہے:۔

وَلَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ؕ (۱۷: ۲۹)

اور اپنا ہاتھ نہ تو ایسی طرح سکیڑ و کہ گویا گردن میں بندھ گیا ہے اور نہ بالکل پھیلا ہی دو، ورنہ تم خالی ہاتھ بیٹھے رہ جاؤ گے اور لوگ تم کو ملامت کریں گے۔

ہر کام کے لئے اُس آیت میں اعتدال کی ایک جامع مثال بیان کر دی گئی ہے۔

امر بالمعروف و نھی عن المنکر سے مقصود قیام عدل ہے پس جیسا کہ ہم نے ابتدا میں اس طرف اشارہ کیا تھا، جس جماعت کا فرض دعوت الی الخیر، امر بالمعروف، اور نہی عن المنکر ہو گا، وہ دُنیا میں ایک ایسی طاقت ہو گی جو صرف نیکی ہی خاطر دُنیا میں بھیجی گئی، اور چونکہ نیکی عبارت ہے عدل سے، اور بدی اُس کے عدم سے، اس لئے فی الحقیقت وہ عدل کو قائم رکھنے والی اور ہر افراط و تفریط کو۔ کہ بدی اور گناہ ہے۔ روکنے والی جماعت ہو گی۔

اب عدل کی حقیقت پر غور کیجئے تو وہ فی الحقیقت ہر شے کی وسطی اور درمیانی حالت کا نام ہے۔ کسی ایک طرف جھک پڑے تو یہ افراط و تفریط ہے، لیکن ٹھیک ٹھیک درمیان میں اس طرح کھڑی رہے کہ بال برابر بھی جگہ کسی طرف زیادہ نہ بچی ہو تو اُس کا نام اعتدال اور عدل ہو گا، قرآن کریم نے اس کی نہایت عمدہ مثال دی ہے ایک جگہ فرمایا:۔

وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ۝ (۱۷: ۳۵)

جب کسی چیز کو تولو تو ترازو کی ڈنڈی سیدھی رکھو (تاکہ وزن میں دھوکا نہ ہو) یہی طریق خیر، اور نیک انجام ہے۔

دوسری جگہ ایک سورت اس جملے سے شروع کی ہے۔

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ (۸۳: ۱)

ماپ تول میں کم دینے والوں کیلئے بڑی تباہی ہے۔

Marfat.com

عدل کے لئے سب سے زیادہ مشاہدے میں آنے والی اور عام فہم مثال ترازو کی تھی، کہ اس کے تمام اعمال کی صحت کا دارومدار محض اس کے اُوپر کی سوئی پر ہے۔ جب تک وہ ٹھیک ٹھیک اپنے وسط میں قائم نہ ہو جائے وزن کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا، جُوں ہی دونوں پلڑوں کا وزن مساوی ہوگا، معاً سوئی بھی وسط میں آکر ٹھہر جائے گی۔

اس لئے قرآن نے اکثر مقامات میں ترازو کی مثال سے کام لیا ہے اور قیامت کے دن بھی انسانی اعمال کا فیصلہ اسی کے ہاتھ ہوگا۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ یہی سبب ہے کہ وسط کو عدل کے معنوں میں بولا جاتا ہے اور فی الحقیقت (وکذالك جعلناکم امة وسطا) میں بھی وسط سے مراد عدل ہے۔ جس جماعت کا فرض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو اُس سے بڑھ کر اور کونسی جماعت عند اللہ اور عند الناس عادل ہو سکتی ہے؟ پس خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ "ہم نے تم کو تمام دُنیا کے لئے ایک عدل قائم کرنے والی امّت بنایا تاکہ دُنیا کے لئے تم ایک گواہ عادل کی حیثیت سے شہادت دے سکو۔

خود قرآن مجید بھی اس معنے کی تائید کرتا ہے۔ ایک موقعہ پر فرمایا کہ (قال اوسطھم) اور وہاں باختلاف (اوسطھم) سے مراد (اعدلھم) ہی ہے۔ امام رازی نے بروایت قفال ایک حدیث بھی درج کی ہے۔ کہ آنحضرت نے خود اس آیت کی یُوں تفسیر فرمائی:- امۃ وسطا اے عدلا۔ اس کے علاوہ مشہُور حدیث:- خیر الامور اوسطھا میں بھی اوسط بمعنی اعدل استعمال کیا گیا ہے، یعنی بہتر کام وہ ہیں جو اُن میں مطابق عدل ہوں۔ آنحضرت کی نسبت کہا جاتا تھا کہ اوسط قریش نسبًا۔ اور یہاں بھی ظاہر ہے کہ اوسط، اعدل ہی کے معنے میں بولا گیا ہے اور اسی بنا پر اس آیت سے (اجماع) کے حجت ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ جب امّت کی عدالت نص سے ثابت ہو گئی، تو اس کا اجماع یقینًا گمراہی و فساد سے محفوظ ہوگا۔

پہلی اور دوسری آیت میں تطبیق پہلی اور دوسری، دونوں آیتوں میں خدا تعالیٰ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فرض کا ذکر کیا ہے، لیکن پہلی آیت میں بظاہر الفاظ تمام امت کے لئے نہیں، بلکہ امت میں سے ایک جماعت خاص کے لئے اِس کا

Marfat.com

فرض ہونا معلوم ہوتا ہے :-

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ	تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیئے جو خیر کی
يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ (الخ)	طرف بلائے اور نیکی کا حکم دے۔

لیکن دوسری آیت میں کسی ایک جماعت کی تخصیص نہیں ہے تمام اُمت کا امتیاز ملی اس فرض کو قرار دیا ہے :-

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ	تم سب میں بہتر اُمت ہو، اس لئے کہ نیکی کا حکم
تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ (الخ)	دیتے ہو۔

دونوں آیتیں ایک ہی سُورت اور ایک ہی رکُوع میں ہیں، پھر دونوں میں اختلاف کیوں ہے ؟ پہلی میں یہ فرض محدُود و مخصوص اور دوسری میں عام ہے۔

عام خیال یہ ہے کہ پہلی آیت میں خدا تعالیٰ نے جن فرائض کا ذکر کیا ہے ان میں ہر فرض اپنی تکمیل کے لئے علم کا محتاج ہے۔ دعوت الی الخیر کے لئے ضرور ہے کہ خیر کا علم ہو، امر بالمعروف کیونکر انجام پا سکے گا جبکہ وہ کام معلُوم نہ ہوں گے جن پر معروف کا اطلاق ہو سکتا ہے ؟ نہی عن المنکر تو اور زیادہ علم و فضل اور درس و تدریس کا محتاج ہے، کیونکہ منکرات میں تمام محرمات و مکروہات فقہیہ داخل ہیں۔ اور جب تک ان کا علم نہ ہو، کیونکر اُن سے روکا جا سکتا ہے ؟

اس تفسیر کی بنا پر فیصلہ کر لیا گیا ہے کہ اس آیت (ولتکن منکم) میں (من) تبعیض کے لئے آیا ہے، اُس سے صرف ایک گروہ محدُود (علما) مُراد ہے، اور یہ تینوں باتیں صرف اُنہی کے فرائض میں داخل ہیں۔

علماء نے اس فرض عام کو اپنے لئے مخصوص کر لیا

لیکن درحقیقت یہ خیال عملاً اور اعتقاداً ایک ایسی خطرناک غلطی تھی جس کو میں نہیں سمجھتا کہ کن لفظوں سے تعبیر کروں ؟ اس تیرہ سو برس میں اسلام کو اُن تمام غلط فہمیوں سے سابقہ پڑا جو اس سے پہلے اُمم سابقہ کو پیش آ چکی ہیں۔ لیکن کسی سخت سے سخت تعریف نے بھی مُسلمانوں کو ایسا لاعلاج نقصان نہیں پہنچایا، جیسا اس غلطی سے پہنچا اور پہنچ رہا ہے۔ اسلام کی وہ دعوت

الہٰی جو ایک عالمگیر اصلاح اور بین الملی جامعہ کے قیام کے لئے آئی تھی، اِسی غلط فہمی سے زیادہ عرصے تک قائم نہ رہ سکی۔ خلافت و نیابت الہٰی کا وہ شرف جو مسلمانوں کو عطا کیا گیا تھا اور جس کی وجہ سے بحیثیت ملی وہ تمام عالم میں خدا کا مقدس دست عمل تھے، بدبختانہ اس غلط فہمی سے خاک میں ملا، رؤسائے رُوحانی اور پیشوایان مذہب نے جو مشرکانہ اختیارات اپنے لئے مخصوص کر لئے تھے اور جن کی غلامی سے دنیا کو نجات دلانا اس دین الہٰی کا اصلی مشن تھا، اس کی بیڑیاں پھر اسی غلط فہمی کی لعنت سے مسلمانوں کے پاؤں میں پڑیں اور ایسی پڑیں کہ اب تک نہ نکل سکیں۔ چالیس کروڑ فرزندان الہٰی، جن کو اپنے اعمال حسنہ سے دُنیا میں خدا کی تقدیس کا تخت جلال بننا تھا، آج اپنی بداعمالیوں سے تمام قومی جرائم اور ملی معاصی میں گرفتار ہیں، اور قہر الہٰی کو مدتوں سے دعوت دے رہے ہیں۔ یہی وہ معاصی ہیں، جن کی پاداش میں اقوام گزشتہ سے خدا نے اپنا رشتہ توڑا تھا، جن کی وجہ سے (داوٌد) کے بنائے ہوئے ہیکل سے رُوٹھ کر رحمت الہٰی نے (اسماعیل) کی چُنی ہُوئی دیواروں کو اپنا گھر بنایا تھا، اور پھر جن کی وجہ سے بنی اسرائیل کو اپنی نیابت سے معزول کر کے مسلمانوں کو اس پر سرفراز کیا تھا:۔

ولقد اهلكنا القرون من قبلكم لما ظلموا وجاءتهم رسلهم بالبينات وما كانوا ليومنوا، كذالك نجزي القوم المجرمين - ثم جعلناكم خلائف في الارض من بعدهم لننظر كيف تعلمون:	اور تم سے پہلے کتنی قومیں گذر چکی ہیں کہ جب اُنہوں نے ظلم و معاصی پر کمر باندھی تو ہم نے ہلاک کر دیا۔ اُن کے رسُول کھُلی کھُلی نشانیاں لیکر آئے تھے۔ مگر اُنہیں ایمان نصیب نہیں ہوا، مجرموں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ پھر اُنکو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے تم کو دنیا کی پادشاہت دے کر اُن کا جانشین بنایا تا کہ دیکھیں کہ کیسے عمل کرتے ہو؟

مگر یہ بدبختی بھی صرف اسی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔

لیکن یہ سب کچھ کیونکر ہوا؟ اس طرح، کہ اعتقاد ہی سے عمل وجود پذیر ہوتا ہے، اس غلط فہمی کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ (امر بالمعروف) جو دراصل ہر فرد اسلامی کا فرض تھا اور صحابۂ کرام کی زندگی اس کی عملی شہادت ہمارے سامنے ہے، وہ روز بروز ایک محدُود دائرے میں

سمٹتا گیا، اور سمٹتے سمٹتے ایک غیر محسوس نقطہ بن کر رہ گیا، اب اس کے وجود میں بھی شک ہے۔

دُنیا کے تمام مذاہب کے انحطاط و ہلاکت کی ایک بڑی علت رؤساء مذہبی کا معبودانہ اقتدار ہے، اسلام نے اس زہر کا تریاق اسی اصل اصول کو تجویز کیا تھا، کہ امر بالمعروف کی خدمت کو اس طرح عام، اور ہر فرد ملت پر پھیلا دیا جائے کہ پھر کسی مخصوص گروہ کو کسی ذریعہ سے اقتدار حاصل کرنے کا موقعہ نہ ملے اور ہندوؤں کے برہمنوں اور عیسائیوں کے رومن کیتھولک فادروں کی طرح مذہبی دعوت و اصلاح کو کوئی جماعت اپنی اقلیم حکمرانی نہ بنالے کہ یفعل مایشاء ویحکم ما یرید۔ لیکن اب صدیوں سے دیکھئے کہ مسلمان جن بیڑیوں کو کاٹنے آئے تھے ان سے خود اُن کے پاؤں بوجھل ہو رہے ہیں۔ اس فرض الٰہی کو (علما) نے اپنا موروثی حق بنالیا ہے جس میں کسی اور فرد کو دخل دینے کی اجازت نہیں۔ شیطان (اپنی قدیمی عادت کی طرح) جب ضرورت دیکھتا ہے اُن کو اپنے اعمال ابلیسانہ کے لئے آلہ کار بنالیتا ہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی جگہ (امر المنکر و نہی عن المعروف) کے فرائض اُن کے ہاتھوں انجام پاتے ہیں۔ باقی تمام قوم اس فرض کی طرف سے غافل و بے خبر ہے۔ اور جہل مذہبی کے سبب سے (علما) کے اس غصب حقوق عامہ پر قانع ہو گئی ہے۔ خدا کی حکومت کوئی بھی اپنے اُوپر محسوس نہیں کرتا۔ نیکیوں کی طرف سے سب کی آنکھیں بند ہیں اور برائیوں پر سے ہر شخص اس طرح گزر جاتا ہے گویا اس کو کان سننے کے لئے اور آنکھیں دیکھنے کے لئے ملی ہی نہیں،

فانها لا تعمی الابصار، ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور

دونوں آیتوں کا منشا ایک ہے

حقیقت یہ ہے کہ دونوں آیتوں میں کوئی اختلاف نہیں، دونوں کا منشا ایک ہے اور دونوں اس فرض کو بغیر کسی تخصیص و تحدید کے ہر قائل کلمۂ توحید کا فرض قرار دیتی ہیں، البتہ پہلی آیت (ولتکن منکم) کا لفظ اشتباہ پیدا کرتا ہے کہ (منکم) بیان تبعیض کے لئے ہے یعنی تم میں سے بعض لوگوں کی ایک جماعت اس فرض کو اپنے ذمے لے لے۔ لیکن چونکہ آگے چل کر دوسری آیت نے اس فرض میں تمام اُمت کو شامل کر لیا ہے۔ اس لیئے یہاں (منکم) کو تبعیض کے لئے قرار دینا ہی غلط ہے، بلکہ وہ یقیناً توضیح و تبئین کے لئے آیا ہے۔ جیسا کہ ہر زبان کے محاورے میں عموماً بولا کرتے ہیں، مثلاً

Marfat.com

عربی میں کہیں گے:۔ لامیرُمن غلمانہ عسکر۔ وبغلان، من اولاد جند (یعنی امیر کے لڑکوں سے فوج کے سپاہی ہیں۔ اور فلاں شخص کی اولاد سے لشکر مرتب ہو رہا ہے) تو اس سے امیر کے تمام لڑکے مراد ہونگے نہ کہ بعض۔ خود قرآن میں ایک موقعہ پر فرمایا ہے کہ:۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ (۲۲: ۳۰) مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بتوں کے علاوہ اور کسی شے کی ناپاکی سے پرہیز نہ کیا جائے۔ غرض کہ یہاں (من) افادہ معنی تبئین کرتا ہے نہ تبعیض۔ (امام رازی) نے دوسرے قول کو بیان کرتے ہوئے اس پر کافی بحث کی ہے۔ فمن شاء التفصیل فلیرجع الیہ (جلد ۲: ۲۲۸)۔

لیکن اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے ہم قرآن مجید کی ایک اور آیت اس مضمون کے متعلق پیش کرتے ہیں، اگر (امام رازی) نے اس آیت کو پیش نظر رکھا ہوتا تو انکو متعدد آراء و توجیہات کے لاحاصل نقل کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ سورۂ (حج) کے پانچویں رکوع میں خدا تعالیٰ نے کافروں کے اُن مظالم کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جن سے آغاز اسلام کے مسلمانوں کو سامنا ہوا تھا۔ پھر دفاع و حفظ نفس کے لئے قتال کی ضرورت دی ہے، اور اس کے بعد کہا ہے:۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (۲۲: ۴۱)	اگر ہم (ان مظلوم مسلمانوں) کو (حکومت اور خلافت) دے کر زمین میں قائم کر دیں تو وُہ نہایت اچھے کام انجام دیں گے یعنی نماز پڑھیں گے، زکوٰۃ دیں گے لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دیں گے اور بُرائی سے روکیں گے اور سب کا انجام کار اللہ ہی ہے۔

یہ آیت اس بارے میں بالکل صاف اور فیصلہ کُن ہے۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیاب کرنے کی یہ علت بیان کی ہے کہ وہ زمین پر حکمران ہونے کے بعد اچھے اور نیک کاموں کو انجام دیں گے پھر ان کاموں کی بالترتیب تشریح کی ہے اور سب کو مسلسل عطف کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جو معطوف و معطوف علیہ میں تسویہ ثابت کرتا ہے۔ پہلے نماز کا ذکر کیا، پھر زکوٰۃ کا اور یہ دونوں عمل ہر جگہ قرآن میں ایک ساتھ بیان کئے گئے ہیں اس کے بعد امر بالمعروف کا نام آیا ہے اور اسی سلسلہ اعمال میں، جس میں نماز اور زکوٰۃ بلحاظ وجوب و فرض

بیان کیے جاتے ہیں اس سے ثابت ہو گیا کہ :-

۱۔ مسلمانوں کو خدا نے جو فتح و نصرت اور دُنیا میں کامیابی عطا فرمائی اس کی علت یہ تھی کہ وہ اعمال حسنہ انجام دیں۔

۲۔ وہ اعمال حسنہ (علی الخصوص) قیام نماز، ادائے زکوٰۃ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہیں۔

۳۔ نماز اور زکوٰۃ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ پس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہر مسلمان کے فرائض میں داخل ہے۔

-۴-

عمل و اعتقاد گزشتہ نمبر سے گو یہ متحقق ہو گیا کہ اسلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنے ہر پیرو پر فرض کر دیا ہے، لیکن اصل بحث ابھی باقی ہے، اس تعلیم کو اصولاً و اعتقاداً کون نہیں مانتا؟ لیکن اخلاق اور مذہب کی ہر تعلیم میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اعتقاد اور عمل دو مختلف چیزیں ہیں، جو اصول قابل عمل نہ ہو، وہ کاغذ کے صفحوں پر کتنا ہی دلفریب ہو مگر انسانی مصائب کے لئے کیا مفید ہو سکتا ہے؟ دیکھنا یہ ہے کہ دُنیا اس اصول پر عمل بھی کر سکتی ہے یا نہیں؟

"اسلام" یکسر عمل ہے، مذہبی تاریخ میں جو انقلابات ذہن و اصول سے عمل کی جانب ہُوئے ہیں اور جن کی ابتدائی حالت کا مکمل نمونہ (گوتم بدھ) اور آخری صورت (مسیحی تحریک) تھی: اسلام اس کے انقلاب آخری کا نام ہے، جس کے بعد مذہب ایک خالص عملی قانون کی شکل میں مبدل ہو گیا اور وہ تمام چیزیں نکل گئیں، جو اُس کی عملی طاقت کو مضرت پہنچاتی تھیں، پس اگر یہ سچ ہے کہ امر بالمعروف ایک اسلامی اصُول ہے تو یہ بھی سچ ہے کہ وہ محض ایک ذہنی زندگی رکھنے والا اصول ہی نہیں بلکہ انسان کی عملی زندگی میں تبدیلی پیدا کرنیوالا قانون ہے۔

حبّ و بغض اور عفو و انتقام سب سے بڑی مشکل جو اس اصول کی عملی راہ میں پیش آتی ہے وہ اخلاقی تعلیمات کی دورنگی ہے، ایک طرف عفو و درگزر

Marfat.com

اور محبت و عاجزی کی تعلیم ہے، دوسری طرف نیکی و بدی کے احتساب کی سختی اور انتقام و عقوبت ہے، خود قرآن کی تعلیمات میں بھی یہی مشکل پیش آتی ہے۔ ایک طرف عفو و نرمی اور حکمت و موعظہ کا حکم ہے، دوسری طرف سختی و انتقام اور تشدد و جبر کے احکام پر زور دیا گیا ہے، یورپ کے مورخین جب تعصب و جہل کی تاریکی میں اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس اختلاف تعلیم کی تہ میں اُنہیں کچھ نظر نہیں آتا، پھر پریشان ہو کر اس اختلاف کو (مکی) اور (مدنی) زندگی کے اختلاف حالت کا نتیجہ بتلاتے ہیں۔ کہ جب تک اسلام بے لبسی اور محتاجی کی حالت میں تھا، نرمی اور عفو و درگذر کی تعلیم سے زندگی کا سہارا ڈھونڈھتا تھا، لیکن مدینہ میں آکر جب تلوار ہاتھ آگئی تو پھر حکومت اور طاقت کی حالت میں عاجزی اور مسکنت کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن واللہ یعلم انھم لکاذبون ۝

عفو و انتقام کا اصل اصول

اس بحث کا یہ موقعہ نہیں، لیکن اسلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو جس اصول پر قائم کیا ہے، وہ حسب ذیل ہے:۔

فقہاء کا ایک عمدہ اصول ہے کہ" اصل ہر شے کی اباحت ہے تاکہ کوئی سبب حرمت پیدا نہ ہو" انگور کا عرق فی نفسہ ایک مفید اور عمدہ شے ہے، لیکن جب اس میں نشہ پیدا کر دیا جائے اور نشہ کی وجہ سے انسان کے دماغ اور اخلاق کو نقصان کی وجہ سے امن عامہ میں خلل اور سوسائٹی میں ہرج ہو تو وہ پھر حرام قطعی ہے۔

بالکل اسی طرح اخلاق میں بھی اصلی عمل (محبت) ہے، تاآنکہ کوئی سبب لاحق ہو کر (بغض) سے تبدیل نہ کر دے، یعنی دُنیا میں ہر شے محبت کے زیر قانون ہے، اور کوئی نہیں جو محبت و پیار کا مستحق نہ ہو، لیکن اس محبت کے اوپر بھی ایک قانون عام کی حکومت ہے، یعنی "نفع رسانی اور حقوق العباد کی نگہداشت"، پس اگر کوئی علت ایسی پیدا ہو جائے جس کے سبب سے محبت کی صُورت اپنی محبوبیت کو مسخ کر دے، تو پھر ہر محبُوب شے کو ان نظر دل میں مبغوض بنالو، اور جس قدر محبت کی راہ میں محبت کا جوش رکھتے تھے، محبت ہی کی خاطر بغض کی راہ میں بغض کا جوش ظاہر کرو۔

غور کرو، قانُون دُنیا میں کیا چاہتا ہے؟ محبت یعنی امن کو قائم کرنا، لیکن محبت

Marfat.com

کی خاطر عداوت، اور امن کی خاطر بدامنی اسکو بھی کرنی پڑتی ہے۔ اس کی انتہائی آرزو یہ ہے، کہ انسان کی زندگی کو مہلکات سے نجات دے، لیکن زندگی بخشنے کے لئے اُسے موت ہی کے حربے سے کام لینا پڑتا ہے، انسانوں کو پھانسی پر چڑھا کر مارتا ہے اور کہتا ہے یہ اس لئے ہے تاکہ انسان گلا گھونٹ کر نہ مارے جائیں۔ پارلیمنٹ اور جمہوریت، امن اور آزادی مانگتی ہے مگر امن کی خاطر اُسے شخصی حکومت کرنی پڑتی ہے اور آیندہ قتل روک دینے کے لئے بہتوں کو قتل کرنا پڑتا ہے۔

قرآن نے حب و بغض اور نرمی و سختی کے اصول کو اسی بنیاد پر قایم کیا ہے، اس کی عام تعلیم یہ ہے:۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ ۝ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (۷: ۱۹۹-۲۰۰)

خطاؤں سے درگزر کر، اچھی باتوں کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جا اور، (اے پیغمبر) تیرے دل میں اگر انتقام اور بدلہ لینے کا ولولہ ہو۔ تو خدا سے پناہ مانگ، وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

ایک دوسرے موقعہ پر احسان عام اور عاجزی و فروتنی کو اس پیرایہ میں فرمایا:۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا، اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝ كُلُّ ذَالِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۝

زمین پر اترا کے نہ چلا کرو، اس طرح چل کر زمین کو توڑ پھاڑ سکتے نہیں اور نہ تن کر چلنے سے پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتے ہو، یہ تمام باتیں خدا کو ناپسند ہیں۔

سورۂ فرقان میں اپنے نیک بندوں اور مومنوں کی جہاں خصلتیں گنائی ہیں وہاں پہلا وصف یہ کہا:۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا ۝ (۲۵: ۶۳)

اور رحم کرنے والے خدا کے رحم طینت بندے وہ ہیں جو زمین پر نہایت فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل اُن سے جہالت کی باتیں کرتے

Marfat.com

ہیں تو سلام کرکے الگ ہو جاتے ہیں۔

سُورہ شوریٰ میں ایک ایسے ہی موقعہ پر مومن کا سب سے بڑا وصف یہ قرار دیا ہے کہ:۔

وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝ (۴۲: ۳۷)

اور جب ان کو غصّہ آجاتا ہے تو خطاؤں سے درگذر کرتے ہیں۔

اصطلاحِ قرآن میں (عزمِ اُمور) ایک انتہائی وصف ہے جو انبیائے جلیل القدر کی مدح میں آیا ہے لیکن عفو و صبر کرنے والے کے لئے بھی اس کو استعمال کیا:۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (۴۲: ۴۳)

اور جو صبر کرے اور خطاؤں کو بخش دے تو بیشک یہ بڑے ہمت کے کام ہیں۔

احسان عام کی ان تعلیمات کا استقصا کیا جائے تو اس طرح کی بیسیوں آیتیں اور ملینگی۔

یہ تعلیم تو عام، اور گویا اصلی اخلاق کا حکم رکھتی ہے، لیکن جب عوارض سے حالات متغیر ہو جائیں اور عفو و درگذر کی جو علت تھی (یعنی نفع خلائق اور عدم مضرت رسانی) عفو و درگزر سے خود وہ مفقود ہونے لگے تو اس حالت میں بھر شرائط عدل و وسطیت، انتقام اور بدلے کی سختی کو جائز کر دیا:۔

جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (۴۲: ۴۰)

بُرائی کا بدلہ ویسی ہی برائی سے کرو۔

آگے چل کر اس کو صاف کر دیا:۔

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۴۲: ۴۱/۴۲)

اور اگر کسی پر ظلم ہوا ہو تو وہ اس کے بعد بدلہ لے تو ایسے لوگ معذور ہیں ان پر کوئی الزام نہیں الزام انہی پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور بغیر کسی حق کے زیادتی سے پیش آتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

دوسری مثال اس سے زیادہ واضح ہے۔

عام حکم کفار و مخالفین کے ساتھ نرمی و رافت، عفو و درگذر اور بطریق احسن نصیحت و موعظت کا ہے:۔

Marfat.com

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ	خدا کی طرف حکمت و وعظ کے ساتھ بلاؤ اور اگر
وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ	بحث بھی کرو تو وہ اس طرح کہ وہ پسندیدہ
بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ط (۱۶ : ۱۲۵)	طریقہ ہو۔

دوسری جگہ مخصوص طور پر یہود و نصاریٰ کی نسبت کہا :۔

وَلا تجادلوا اَھْلَ الکتب الا بالتی	اہل کتاب کے ساتھ بحث نہ کرو، مگر بطریق
ھی احسن	پسندیدہ۔

لیکن پھر دوسرے موقعوں پر (جہاد فی سبیل اللہ) کو ایک فرض دین قرار دیا، اور سورتوں کی سورتیں اس کے احکام کی نسبت نازل فرمائیں :

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ	جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی اللہ کی راہ میں اُن
یُقَاتِلُوْنَکُمْ (۲ : ۱۹۰)	سے قتال کرو۔

اس آیت کے بعد فرمایا :۔

وَاقْتُلُوْھُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْھُمْ	ان کو جہاں پاؤ قتل کرو، اور جہاں سے اُنہوں
وَاَخْرِجُوْھُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْکُمْ (۲ : ۱۹۱)	نے تمہیں نکالا ہے تم بھی اُنہیں نکال باہر کرو۔

پہلے عام طور پر نرمی و آشتی کا حکم دیا تھا، لیکن قتل پر بھی بس نہ کر کے اب شدید سے شدید سختی پر زور دیا۔ حیث قال :۔

قاتلوا الذین یلونکم من الکفار	اپنے آس پاس کے کافروں سے لڑو۔ اور
ولیجدوا فیکم غلظۃ	چاہیئے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔

دونوں تعلیموں میں کس درجہ تباین و تباعد ہے؟ مگر دراصل دونوں کا منشا ایک ہی ہے، پہلا حکم احسان عام، محبت عمومی اور اصل اخلاق پر مبنی تھا، لیکن جب عوارض و لواحق سے حالات بدل گئے تو جس طرح پہلے انسانوں کی راحت اور جلب نفع کیلئے نرمی کا حکم دیا تھا، اس طرح اور اسی مقصد سے یہاں سختی و قتل کا حکم دیا اور اس کی علت کو کھول کر بیان کر دیا کہ :۔

وَالْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (۲ : ۱۹۱)	فساد خوں ریزی سے بڑھ کر بُرائی ہے۔

۲۔ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (۲: ۱۹۳)

اُن کو قتل کرو۔ یہاں تک کہ ملک میں فساد باقی نہ رہے۔

جس طرح قانون قتل کی بُرائی کو روکنے کے لئے خود قتل کی بُرائی کو مجبوراً اختیار کرتا ہے اسی طرح قرآن نے فتنہ وفساد سے ارضِ الٰہی کو پاک کرنے کے لئے تلوار سے مدد لینے کی اجازت دے دی ہے۔ بے شک نرمی اور نرم رفتاری کو خدا دوست رکھتا ہے، لیکن سخت گیروں اور ظالموں کو سختی سے باز رکھنے کے لئے جب تک سختی نہ کی جائے نرمی قائم نہیں ہوسکتی، فتنہ وفساد اُسے پسند نہیں مگر فتنہ وفساد کو روکنے ہی کے لئے اُسے فتنہ سے علاج بالمثل کرنا پڑتا ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ط (۲۲: ۴۰)

اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ سے نہ ہٹواتا رہتا تو تمام صومعے اور گرجے اور تمام عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے۔ کبھی کی منہدم ہوگئی ہوتیں۔

یعنی مقصد الٰہی شفقت ورحمت و احسان عام ہے لیکن جب ایک گروہ اُس کی زمین کو فتنہ وفساد سے آلودہ کرتا ہے، بغیر کسی جرم وقصور کے محض عبادت الٰہی کی وجہ سے اس کے نیک بندوں پر ظلم وسختی کرتا ہے۔ ان کو گھروں سے نکالتا ہے۔ اللہ کی عبادت گاہ میں جانے سے روکتا ہے۔ پھر وہ جب اپنا گھر بار چھوڑ کر، وطن سے بے وطن ہوکر ایک دوسرے شہر میں پناہ لیتے ہیں تو وہاں بھی اُن کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتا، تو ان حالتوں میں مجبور ہوکر پیغمبر کو فتنہ روکنے، مظلوموں کو بچانے، شعائرِ الٰہی کی حفاظت اور حرمت کو قائم رکھنے، اور رافت ورحمت سے دُنیا کی محرومی کو مٹانے کے لئے سختی سے کام لینا پڑتا ہے اور تلوار کو کاٹنے کے لئے تلوار بلند کی جاتی ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا

اس موقعہ پر پچھلے نمبر کے اُس ٹکڑے پر نظر ڈال لینی چاہیئے، جس میں "اُمَّةً وَّسَطًا" پر بحث کی گئی ہے۔

Marfat.com

خدا تعالیٰ نے مُسلمانوں کو اپنی خلافت اور نیابت بخشی تھی پس ضرور تھا کہ وہ بھی صفات الٰہی سے متصف، اور متخلق باخلاقِ الٰہی ہوں۔ خدا رحیم اور محبت کرنے والا ہے۔ پس حکم دیا گیا کہ "ارحموا علی الارض یرحمکم من فی السماء" زمین پر رحم کرو تاکہ وہ، جو آسماں پر ہے، تم پر رحم کرے۔) لیکن رحیم ہونے کے ساتھ وہ عادل بھی ہے، پس رحم و محبت میں بھی عدل اور وسط ہونا ناگزیر تھا۔ اس بنا پر تعلیم دی گئی کہ جب افراط و تفریط حد سے بڑھ جائے تو افراط کو روکنے کے لئے تم بھی افراط کرو، صفرا بڑھ گیا ہے تو تم بھی بہت زیادہ تُرشی کھلا دو۔ تم پر تلوار اُٹھائی گئی ہے تو اسے تلوار ہی سے کاٹو۔ تم ذلیل کئے گئے ہو تو تم بھی ذلیل ہی کرو تاکہ تسویہ و اعتدال پیدا ہو۔ یہ سب کچھ عین رحم و محبت ہے۔ نہ کہ سختی و جبر۔ ڈاکٹر مریض کے عزیز سے کم مریض پر مہربان نہیں، اس کے تلوے میں کانٹا چبھکر چبھن پیدا کر رہا ہے، لیکن اس چبھن کے دُور کرنے کے لئے نشتر کے نوک کی چبھن ہی سے کام لینا پڑے گا۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ۔ (۵۷ : ۲۵)

ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی کھلی نشانیوں کے ساتھ مبعوث کیا اور اُن کے ساتھ کتاب اور ترازو بھیجا تاکہ لوگ عدل و انصاف پر قائم ہوں اور نیز لوہا پیدا کیا (جو ہتھیاروں کی شکل میں) سخت خطرناک بھی ہے اور ساتھ ہی بہت سی منفعتیں بھی انسانوں کے لئے اپنے اندر رکھتا ہے۔

اس آیت میں قرآن نے پُوری تشریح کے ساتھ نظام عالم کے قوانین اساسی کو بیان کر دیا ہے۔ خدا ہدایت و اصلاح کے لئے انبیاء کو بھیجتا ہے، اور ان کو میزان (قیام عدل کی نافذہ قوت) دیتا ہے، تاکہ دُنیا میں اللہ کے عدل کو قائم کر دیں۔ لیکن چونکہ اس کے لئے اکثر اوقات قہر و عقوبت کی ضرورت تھی، اس لئے ان کو عدل قائم کرنے کے لئے جنگ و قتال کی بھی اجازت دی اور لوہا پیدا کیا جو طرح طرح کے ہتھیاروں کی اشکال اختیار کرتا ہے، پس وہ مضر بھی ہے اور مفید بھی۔

تشبہ باللہ و تخلق باخلاق اللہ | پس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی صفات الٰہیہ میں

سے ایک صفت ہے۔ اسلام انسان کے آگے ایک ارتقائے روحانی کی راہ کھولتا ہے جو گو عبودیت کے مقام تذلل و تکسر سے شروع ہوتی ہے، مگر اُس کا انتہائی نقطہ تشبہ باللہ (یعنی خدا کی صفات سے مشابہت پیدا کرنے کا مقام) ہے۔ اور اسی طرف اس مشہور حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ:۔ تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللہِ (خدا کا اخلاق اپنے اندر پیدا کرو) پس ضرور تھا کہ جس ملّت کو خدا نے دُنیا میں اپنی نیابت اور خلافت بخشی تھی وہ بھی اس صفت الٰہی سے متصف ہوتی خدا طاعت و عبادت سے (یعنی ہر ایسے کام سے جو قوائے فطریہ کا صحیح استعمال ہو) خوش ہوتا ہے۔ پس ایک انسان مومن کو بھی خوش ہونا چاہیئے۔ خدا کفر و ضلالت اور بداعمالی سے (یعنی ان تمام کاموں سے جو قوائے فطریہ کا اسراف و تبذیر ہوں) ناخوش ہوتا اور اپنی نارضامندی کا اعلان کرتا ہے۔ پس مومن و مسلم کو بھی ناخوش ہونا چاہیئے اور اپنی نارضامندی کا اعلان کرنا چاہیئے۔ ہم نے پچھلے نمبر میں (اسراف) اور (تبذیر) کی حقیقت سے بحث کی تھی۔ خدا عادل ہے، اور رحم و محبت، نرمی و آشتی میں بھی اسراف و تبذیر پسند نہیں کرتا۔ اگر (بائبل) کا (ابن اللہ) رحم محض کا مجسمہ ہے اور عدل کے ترازو کو ہاتھ میں لینا نہیں چاہتا تو نہ لے، مگر چھوٹے بغیر تو اسے بھی چارہ نہیں۔ اُس نے تمام انسانی جرائم و معاصی کو شانِ محبت کے جوش میں معاف کرنا چاہا لیکن پھر بھی بدی کو قابل عقوبت ثابت کرنے کے لئے تمام ابن آدم کو نہ سہی۔ مگر اپنے عزیز بیٹے کو تین دن تک لعنت میں گرفتار رکھ کر خونی مجرموں کی طرح سُولی پر چڑھانا ہی پڑا۔

یہ ناگزیر ہے، دُنیا کے لئے محبت کی صُورت موہنی ہو، مگر افسوس کہ سُودمند نہیں۔۔ عدل کی پیشانی پر اگرچہ خوش نمائی کی بلندی کی جگہ سختی و خشونت کی لکیریں ہیں، لیکن دُنیا کا تمام نظام صرف اسی کے دم سے ہے۔ پس خدا نے اپنی مِلّت کو بھی اپنے صفات کی دعوت دی اور اپنی شان عدل کی طرح اس کو بھی (اُمتہ وسطًا) قرار دیا تاکہ وہ اُس کی زمین پر ایک عادلانہ خلافت ہو اور اس کی طرح کسی جذبے میں نہ اسراف کرے (یعنی رحم کے موقعہ پر رحم اور سختی کے موقعہ پر سختی کو اُس کی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا) اور نہ تبذیر کا طریقہ اختیار کرے (یعنی رحم کی جگہ قہر۔ اور قہر کی جگہ رحم)۔

Marfat.com

مقام محبت الٰہی اور "یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّونَهٗ" | یہی راز ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمام قوموں کو اپنے اپنے دور میں خلافت بخشی اور ہر صالح جماعت کو اس ورثۃ الٰہی کا حق دار بنایا۔ (ان الارض یرثها عبادی الصّٰلحون) مگر کسی کو اپنی محبوبیت اور معشوقیت کا درجہ عطا نہیں فرمایا۔ حضرت (داؤد) علیٰ نبیّنا وعلیہ السلام کی نسبت ضرور کہا کہ:۔

یا داؤد! انا جعلنٰك خلیفۃ فی الارض	اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر اپنی خلافت بخشی۔

بنی اسرائیل بھی مدّتوں اس پر سرفراز رہے، لیکن اُن کی نسبت یہ کہیں نہیں کہا کہ وہ خدا کے دوست اور محبُوب بنائے گئے تھے۔ یہ اُس اُمّت مرحومہ کی مزیّت خصوصی تھی کہ:۔

فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّونَهٗ (۵:۵۴)	عنقریب اللہ ایک ایسا گروہ پیدا کرے گا۔ جن کو وہ اپنا محبُوب بنائیگا اور وہ خدا کو محبُوب رکھیں گے۔

لیکن اس جماعت کی علامت یہ بتلائی کہ:۔

اذلۃ علی المومنین، اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافُونَ لومۃ لائم ۵:۵۴	مومنوں کے ساتھ نرم، مگر کافروں کے ساتھ سخت، اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑادیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہ کھائیں گے۔

یہ مختصر آیت اس مشکل کا پُورا حل ہے۔ مومن محبوب الٰہی ہے۔ کیونکہ ایمان باللہ سے بڑھ کر محبت الٰہی کے لئے اور کونسی شے جالب ہو سکتی ہے؟ لیکن خدا نے اپنی محبت کے ساتھ طرف مقابل کی محبت کا بھی ذکر کیا کہ "مَیں اُنہیں چاہتا ہُوں اور وہ مجھے چاہتے ہیں" (یحبوھم ویحبونہ) اور یہاں ارباب ذوق کے لئے ایک نقطہ عجیب ہے۔ حضرت (یُوسف) کے حالات میں یکسر عشق و محبت ہی کا افسانہ ہے، مگر وُہ محبت محض یک طرفہ تھی۔

Marfat.com

"یحبھم ویحبونھم" کی طرح دونوں طرف سے نہ تھی۔ صرف زلیخا ہی کی نسبت فرمایا کہ:- قد شغفھا حبّاً (۱۲ : ۳۰) (یوسف کا عشق اُس کے دل میں جگہ پکڑ گیا ہے۔)

اس کا نتیجہ تھا کہ زلیخا جو کچھ کرتی تھی، اپنے نفس کی خاطر کرتی تھی، یوسف کی رضا جوئی مطلوب نہ تھی۔ جب عزیز مصر پر اصلیت منکشف ہو گئی۔ تو ذلّت ورسوائی سے بچنے کے لئے باوجود کمال استیلائے محبّت وشغف خود ہی یہ صلاح دی کہ:-

مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَھْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ یُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ٥ (۱۲ : ۲۵)	جو شخص تیری بیوی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے اُس کی بھی سزا ہے کہ قید کیا جائے یا سخت عذاب میں گرفتار ہو۔

لیکن عشق وخود پرستی دونوں ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ عشق کی تعریف یہ ہے کہ " اولھا قتل وّاخرھا حرق " (اس کی ابتدا قتل نفس ہے اور انتہا تمام خواہشوں اور ہوا وہوس کا فنا ہے۔) یہاں سب سے بڑی مصیبت اپنے وجود کا حس اور ثبات ہے:-

وجودك ذنبٌ لا یقاس بذنب

محبت کا اصلی مقام وہ ہے جہاں پہنچ کر نفس اپنے کو فنا کر دیتا ہے۔ اور پھر دست محبوب میں محض ایک آلۂ بے رُوح بن کر رہ جاتا ہے۔ اس کا دل اُس کے پہلو میں نہیں ہوتا، بلکہ محبوب کی انگلیوں میں " یقلبھا کیف یشاءُ " (جس طرف چاہتا ہے پھرا دیتا ہے) محبت کا استغراق خود اُس کو محبوب کے صفات وخصائل کا ایک دوسرا پیکر بنا دیتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے تو اُسی کی نظر سے اور سنتا ہے تو اُسی کے کانوں سے۔ خود اُس کی کوئی خواہش اور کوئی مرضی باقی نہیں رہتی۔ محبوب کی خواہش اُس کی خواہش اور محبوب کی مرضی اُس کی مرضی بن جاتی ہے۔ (زلیخا) کو یہ درجہ حاصل نہیں ہوا تھا ورنہ اپنی ذلت ورسوائی کے خوف سے (یوسف) کو بارہ برس تک قید خانے میں نہ دیکھتی، البتہ جب اس راہ میں ترقی کر گئی تو پھر ننگ وناموس

Marfat.com

نفس کی زنجیریں خود بخود ٹوٹ گئیں۔ اور پکار پکار کر کہنے لگی:۔

مَا اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ (۱۲: ۵۳) — اپنے نفس کو الزام سے نہیں بچاتی بیشک میرا نفس بُرائی پر آمادہ کرنے والا ہے۔

خدا نے اپنے مومن بندوں کو صرف اپنا ہی محبُوب نہ کہا۔ کہ یہ تو صرف زلیخائی ہوتی، بلکہ یحبھم و یحبونھم فرمایا کہ مَیں اگر ان کو دوست رکھتا ہُوں تو وہ بھی مجھ کو محبُوب رکھتے ہیں۔ اس تعلق محبّت کو محب و محبوبی اور عشق و معشوقی، دونوں سے مرکب بنایا، تاکہ مقام ایمان کی اصلی علامت اور خصوصیت ظاہر ہو جائے اور ایمان باللہ فی الحقیقت اللہ کی محبّت ہی کا نام ہے:۔

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ — اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اُن کی خدا سے نہایت درجہ محبّت ہے۔

محبّت کی شرطِ اوّلین فنا فی المحبُوب ہے، اس لئے مومن مخلص بھی وہی ہے جو اپنی تمام خواہشوں اور قوتوں کو بھُول کر صرف خدا کی مرضی اور ارادے پر اپنے تئیں چھوڑ دے۔ خدا کی مرضی اس کی مرضی اور خدا کی خوشی اس کی خوشی ہو۔ یہی معنی خلافت الٰہی کے ہیں کہ وہ دنیا میں اللہ کی صفات کاملہ کا مظہر، اور اس لئے اُس کا جانشین ہے۔

الحُبّ فی اللہ والبغض فی اللہ

پس جب مقام ایمان محبّت الٰہی اور محبّت بغیر حصُول فنا فی المحبُوب محال، تو یہیں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض بے نقاب ہو جاتا ہے۔ (مومن) کی تعریف یہ ہے کہ خود اس کی نہ کسی کے ساتھ دوستی ہو اور نہ دشمنی، نہ کسی کی مدح کرے اور نہ مذمت، بلکہ وہ دست الٰہی میں ایک بے جان آلہ بن کر اپنی محبّت اور دشمنی کو راہ محبُوب کے لئے وقف کر دے۔ جو خدا کے دوست ہیں، وُہ اُس کے دوست ہوں، اور جو اُس کے دشمن ہیں وہ اس کے دشمن ہوں، اس کی راہ میں دوستی، اور اُس کی راہ میں دشمنی الحب فی اللہ والبغض فی اللہ۔ خدا نیکی اور اعمال حسنہ سے خوش ہوتا ہے، پس یہ

Marfat.com

جہاں کہیں نیکی کو دیکھے، اپنا سر جھکا دے۔ وہ بدی اور بداعمالی پر غضبناک ہوتا ہے۔ (لا یرضی بعبادہ الکفر) پس اُس کو بھی جہاں کہیں بدی نظر آئے، صفاتِ الٰہی کی چادر اوڑھ کر قہر مجسّم بن جائے۔ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین۔ نیکی کے سامنے جس قدر عاجز ہو، اتنا ہی بدی کے آگے مغرور و سخت ہو۔

کیا نہیں دیکھتے کہ خدا تعالیٰ نے جہاں امر بالمعروف کا ذکر کیا ہے۔ وہاں ساتھ ہی ایمان باللہ کا نام لیا ہے:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ	تم تمام امتوں میں بہتر امت ہو کہ نیک
تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ	کاموں کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے
عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط	ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

(۳ : ۱۱۰)

یہ اس لئے کہا۔ کہ امر بالمعروف کا فرض بغیر کامل ایمان باللہ کے نہیں ہو سکتا۔ ایک انسان جو ہوائے نفس میں گرفتار ہے۔ درہم و دنانیر کو پوجتا ہے، لذتِ نفس اور عیش دُنیا کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے، اور دُنیوی رسُوخ و عزت کو اپنا معبُود سمجھتا ہے، ممکن نہیں کہ اپنے اندر نیکی کے حکم اور بدی کی روک کی طاقت پا سکے۔ وہ مشرک ہے۔ گو زبان سے دعوئے ایمان کرتا ہو مگر ایمان کی حلاوت اس کو کبھی جھکنا بھی نصیب نہیں ہوتی:۔

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا وَهُمْ	اور ان میں سے اکثر ایسے ہیں کہ گو ایمان کا
مُشْرِكُوْنَ۔	دعوےٰ کرتے ہیں مگر فی الحقیقت مبتلائے
	شرک ہیں۔

عبادت اور بندگی کے معنے کسی مجسّم بت کو پُوجنا ہی نہیں ہے بلکہ ہر وہ شے جس کے لینے کا حق صرف خدا ہی کو تھا، اگر اُس کے سوا کسی دوسری ہستی کو دے دی جائے، تو یہ بھی شرک ہے۔

خدا نے سب کچھ انسان کے لئے، مگر انسان کو اپنے لئے بنایا۔ پس ایمان باللہ

Marfat.com

گئے یہ معنی ہیں کہ انسان سب کچھ اوروں کو دے دے مگر خود اپنے تئیں خدا کے سوا اور کسی کو نہ دے۔ اگر وہ اپنی خواہش اور مرضی کو اس کی خواہش اور مرضی پر مقدم رکھتا ہے تو وہ دعوائے ایمان میں سچا نہیں۔

ہجوم خیالات سے سلسلۂ سخن بار بار ٹوٹتا ہے اور پھر چند قدم چل کر واپس ہونا پڑتا ہے۔ حاصل سخن یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وُہی کر سکتا ہے جو ایمان باللہ میں راسخ و مستقیم ہو اور یہ جب ہو سکتا ہے کہ محبتِ الٰہی کی راہ میں مستقیم ہو کر سب کو خدا کے لئے اختیار کرے اور سب کو خدا کے لئے چھوڑ دے۔ خود اُس کی کوئی ذاتی محبّت اور ذاتی عداوت نہ ہو۔ نہ اپنی غرض کے لئے دوست بنے اور نہ اپنی غرض کے لئے دشمن۔ وہ ہر شے کو خدا کی آنکھ سے پیار کرے اور اس کی آنکھ سے دشمن دیکھے۔ اس کا کوئی وجود، اس کی کوئی زندگی، اُس کی کوئی صدا نہ ہو، جب چلے تو خدا کے پاؤں سے چلے اور جب سنے تو خدا کے کان سے سُنے، اور جب بولے تو خدا کی آواز اُس کے گلے سے نِکلے۔

من بجانان زندہ ام وز جان تیم
من ز جاں بگذشتم و جانانیم
چشم و گوش و دست و پایم او گرفت
من بدر رفتم، سرایم او گرفت
ایں بصر، ویں سمع چوں آلات اوست
بلکہ ذراتِ تنم مرأت اوست
نغمہ از نائیست، نے از نے؛ بداں
مستی از ساقیست، نے از من بداں
چوں مرا دیدی، خدا را دیدۂ
گرد کعبہ صدق بر گردیدۂ

Marfat.com

گفتۂ من گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود
ما چو مست از دیدنِ ساقی شدیم
مست گشتیم، از فنا باقی شدیم

یہ (عارفِ رُومی) کی مستانہ نغمہ پردازیاں ہی نہیں ہیں، بلکہ عین ترجمہ ہے اُس مشہور حدیث قدسی کا، جس کو (امام بخاری) کتاب التواضع میں لائے ہیں کہ:۔

لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل، حتی احبته، فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به، ویدہ التی یبطش بها، ورجلہ التی یمشی بها، ولسان الذی یتکلم به، ولئن سألنی لاعطینه، ولئن استعاذنی لاعیذنه۔

جب میرا کوئی بندہ بذریعہ نوافل کے مجھ سے قریب ہوتا ہے تو اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہُوں، پس جب وہ محبوب بن گیا، تو مَیں اس کا کان ہو جاتا ہُوں، میرے کان سے سنتا ہے اور اُس کی آنکھ ہو جاتا ہُوں میری آنکھ سے دیکھتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں، میرے پاؤں سے چلتا ہے اور اُس کی زبان ہو جاتا ہُوں، میری زبان سے بولتا ہے۔ وہ جو مانگتا ہے عطا کرتا ہُوں اور جب پناہ مانگتا ہے پناہ دیتا ہُوں۔

"یحبھم و یحبونھم" کا یہی مقام ہے اور یہیں پہنچ کر (پیر ہرات) اپنی فریاد ضبط نہ کر سکا اور مضطربانہ چیخ اُٹھا کہ:۔

"خدایا ایں چہ بوالعجبی ست کہ بادوستان خود میکنی؟ تا وقتیکہ ترا می جُستیم، خود را یافتیم، اکنوں خود را مے جوئیم، ترا می یابیم"

صحابہ کی جماعت نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر محمدؐ ابن عبداللہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ مگر ارشادِ الٰہی ہوا کہ وہ ابن عبداللہ کا ہاتھ نہ تھا۔ بلکہ خود اللہ کا تھا:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (۴۸:۱۰)

Marfat.com

وَمَا رَمَیْتَ إِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ج (۸ : ۱۷)

وورآء ذاك فلا اقول لانني
سر، لسان النطق عنہ اخرس

Marfat.com

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ

لوگ دُنیا میں سینکڑوں قوتوں کے محکوم ہیں۔ ماں باپ کے محکوم ہیں۔ دوست واحباب کے محکوم ہیں۔ استاد اور مرشد کے محکوم ہیں۔ امیروں، حاکموں اور بادشاہوں کے محکوم ہیں۔ اگرچہ وہ دُنیا میں بغیر کسی زنجیر اور بیڑی کے آئے تھے۔ مگر دُنیا نے ان کے پاؤں میں بہت سی بیڑیاں ڈال دی ہیں۔

لیکن مومن ومسلم ہستی وہ ہے۔ جو صرف ایک ہی کی محکوم ہے۔ اس کے گلے میں محکومی کی ایک بوجھل زنجیر ضرور ہے پر مختلف سمتوں میں کھینچنے والی بہت سی ہلکی زنجیریں نہیں ہیں۔ وہ ماں باپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتا ہے کیونکہ اس کے ایک ہی حاکم نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے وہ دوستوں سے محبت رکھتا ہے کیونکہ اُسے رفیقوں اور ساتھیوں کے ساتھ سچے برتاؤ کی تلقین کی گئی ہے۔ وہ اپنے سے ہر بزرگ اور ہر بڑے کا ادب ملحوظ رکھتا ہے۔ کیونکہ اُس کے ادب آموز حقیقی نے اسے ایسا ہی بنایا ہے۔ وہ بادشاہوں اور حاکموں کا حکم بھی مانتا ہے۔ کیونکہ حاکموں کے ایسے حکموں کے ماننے سے اُسے نہیں روکا گیا ہے۔ جو اس کے حاکم حقیقی کے حکموں کے خلاف نہ ہوں۔ وُہ دنیا کے ایسے بادشاہوں کی

Marfat.com

اطاعت بھی کرتا ہے جو اس کی آسمانی بادشاہت کی اطاعت کرتے ہیں ۔کیونکہ اُسے تعلیم دی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ ہی ایسا کرے ۔ لیکن یہ سب کچھ جو وہ کرتا ہے ۔ تو اس لئے نہیں کرتا ۔ کہ ان سب کے اندر کوئی حکم ماننا اور ان کو جھکنے کی جگہ سمجھتا ہے ۔ بلکہ صرف اس لئے کہ اطاعت ایک ہی کے لئے ہے ۔ اور حکم صرف ایک ہی کا ہے ۔ جب اس ایک ہی حکم دینے والے نے ان سب باتوں کا حکم دے دیا ، تو ضرور ہے ۔ کہ خدا کے لئے ان سب بندوں کو بھی مانا جائے ۔ اور اللہ کی اطاعت کی خاطر وہ اس کے بندوں کا بھی مطیع ہو جائے ۔

پس فی الحقیقت دُنیا میں ہر انسان کے لئے بے شمار حاکم اور بہت سی جھکانے والی قوتیں ہیں ۔ لیکن مومن کے لئے صرف ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی نہیں وہ صرف اُسی کے آگے جھکتا ہے اور صرف اُسی کو مانتا ہے ۔ اس کی اطاعت کا حق ایک ہی کو ہے ۔ اُس کی پیشانی کے جھکنے کی چوکھٹ ایک ہی ہے اور اُس کے دل کی خریداری کے لئے بھی ایک ہی خریدار ہے ۔ وہ اگر دُنیا میں کسی دوسری ہستی کی اطاعت کرتا بھی ہے تو صرف اُسی ایک کے لئے ۔ اس لئے اس کی بہت سی اطاعتیں بھی اس ایک ہی اطاعت میں شامل ہو جاتی ہیں ؎

مقصود ما ز دیر و حرم جز حبیب نیست
ہر جا کنیم سجدہ بداں آستاں رسد

حضرت یُوسف (علیہ السلام) نے قید خانے میں اپنے ساتھیوں سے کیا پُوچھا تھا ؟

ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ ○ (۱۲ : ۳۹)

بہت سے معبود بنا لینا بہتر ہے یا ایک ہی قہار و مقتدر خدا کو پُوجنا ؟

یہی وہ خلاصۂ ایمان و اسلام ہے ۔ جس کی ہر مومن و مسلم کو قرآن نے تعلیم دی ہے کہ :-

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ، اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ ؕ (۱۲ : ۴۰)

" تمام جہان میں اللہ کے سوا کوئی نہیں ۔ جس کی حکومت ہو ۔ اُس نے ہمیں حکم دیا ہے ۔ کہ اس کے سوا اور کسی کو نہ پُوجیں اور نہ کسی کو اپنا معبود بنائیں "

یہی " دینِ قیّم " ہے جس کی پیروی کا حکم دیا گیا :-

Marfat.com

ذَالِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ٥ (۱۲ : ۴۰)

حدیث صحیح یہ ہے۔ کہ فرمایا:۔

لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق: (بخاری ومسلم)

جس بات کے ماننے میں خدا کی نافرمانی ہو اس میں کسی بندے کی فرمانبرداری نہ کرو۔

اسلام نے یہ کہہ کر فی الحقیقت ان تمام ماسوی اللہ اطاعتوں اور فرمانبرداریوں کی بندشوں سے مومنوں کو آزاد وحُر کامل کر دیا۔ جن کی بیڑیوں سے تمام انسانوں کے پاؤں بوجھل ہو رہے تھے۔ اور اس ایک ہی جملہ میں انسانی اطاعت اور پیروی کی حقیقت اس وسعت اور احاطہ کے ساتھ سمجھا دی کہ اس کے بعد اور کچھ باقی نہ رہا۔ یہی ہے جو اسلامی زندگی کا دستور العمل ہے اور یہی ہے جو مومن کے تمام اعمال واعتقادات کی ایک مکمل تصویر ہے۔ اس تعلیم الٰہی نے بتلا دیا ہے کہ جتنی اطاعتیں، جتنی فرمانبرداریاں۔ جتنی وفاداریاں اور جس قدر بھی تسلیم واعتراف ہے صرف اُسی وقت تک کیلئے ہے۔ جب تک کہ بندے کی بات ماننے سے خدا کی بات نہ جاتی ہو اور دُنیا والوں کے وفادار بننے سے خدا کی حکومت کے آگے بغاوت نہ ہوتی ہو۔ لیکن اگر کبھی ایسی صُورت پیش آجائے۔ کہ اللہ اور اس کے بندوں کے احکام میں مقابلہ آپڑے۔ تو پھر تمام اطاعتوں کا خاتمہ۔ تمام عہدوں اور شرطوں کی شکست۔ تمام رشتوں اور ناطوں کا انقطاع اور تمام دوستیوں اور محبتوں کا اختتام ہے۔ اس وقت نہ تو حاکم، حاکم ہے۔ نہ پادشاہ، پادشاہ۔ نہ باپ، باپ ہے۔ نہ بھائی، بھائی۔ سب کے آگے تمرد۔ سب کے ساتھ انکار۔ سب کے سامنے سرکشی۔ سب کے ساتھ بغاوت۔ پہلے جس قدر فرمانبرداری تھی اتنی ہی اب نافرمانی مطلوب ہے۔ پہلے جس قدر جھکاؤ تھا اتنا ہی اب غرور ہو۔ کیونکہ رشتے کٹ گئے اور عہد توڑ ڈالے گئے رشتہ دراصل ایک ہی تھا۔ اور یہ سب رشتے اسی ایک رشتے کی خاطر تھے۔ حکم ایک ہی کا تھا اور یہ سب اطاعتیں اسی ایک اطاعت کے لئے تھیں۔ جب ان کے ماننے میں اس سے انکار اور ان کی وفاداری میں اس سے بغاوت ہونے لگی۔ تو جس کے حکم سے رشتہ جوڑا تھا۔ اسی کی تلوار نے کاٹ بھی دیا۔ اور جس کے ہاتھ نے ملایا تھا۔ اُسی کے ہاتھ نے الگ

Marfat.com

بھی کر دیا۔ کہ:۔

لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق!

سرور کائنات اور سید المرسلین (صلعم) سے بڑھ کر مسلمانوں کا کون آقا ہو سکتا ہے؟ لیکن خود اس نے بھی جب عقبہ میں انصار سے بیعت لی تو فرمایا کہ "والطاعۃ فی معروف" میری اطاعت تم پر اسی وقت تک کے لئے واجب ہے۔ جبتک کہ میں تم کو نیکی کا حکم دُوں۔ جب اس شہنشاہ کونین کی اطاعت مسلمانوں پر نیکی و معروف کے ساتھ مشروط ہے تو پھر دُنیا میں کون بادشاہ۔ کونسی حکومت۔ کونسے پیشوا۔ کونسے رہنما اور کونسی قوتیں ایسی ہو سکتی ہیں۔ جنکی اطاعت ظلم و عدوان کے بعد بھی ہمارے لئے باقی رہے؟

آدم کی اولاد، دو کی محکوم نہیں ہو سکتی۔ وہ ایک سے ملے گی۔ دوسرے کو چھوڑے گی۔ ایک سے جوڑے گی۔ دوسرے سے کٹے گی۔ پھر خدارا مجھے بتلاؤ کہ ایک مومن کس کو چھوڑیگا۔ اور کس سے ملے گا؟ ایک مُلک کے دو پادشاہ نہیں ہو سکتے۔ ایک باقی رہے گا۔ ایک کو چھوڑنا پڑے گا۔ پھر مجھے بتلاؤ کہ مومن کی اقلیم دل کس کی پادشاہت قبول کرے گی؟ کیا وُہ اُس سے ملے گا جس کی حالت یہ ہے۔ کہ:۔

وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ	خدا نے جس کو جوڑنے اور ملانے کا حکم دیا ہے
اَنْ يُّوْصَلَ (۲ : ۲۷)	وُہ اُسے توڑتے اور جدا کرتے ہیں!

کیا اُس کی بادشاہت قبول کرے گا۔ جس کی حالت کی تصویر یہ ہے؟

وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ	وہ دُنیا میں فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں۔ اور
هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۲ : ۲۷)	انجام کار وہی ناکام و نامراد رہیں گے۔

اور کیا اُس کی پادشاہت سے گردن موڑ لے گا جو پکارتا ہے۔ کہ:۔

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ	اے غافل انسان! کیا ہے جس کے گھمنڈ نے
بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ (۸۲ : ۶)	تجھے اپنے مہربان اور پیار کرنے والے آقا

سے سرکش بنا دیا ہے؟

مگر آہ یہ کیسے ہو سکتا ہے:۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (۲ : ۲۸)

تم اس شہنشاہ حقیقی کی حکومت سے کیونکر انکار کرو گے۔ جس نے تمہیں اس وقت زندہ کیا جب کہ تم مُردہ تھے۔ وہ تم پر پھر موت طاری کرے گا۔ اس کے بعد دوبارہ زندگی بخشے گا۔ پھر تم سب اُسی کے پاس بُلائے جاؤ گے۔

دُنیا اور اُس کی بادشاہیاں فانی ہیں۔ ان کے جبروت وجلال کو ایک دن مٹنا ہے۔ خدائے منتقم وقہار کے بھیجے ہوئے فرشتہ ہائے عذاب انقلاب وتغیرات کے حربے لے کر اُترنے والے ہیں۔ اُن کے قلعے مسمار ہو جائیں گے۔ ان کی تلواریں کُند ہو جائیں گی۔ اُن کی فوجیں ہلاک ہوں گی۔ ان کی توپیں ان کو پناہ نہ دیں گی۔ ان کے خزانے ان کے کام نہ آئینگے۔ ان کی طاقتیں نیست ونابود کر دی جائیں گی۔ ان کا تاج غروران کے سر سے اُتر جائے گا۔ ان کا تخت جلال وعظمت واژگوں نظر آئے گا۔

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ، اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ۨالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِيْنَ عَسِيْرًا ۔ (۲۵ : $\frac{۲۵}{۲۶}$)

اور جس دن آسمان ایک بادل کے ٹکڑے پر سے پھٹ جائے گا۔ اور اس بادل کے اندر سے فرشتے جوق جوق اتارے جائینگے اس دن کسی کی بادشاہت باقی نہ رہے گی۔ صرف خدائے رحمٰن ہی کی حکومت ہوگی اور یاد رکھو کہ وہ دن کافروں کے لئے بہت ہی سخت ہوگا۔

پھر اُس دن جب کہ رب الافواج اپنے ہزاراں ہزار قدوسیوں کے ساتھ نمودار ہوگا۔ اور ملکوت السموات والارض کا نقیب پکارے گا:۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○ (۴۰ : ۱۶)

آج کے دن کس کی بادشاہی ہے؟ کسی کی نہیں صرف خدائے واحد وقہار کی۔

تو اس وقت کیا عالم ہوگا۔ ان انسانوں کا جنہوں نے بادشاہ ارض وسماء کو چھوڑ کر مٹی کے تودوں کو اپنا بادشاہ بنا لیا ہے۔ اور ان کے حکموں کی اطاعت کو خدا کے حکموں کی اطاعت پر ترجیح دیتے ہیں؟ آہ اُس دن وہ کہاں جائیں گے۔ جنہوں نے انسانوں سے

Marfat.com

صلح کرنے کے لئے خدا سے جنگ کی۔ اور اپنے اس ایک ہی آقا کو ہمیشہ اپنے سے رُوٹھا ہوا رکھا؟ وہ پکاریں گے پر جواب نہ دیا جائے گا۔ وہ فریاد کریں گے پر سُنی نہ جاوے گی۔ وہ توبہ کریں گے پر قبول نہ ہوگی۔ وہ نادم ہوں گے پر ندامت کام نہ دے گی۔

اے انسان! اُس دن کے لئے تجھ پر افسوس ہے۔ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ۔

وقيل ادعو شركاءكم فلم يستجيبوا لهم۔ ان سے کہا جائے گا کہ اب اپنے ان خداوندوں اور حاکموں کو پکارو۔ جن کو تم خدا کی طرح مانتے تھے اور خدا کی طرح اُن سے ڈرتے تھے وہ پکاریں گے پر کچھ جواب نہ پائیں گے۔

پس وہ معلم الٰہی۔ وہ داعی ربانی وہ مبشر و منذر وہ رحمۃ اللعالمین وہ محبوب رب العالمین وہ سلطان کونین آگے بڑھے گا۔ اور حضور خداوندی میں عرض کرے گا۔

وَقَالَ الرَّسُولُ:- يَارَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ٥ (۲۵ : ۳۰) اے پروردگار۔ افسوس ہے کہ میری اُمت نے قرآن کی ہدایتوں اور تعلیموں پر عمل نہ کیا اور اس سے اپنا رشتہ کاٹ لیا۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے جو وہ آج بھگت رہے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاتْبَاعِهٖ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ!

پس سفر سے پہلے زاد راہ کی فکر کر لو۔ اور طوفان سے پہلے کشتی بنا لو۔ کیوں کہ سفر نزدیک ہے اور طوفان کے آثار ظاہر ہو گئے ہیں۔ جن کے پاس زاد راہ نہ ہوگا وہ بھوکے مریں گے اور جن کے پاس کشتی نہ ہوگی وہ سیلاب میں غرق ہو جائیں گے۔ جب تم دیکھتے ہو کہ مطلع غبار آلود ہوا اور دن کی روشنی بدلیوں میں چھپ گئی۔ تو تم سمجھتے ہو کہ برق و باراں کا وقت آ گیا۔ پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہ دُنیا کی امن و سلامتی کا مطلع غبار آلود ہو رہا ہے۔ دین الٰہی کی روشنی ظلمتِ کفر و طغیان میں چھپ رہی ہے۔ مگر تم یقین نہیں کرتے کہ موسم بدلنے والا ہے۔ اور تیار نہیں ہوتے کہ انسانی بادشاہتوں سے کٹ کر خدا کی بادشاہت کے مطیع ہو جاؤ۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا کے تخت جلال کی منادی پھر بلند ہو۔ اور اس کی زمین صرف اسی کے لئے ہو جائے۔ حتی لا تكون فتنة ويكون الدين لله۔

آہ! ہم بہت سو چکے۔ اور غفلت و سرشاری کی انتہا ہو چکی۔ ہم نے اپنے خالق سے ہمیشہ غرور کیا۔ لیکن مخلوقوں کے سامنے کبھی بھی فروتنی سے نہ شرمائے۔ ہمارا وصف یہ بتلایا گیا تھا۔

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (۵: ۵۴)	مومنوں کے ساتھ نہایت عاجز و نرم مگر کافروں کے مقابلہ میں نہایت مغرور و سخت۔

ہمارے اسلاف کرام کی یہ تعریف کی گئی تھی۔ کہ:-

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (۴۸: ۲۹)	کافروں کے لئے نہایت سخت ہیں پر آپس میں نہایت رحم والے اور مہربان!

پر ہم نے اپنی تمام خوبیاں گنوادیں اور دُنیا کی مغضوب قوموں کی تمام بُرائیاں سیکھ لیں۔ ہم اپنوں کے آگے سرکش ہو گئے۔ اور غیروں کے سامنے ذلت سے جھکنے لگے۔ ہم نے اپنے پروردگار کے آگے دستِ سوال نہیں بڑھایا۔ لیکن بندوں کے دسترخوان کے گرے ہُوئے ٹکڑے چُننے لگے ہم نے شہنشاہ ارض و سما کی خداوندی سے نافرمانی کی۔ مگر زمین کے چند جزیروں کے مالکوں کو اپنا خداوند سمجھ لیا۔ ہم پورے دن میں ایک بار بھی خدا کا نام ہیبت اور خوف کے ساتھ نہیں لیتے۔ پر سینکڑوں مرتبہ اپنے غیر مسلم حاکموں کے تصور سے لرزتے اور کانپتے رہتے ہیں:-

يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ	اے سرکش انسان! کس چیز نے تجھے اپنے مہربان اور محبت کرنے والے پروردگار کی جناب میں گستاخ کر دیا ہے؟ وہ کہ اُس نے تجھے پیدا کیا۔ تیری ساخت درست کی۔ تیری خلقت کو اعتدال بخشا۔ اور جس صُورت میں چاہا تیری شکل کی ترکیب کی۔ پھر یہ کس کی وفاداری ہے جس نے تجھے اُس سے باغی بنا دیا ہے؟ نہیں اصل یہ ہے۔ کہ

نَعِيْمٍ ۙ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۚ
يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ وَمَا
هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ۝ وَمَا
اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۙ
ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝
يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ
شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝
(٨٢ : ٦/١٩)

تمہیں اس کی حکومت کا یقین ہی نہیں۔ حالانکہ تم پر اس کی طرف سے ایسے بزرگ نگران کار متعین ہیں جو تمہارے اعمال کا ہر آن احتساب کرتے رہتے ہیں۔ اور تمہارا کوئی فعل بھی ان کی نظر سے مخفی نہیں۔ یاد رکھو کہ ہم نے ناکامی اور کامیابی کی ایک تقسیم کر دی ہے۔ خدا کے اطاعت گذار بندے عزت و مراد اور فتح و کامرانی کے عیش و نشاط میں رہیں گے اور بدکار و نافرمان خدا کی بادشاہی کے دن نامرادی و ہلاکت کے عذاب میں مبتلا ہوں گے جس سے کبھی نہ نکل سکیں گے۔ یہ خدا کی بادشاہی کا دن کیا ہے؟ وہ دن جس میں کوئی کسی کے لئے کچھ نہ کر سکے گا۔ اور صرف خدا ہی کی اس دن حکومت ہوگی۔ اس سے پہلے کہ خدا کی بادشاہی کا دن نزدیک آئے کیا بہتر نہیں کہ اس کے لئے ہم اپنے تئیں تیار کر لیں؟ تاکہ جب اس کا مقدس دن آئے تو ہم یہ کہہ کر نہ نکال دیئے جائیں۔ کہ تم نے غیروں کی حکومت کے آگے خدا کی حکومت کو بھلا دیا تھا۔ جاؤ کہ آج خدا کی بادشاہت میں بھی تم بالکل بھلا دئے گئے ہو۔ لا بشری یومئذ للمجرمین۔

وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ
لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ
النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝
ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ
اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ
مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝
(٤٥ : ٣٤/٣٥)

اور اس وقت ان سب سے کہا جائے گا۔ کہ جس طرح تم نے اس دن کی حکومت الٰہی کو بھلا دیا تھا آج ہم بھی تم کو بھلا دیں گے۔ تمہارا ٹھکانا آگ کے شعلے ہیں اور کوئی نہیں جو تمہارا مددگار ہو یہ اس کی سزا ہے کہ تم نے خدا کی آیتوں کی ہنسی اڑائی اور دنیا کی زندگی اور اس کے کاموں نے تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھا۔ پس آج نہ تو عذاب سے تم

Marfat.com

نکالے جاؤ گے اور نہ ہی تمہیں اس کا موقع ملے گا۔ کہ توبہ و استغفار کر کے خدا کو منالو۔ کیونکہ اس کا وقت تم نے کھو دیا!

آج خدا کی حکومت اور انسانی بادشاہتوں میں ایک سخت جنگ بپا ہے۔ شیطان کا تخت زمین کے سب سے بڑے حصے پر بچھا دیا گیا ہے۔ اس کے گھرانے کی وراثت اس کے پوجنے والوں میں تقسیم کر دی گئی ہے۔ اور "دجال" کی فوج ہر طرف پھیل گئی ہے۔ یہ شیطانی بادشاہتیں چاہتی ہیں کہ خدا کی حکومت کو نیست و نابود کر دیں۔ ان کی دہنی جانب دنیوی لذتوں اور عزتوں کی ایک ساحرانہ جنت ہے اور بائیں جانب جسمانی تکلیفوں اور عقوبتوں کی ایک دکھائی دینے والی جہنم بھڑک رہی ہے۔ جو فرزند آدم خدا کی بادشاہت سے انکار کرتا ہے۔ یہ دجال کفر و ظلمت اس پر اپنی جادو کی جنت کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ کہ حق پرستوں کی نظر میں فی الحقیقت خدا کی لعنت اور پھٹکار کی جہنم ہے۔ لَّابِثِينَ فِيهَآ أَحْقَابًا، لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا اور جو خدا کی بادشاہت کا اقرار کرتے ہیں۔ ان کو اپنی ابلیسی عقوبتوں اور جسمانی سزاؤں کی جہنم میں دھکیل دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ حرقوہ وانصروا الہتکم مگر فی الحقیقت سچائی کے عاشقوں اور راست بازی کے پرستاروں کے لئے وہ جہنم جہنم نہیں ہے۔ لذتوں اور راحتوں کی ایک جنت النعیم ہے۔ کیونکہ ان کے لسان ایمان و ایقان کی صدا یہ ہے۔ کہ:۔

فَاقْضِ مَآ أَنتَ قَاضٍ، إِنَّمَا	اے دنیوی سزاؤں کی طاقت پر مغرور ہونے
تَقْضِى هَٰذِهِ الْحَيَوٰةَ الدُّنْيَآ ه	والے بادشاہ تو جو کچھ کرنے والا ہے کر
إِنَّآ ءَامَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا	گزر! تو صرف دنیا کی اس زندگی اور گوشت
خَطَٰيَٰنَا (۲۰ : ۷۲)	اور خون کے جسم ہی پر حکم چلا سکتا ہے۔

بس چلا دیکھ! ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے ہیں۔ تاکہ ہماری خطاؤں کو معاف کرے تیری دنیاوی سزائیں ہمیں اس کی راہ سے باز نہیں رکھ سکتیں۔

جب کہ یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ اور زمین کے ایک خاص ٹکڑے ہی میں نہیں بلکہ اس کے ہر گوشے میں آج یہی مقابلہ جاری ہے تو بتلاؤ پرستاران دین حنیفی ان دجاجلہ

Marfat.com

کفر و شیطنت اور اس حکومت دام الہٰی میں سے کس کا ساتھ دیں گے؟ کیا ان کو اِس آگ کے شعلوں کا ڈر ہے جو دجال کی حکومت اپنے ساتھ ساتھ سلگاتی آتی ہے۔ لیکن کیا ان کو معلوم نہیں کہ ان کا مورث اعلیٰ کون تھا؟ دین حنیف کے اوّلین داعی نے بابل کی ایک ایسی ہی سرکش حکومت کے مقابلے میں خدا کی حکومت کو ترجیح دی۔ اور اُسے آگ میں ڈالنے کے لئے شعلے بھڑکائے گئے پر اس کی نظر میں ہلاکت کے وُہ شعلے گلزار بہشت کے شگفتہ پھول تھے۔ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ (۲۱: ۶۹)

کیا ان کے دل میں دنیوی لذتوں اور عزتوں کی اس جھوٹی جنت کی طمع پیدا ہو گئی ہے۔ جس کے فریب باطل سے یہ جنود شیطانی انسانی رُوح کو فتنہ میں ڈالنا چاہتی ہے؟ اگر ایسا ہے تو کیا انہیں خبر نہیں کہ مصر کا بادشاہ حکومت الہٰی کا منکر ہو کر اپنی عظیم الشان گاڑیوں اور بڑی بڑی رتھوں سے اور اس مُلک سے جس پر اُسے "رب اعلیٰ" ہونے کا گھمنڈ تھا۔ کتنے دن متمتع ہو سکا؟

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ

فرعون ارض مصر میں بہت ہی بڑھ چڑھ نکلا تھا۔ اس نے ملک کے باشندوں میں تفریق کر کے الگ الگ گروہ قرار دے رکھے تھے ان میں سے ایک گروہ نے بنی اسرائیل کو اس قدر کمزور اور بے بس سمجھ رکھا تھا۔ کہ اُن کے فرزندوں کو قتل کرتا۔ اور ان کے اعراض و ناموس کو برباد کرتا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ زمین کے مفسدوں میں سے بڑا ہی مفسد تھا لیکن باایں ہمہ ہمارا فیصلہ یہ تھا۔ کہ جو قوم اس کے ملک میں سب سے زیادہ کمزور سمجھی گئی تھی۔ اُسی پر احسان کریں۔

Marfat.com

مَا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝ (۲۸: ۴) اسی قوم کے لوگوں کو وہاں کی سرداری دیں
بخشیں۔ انہی کو وہاں کی سلطنت کا وارث بنائیں اور انہی کی حکومت کو تمام ملک میں قائم کرا دیں۔ اس سے ہمارا مقصد یہ تھا کہ فرعون وہامان اور اس کے لشکر کو جس ضعیف قوم کی طرف سے بغاوت و خروج کا کھٹکا لگا رہتا تھا اسی کے ہاتھوں ان کے ظلم و استبداد کا نتیجہ ان کے آگے آئے۔

مسلمانو! کیا متاع آخرت بیچ کر دنیا کے چند خزف ریزوں پر قناعت کی خواہش ہے؟ کیا اللہ کی حکومت سے باغی رہ کر دنیا کی حکومتوں سے صلح کرنے کا ارادہ ہے؟ کیا نقد حیات ابدی بیچ کر معیشت چند روزہ کا سامان کر رہے ہو؟ کیا تمہیں یقین نہیں کہ:۔

مَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ	یہ دنیا کی زندگی (جو تعلق الٰہی سے خالی ہے)
وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ	اس کے سوا اور کیا ہے۔ کہ فانی خواہشوں
الْحَيَوَانُ۔	کے بہلانے کا ایک کھیل ہے؟ اصلی زندگی

تو آخرت ہی کی زندگی ہے۔ جس کے لئے اس زندگی کو طیار کرنا چاہیے۔

اگر تم صرف دنیا ہی کے طالب ہو۔ جب بھی اپنے خدا کو نہ چھوڑو۔ کیونکہ وہ دنیا و آخرت دونوں بخشنے کے لئے طیار ہے تم کیوں صرف ایک ہی پر قناعت کرتے ہو؟

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا	اور جو شخص دنیا کی بہتری کا طالب ہے اس
فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۝	سے کہہ دو کہ صرف دنیا ہی کے لئے کیوں
(۴: ۱۳۴)	ہلاک ہوتا ہے؟ حالانکہ خدا تو دین اور آخرت

دونوں کی بہتری دے سکتا ہے وہ خدا کے پاس آئے اور آخرت کے ساتھ دنیا کو بھی لے۔

مسلمانو! پکارنے والا پکار رہا ہے۔ کہ اب بھی خدائے قدوس کی سرکشی و نافرمانی سے باز آجاؤ۔ اور بادشاہ ارض و سماء کو اپنے سے روٹھا ہوا نہ چھوڑو۔ جس کے روٹھنے کے بعد زمین و آسمان کی کوئی ہستی بھی تم سے من نہیں سکتی! اس سے بغاوت نہ کرو۔ بلکہ دنیا کی تمام طاقتوں سے باغی ہو کر صرف اسی کے وفادار ہو جاؤ۔

پھر کوئی ہے جو اس آواز پر کان دھرے؟ فهل من مستمع؟

آسمانی بادشاہت کے ملائکہ مکرمین اور قدوسیان مقربین اپنے نورانی پروں کو پھیلائے

Marfat.com

ہوئے اُس راست باز رُوح کو ڈھونڈھ رہے ہیں۔ جو مخلوق کی بادشاہت چھوڑ کر خالق کی حکومت میں بسنا چاہتی ہے۔ کون ہے جو اس پاک مسکن کا طالب ہو۔ اور پاکباز رُوحوں کی طرح پکار اُٹھے۔

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ
لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا،
رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا
سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۚ رَبَّنَا
وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا
تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ اِنَّكَ لَا
تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ (۳ : ۱۹۳/۱۹۴)

اے ہمارے حقیقی بادشاہ! ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز سُنی جو تیری بادشاہت کی آواز دے رہا تھا۔ اے ہمارے ایک ہی بادشاہ! ہم نے تیری بادشاہت قبول کی پس ہمارے گناہ معاف کر! ہمارے عیوب پر پردہ ڈال! اپنے نیک بندوں کی معیت میں ہمارا خاتمہ کر تو نے اپنے منادی کرنے والوں کی زبانی ہم سے جو وعدے کئے تھے وہ پُورے کر اور اپنی آخری بادشاہت میں ذلیل وخوار نہ کر کہ تو اپنے وعدوں سے کبھی نہیں ٹلتا۔

عیدین!

Marfat.com

عید الفطر

۱۵ر ستمبر سنہ ۱۹۱۲ء

عید الاضحیٰ

۲۰، ۲۷ر نومبر - ۴، ۱۱ر دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء

Marfat.com

عید الفطر

عید آمد و افزود غمم را غم دیگر
ماتم زدہ را عید بود ماتم دیگر

دُنیا کی ہر قوم کے لئے سال بھر میں دو چار دن ایسے ضرور آتے ہیں، جن کو وہ اپنے کسی قومی جشن کی یادگار سمجھ کر عزیز رکھتی ہے، اور قوم کے ہر فرد کے لئے اُن کا ورُود عیش ونشاط کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

مُسلمانوں کا جشن اور ماتم، خوشی اور غم، مرنا اور جینا، جو کچھ تھا خدا کے لئے تھا:۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ
وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ
لَہٗ، وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ
الْمُسْلِمِیْنَ (۶: ۱۶۲-۱۶۳)

کہہ دے کہ میری نماز، میری تمام عبادت، میرا مرنا، میرا جینا جو کچھ ہے اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں مجھ کو ایسا ہی حُکم دیا گیا ہے اور مَیں مسلمانوں میں پہلا مسلمان ہُوں۔

اور عید کا جشن ونشاط لذائذ دنیوی کے حصُول اور خواہشوں کی کام جوئیوں میں تھا،

مگر اُن کے ارادے مشیت الٰہی کے ماتحت، اور خواہشیں رضائے الٰہی کی محکوم تھیں۔ ان کے لئے سب سے بڑا ماتم یہ تھا کہ دل اُس کی یاد سے غافل اور زبان اُس کے ذکر سے محروم ہو جائے اور سب سے بڑا جشن یہ تھا کہ سر اُس کی اطاعت میں جھکے ہوں اور زبان اس کی حمد و تقدیس سے لذت یاب ہو:۔

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ	ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں،
اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا	کہ جب ان کو وہ یاد دلائی جاتی ہیں تو سجدے
بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۩ السجدة	میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی حمد و ثنا
تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ	کے ساتھ تسبیح و تقدیس کرتے ہیں، اور وہ کسی
يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا،	طرح کا تکبر و بڑائی نہیں کرتے۔ رات کو جب سوتے
(۳۲: ۱۵-۱۶)	ہیں تو اُن کے پہلو بستروں سے آشنا نہیں ہوتے

اور امید و بیم کے عالم میں کروٹیں لے کر اپنے پروردگار سے دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔

ان کو پیشگاہ الٰہی سے طاعت و شکر گزاری کے جشن کے لئے دو دن ملے تھے۔ پہلا دن (عید الفطر) کا تھا۔ یہ اُس ماہ مقدس کے اختتام اور افضال الٰہی کے دور جدید کے اولین یوم کا جشن تھا، جس میں سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے اپنے کلام سے اُنکو مخاطب فرمایا:۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ	رمضان کا مہینہ، جس میں قرآن کریم اول اول
الْقُرْاٰنُ (۲: ۱۸۵)	نازل کیا گیا۔

اسی مہینے کے آخری عشرے میں سب سے پہلے اُنہیں وہ نور صداقت اور کتاب مبین دی گئی، جس نے انسانی معتقدات و اعمال کی تمام ظلمتوں کو دُور کیا اور ایک روشن اور سیدھی راہ دُنیا کے آگے کھول دی:۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ من الله نور وكتاب	بے شک خدا کی طرف سے تمہارے پاس (قرآن)
مبين، يهدى به الله من اتبع	ایک روشنی اور کھلی کھلی ہدایت بخشنے والی کتاب
رضوانه سبل السلام (	بھیجی گئی۔ اللہ اُس کے ذریعے اپنی رضا چاہنے
	والوں کو سلامتی کی راہوں پر ہدایت کرتا ہے۔

انسانی ضمیر کی روشنی، جب کہ ظلمت اور ضلالت سے چھپ گئی تھی، فطرت کے حسن اصلی پر جب انسان نے بداعمالیوں کے پردے ڈال دیئے تھے، قوانین الٰہی کا احترام دُنیا سے اُٹھ گیا تھا، اور طغیان و سرکشی کے سیلاب میں خدا کے رسولوں کی بنائی ہوئی عمارتیں بہہ رہی تھیں:۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (۳۰: ۴۱)

خشکی اور تری، دونوں میں انسانوں کے اعمال بد کی وجہ سے فساد پھیل گیا۔

اُس وقت یہ پیغام صداقت دُنیا کے لئے نجات اور ہدایت کی ایک بشارت بن کر آیا، اُس نے جہل و باطل پرستی کی غلامی سے دُنیا کو دائمی نجات دلائی۔ افضال و نعائم الٰہیہ کے فتح باب کا مژدہ سُنایا، نئی عمارت گو خود نہیں بنائی مگر پُرانی عمارتوں کو ہمیشہ کے لئے مضبوط کر دیا، نئی تعلیم گو نہیں لایا، لیکن پُرانی تعلیموں میں بقائے دوام کی رُوح پھونک دی۔ مختصر یہ ہے کہ فطرت اور نوامیس فطرت کی گمشدہ حکومت پھر قائم ہوگئی

فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا، لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ، ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ٥ (۳۰: ۳۰)

یہ خدا کی بنائی ہوئی سرشت ہے جس پر خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ خدا کی بنائی ہوئی بناوٹ میں رد و بدل نہیں ہو سکتا، یہی (راہ فطرت) دین کا سیدھا راستہ ہے، مگر اکثر آدمی ہیں جو نہیں سمجھتے۔

یہی مہینہ تھا، جس میں دُنیا کے روحانی نظام پر ایک عظیم الشان انقلاب طاری ہُوا، اسی مہینے میں وہ عجیب و غریب رات آئی تھی، جس نے اس انقلاب عظیم کا ہمیشہ کے لئے ایک اندازہ صحیح کر کے فیصلہ کر دیا تھا، اور اسلئے وہ (لیلۃ القدر) تھی۔ اسکی نسبت فرمایا کہ وہ گزشتہ رسولوں کے ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ کیوں کہ ان مہینوں کے اندر دُنیا کو جو کچھ دیا گیا تھا، وہ سب کچھ مع خدا کی نئی نعمتوں اور عطا کردہ فضیلتوں کے اس رات کے اندر بخش دیا گیا:۔

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ

قرآن کریم نازل کیا گیا لیلۃ القدر میں اور تم جانتے ہو کہ لیلۃ القدر کیا ہے، وہ ایک

Marfat.com

خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍؕ (۹۷: ۳) — ایسی رات ہے جو دُنیا کے ہزار مہینوں پر افضلیت رکھتی ہے۔

یہی رات تھی، جس میں ارضِ الٰہی کی روحانی اور جسمانی خلافت کا ورثہ ایک قوم سے لے کر دوسری قوم کو دیا گیا، اور یہ اُس قانونِ الٰہی کے ماتحت ہوا جسکی خبر (داؤد) علیہ السلام کو دی گئی تھی:-

وَلَقَدۡ كَتَبۡنَا فِى الزَّبُوۡرِ مِنۡۢ بَعۡدِ الذِّكۡرِ اَنَّ الۡاَرۡضَ يَرِثُهَا عِبَادِىَ الصّٰلِحُوۡنَ‏ ۞ (۲۱: ۱۰۵) — اور ہم نے (زبُور) میں پند و نصیحت کے بعد لکھ دیا تھا کہ بیشک زمین کی خلافت کے ہمارے صالح بندے وارث ہوں گے۔

اس قانون کے مطابق دو ہزار برس تک (بنی اسرائیل) زمین وراثت پر قابض رہے، اور خدا نے اُن کی حکومتوں، اُن کے ملکوں، اور اُن کے خاندان کو تمام عالم پر فضیلت دی:-

يٰبَنِىۡٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَنِّىۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ۞ (۲: ۴۷) — اے بنی اسرائیل! ان نعمتوں کو یاد کرو، جو ہم نے تم پر انعام کیں، اور (نیز) ہم نے تمکو (اپنی خلافت دیکر) تمام عالم پر فضیلت بخشی۔

یہی مہینہ اور یہی لیلۃ القدر تھی، جس میں اس الٰہی قانون کے مطابق نیابتِ الٰہی کا ورثہ (بنی اسرائیل) سے لے کر (بنی اسماعیل) کو سپُرد کیا گیا۔ وہ پیمانِ محبّت جو خداوند نے بیابان میں (اسحاق) سے باندھا تھا، وہ پیغامِ بشارت جو (یعقوب) کے گھرانے کو کنعان سے ہجرت کرتے ہوئے سنایا گیا تھا، وہ الٰہی رشتہ جو (کوہ سینا) کے دامن میں خدا ئے ابراہیم و اسحاق نے (بزرگ موسیٰ) کی اُمت سے جوڑا تھا، اور سرزمین فراعنہ کی غلامی سے ان کو نجات دلائی تھی۔ خدا کی طرف سے نہیں، بلکہ خود اُن کی طرف سے توڑ دیا گیا تھا، (داؤد) کے بنائے ہُوئے (ہیکل) کا دورِ عظمت ختم ہو چکا تھا، اور وہ وقت آ گیا تھا کہ اب (اسماعیل) کی چُنی ہوئی دیواروں پر خدا کا تختِ جلال و کبریائی بچھایا جائے۔ یہ نصب و عزل، عزّت و ذلت، قرب و بُعد، اور ہجر و وصال کی رات تھی، جس میں ایک محروم اور دوسرا کامیاب ہوا، ایک کو دائمی ہجر کی سرگشتگی، اور دوسرے کو ہمیشہ کے لئے وصل کی کامرانی عطا کی گئی، ایک کا بھرا ہوا دامن خالی

Marfat.com

ہوگیا، مگر دوسرے کی آستین افلاس بھر دی گئی، ایک پر قہر و غضب کا عتاب نازل ہوا،

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ، وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ (۲: ۶۱)	بنی اسرائیل کو اُنکی نافرمانیوں کی سزا میں ذلت اور محتاجی میں مبتلا کر دیا گیا، اور اللہ کے بھیجے ہوئے غضب میں آ گئے۔

لیکن دوسرے کو اس محبت کے خطاب سے سرفراز کیا:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ	تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور عمل بھی اچھے کئے خدا کا اُن سے وعدہ ہے۔ کہ ان کو زمین کی خلافت بخشے گا جس طرح ان سے بیشتر قوموں کو اُس نے بخشی تھی۔

یہ اس لئے ہوا کہ زمین کی وراثت کے لئے "عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ" کی شرط لگا دی تھی۔ بنی اسرائیل نے خدا کی نعمتوں کی قدر نہ کی، اُسکی نشانیوں کو جھٹلایا، اُس کے احکام سے سرتابی کی، اُس کی بخشی ہوئی اعلیٰ نعمتوں کو اپنے نفس ذلیل کی مبتلائی ہوئی چیزوں سے بدل دینا چاہا:۔

اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ (۲: ۶۱)	خدا کی دی ہوئی اعلیٰ نعمتوں کے بدلے تم ایسی چیزوں کے طالب ہو جو اُن کے مقابلے میں نہایت ادنیٰ ہیں۔

خدائے قدوس کی زمین کثافت اور گندگی کے لئے نہیں ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جماعتوں کو چُن لیتا ہے، تاکہ اُسکی طہارت کیلئے ذمہ دار ہوں۔ لیکن جب خود ان کا وجود زمین کی طہارت و نظافت کے لئے گندگی ہو جاتا ہے، تو غیرت الٰہی اس بار آلودگی سے اپنی زمین کو ہلکا کر دیتی ہے۔ بنی اسرائیل نے اپنے عصیان و تمرد سے ارض الٰہی کی طہارت کو جب داغ لگا دیا، تو اسکی رحمت غیور نے (کوہ سینا) کے دامن کی جگہ (بو قبیس) کی وادی کو اپنا گھر بنایا اور (شام) کے مرغزاروں سے روٹھ کر (حجاز) کے ریگستان سے اپنا رشتہ قائم کیا۔ تاکہ آزمایا جائے کہ یہ نئی قوم اپنے اعمال سے کہاں تک اس منصب کی اہلیت ثابت کرتی ہے؟:۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي	اور بنی اسرائیل کے بعد ہم نے تم کو زمین کی

Marfat.com

وراثت دی تاکہ دیکھیں کہ تمہارے اعمال کیسے ہوتے ہیں؟	الْاَرْضِ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ (۱۰ : ۱۴)

پس یہ مہینہ بنی اسرائیل کی عظمت کا اختتام، اور مسلمانوں کے اقبال کا آغاز تھا، اور اس نئے دور اقبال کا پہلا مہینہ (شوال) سے شروع ہوتا تھا، اس لئے اس کے یوم ورود کو (عید الفطر) کا جشن ملی قرار دیا گیا، تاکہ افضال الٰہی کے ظہور اور قرآن کریم کے نزول کی یاد ہمیشہ قائم رکھی جائے اور اس احسان و اعزاز کے شکریے میں تمام ملت مرحومہ اُسکے سامنے سربسجود ہو:-

اور اس وقت کو یاد کرو، جب مکہ میں تم نہایت کم تعداد اور کمزور تھے۔ اور ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں زبردستی پکڑ کے اُڑا نہ لیجائیں، لیکن خدا نے تم کو جگہ دی، اپنی نصرت سے مدد کی، عمدہ رزق تمہارے لئے مہیا کر دیا اور یہ اسلئے تھا تاکہ تم شکر ادا کرو۔	وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۸ : ۲۶)

مگر یہ عید الفطر کا جشن ملی! یہ ورود ذکر رحمت الٰہی کی یادگار! یہ سربلندی و افتخار کی بخشش کا یاد آور! یہ یوم کامرانی و فیروزی و شادمانی! اُس وقت تک عیش و سرور کا دن تھا، جب تک ہمارے سر تاجِ خلافت سے سربلند ہونے کے لئے، اور جسم خلعت نیابت سے مفتخر ہونے کے لئے تھے۔ عزت و عظمت جب ہمارے ساتھ تھی، اور اقبال و کامرانی ہمارے آگے دوڑتی تھی۔ خدا کی نعمتوں کا ہم پر سایہ تھا، اور اللہ کی بخشی ہوئی خلافت کے تخت جلال پر متمکن تھے، لیکن اب ہمارے اقبال و کامرانی کا تذکرہ صرف صفحات تاریخ کا ایک افسانہ ماضی رہ گیا ہے۔

دُنیا کی اور قومیں ہمارے لئے وسیلۂ عبرت تھیں، لیکن اب خود ہمارے اقبال و ادبار کی حکایت اوروں کے لئے مثال عبرت ہے۔ ہم نے خدا کی دی ہوئی عزت و کامرانی کو ہوائے نفس کی تبلائی ہوئی راہ مذلت سے بدل لیا، اس کے عطا کئے ہوئے منصب خلافت کی قدر نہ

Marfat.com

پہچانی اور زمین کی وراثت و نیابت کا خلعت ہم کو راس نہ آیا۔ اب ہمارے عید کی خوشیوں کے دن گئے، عیش و عشرت کا دور ختم ہو گیا، ہم نے بہت سی عیدیں تخت حکومت و سلطنت پر دیکھیں، اور ہزاروں شادیانے سریر خلافت کے آگے بجوائے، ہم پر صدہا عیدیں ایسی گذریں، جب دُنیا کی قومیں ہمارے سامنے سربسجود تھیں اور عظمت و شوکت کے تخت اُلٹے ہُوئے ہمارے سامنے تھے۔ اب عید کے عیش و طرب کی صحبتیں اُن قوموں کو مبارک ہوں۔ جنکی عبرت و تنبیہہ کے لئے اب تک ہمارا وجُود باز نہیں ہے۔ ان کو خوش نصیب سمجھیئے جو اپنے دور اقبال کے ساتھ خود بھی مٹ گئے۔ ہمارا اقبال جا چکا ہے مگر ہم خود اب تک دنیا میں باقی ہیں۔ شاید اس لئے کہ غیروں کے طعنے سنیں، اور اپنی ذلت و خواری پر آنسو بہا کر قوموں کے لئے وجُود عبرت ہوں ؎

درکار ماست نالہ دمن در ہوائے او
پروانہ، چراغ مزار خودیم ما

اس دن کی یادگار ہمارے لئے جشن و طرب کا پیام تھی کیونکہ یہی دن ہمارے لئے صحیفہ اقبال کا صفحہ اولین تھا، اور اسی تاریخ سے ہمارے ہاتھوں قرآنی حکومت کا دور جدید قلوب و اجسام کی زمین پر شروع ہوا تھا۔ اس دن کا طلوع ہم کو یاد دلاتا تھا کہ بداعمالیوں نے کیونکر بنی اسرائیل کو دو ہزار سالہ عظمت سے محروم کیا، اور اعمال حسنہ کے شرف و افتخار نے کیوں کر ہمیں برکات الٰہی کا مہبط و مورد بنایا؟ اس دن کا جب آفتاب نکلتا تھا، تو ہمیں خبر دیتا تھا کہ کس طرح خدا کی زمین نافرمانیوں کی ظلمت سے تاریک ہو گئی تھی اور پھر کس طرح ہمارے اعمال کی روشنی افق عالم پر نیر درخشاں بن کر نمودار ہُوئی تھی، لیکن:-

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (۱۹: ۵۹)	پھر اِن کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے خدا کی عبادت کو ضائع کر دیا اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے پس جلد انکی گمراہی اُن کے آگے آئے گی۔

اب یہ روزگار اگر یادگار ہے، تو عیش و شادمانی کے لئے نہیں، بلکہ حسرت و نامرادی کیلئے،

Marfat.com

اگر یاد آور واقعات ہے، تو عطا و بخشش کی فیروز مندی کے لئے نہیں، بلکہ ناقدری و کفران نعمت کی مایوسی و حسرت سنجی کے لئے، پہلے اس کامرانی کی یاد تھا کہ ہم دولت قبولیت سے سرفراز ہوئے مگر اب اس نامرادی کی حسرت کو تازہ کرتا ہے کہ ہم نے اس کی قدر نہ کی، اور ذلت و عقوبت سے دوچار ہیں پہلے اس وقت سعادت کی یاد تازہ کرتا تھا۔ جو ہماری دولت و اقبال کا آغاز تھا، اور اب اس دور مسکنت و ذلت کا زخم تازہ کرتا ہے جو ہماری عزت و کامرانی کا انجام ہے، پہلے یکسر جشن و نشاط تھا، مگر اب یکسر ماتم و حسرت ہے۔ جشن تھا تو (قرآن کریم) کے نزول کی یادگار کا، جس نے پہلے ہی دن اعلان کر دیا تھا کہ

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا	مسلمانو! اگر تم خدا سے ڈرتے رہے! اور اس کے احکام سے سرتابی نہ کی، تو وہ تمام عالم میں تمہارے لئے ایک امتیاز پیدا کر دیگا۔

اور اب ماتم ہے تو اُس قرآن کی اس پیشین گوئی کے ظہور کا کہ:۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (۲۰ : ۱۲۴)	اور جس نے ہمارے ذکر سے روگردانی کی، اُسکی زندگی دُنیا میں تنگ ہو جائے گی۔

پہلے اسکی (بشارت) کو یاد کر کے جشن مناتے تھے اور اب وہ وقت ہے کہ اسکی (وعید) کے نتائج کو گرد و پیش دیکھ کر عبرت پکڑیں، اب عید کا دن ہمارے عیش و نشاط کا دن نہیں رہا، البتہ عبرت اور موعظہ کی ایک یادگار ضرور ہے:۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا (۲۰ : ۱۱۳)	ایسا ہی ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا اور اس میں طرح طرح کی وعیدیں درج کیں، تاکہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں یا اس کے ذریعے سے اُن کے دلوں میں عبرت اور فکر پیدا ہو۔

دنیا میں عیش کی گھڑیاں کم میسر آتی ہیں، پھر سال بھر کے بعد اس تنہا جشن کو کیوں نہ عزیز رکھا جائے؟ میں بھی نہیں چاہتا کہ آپ عید کی خوشیوں میں سرمست عیش و نشاط ہوں،

Marfat.com

اور میں افسانہ غم چھیڑ کر آپ کے لذت عیش کو منغص کر دوں۔ مگر یقین کیجئے کہ اپنے دل اندوہ پرست کی بے قراریوں سے مجبور ہوں۔ قاعدہ ہے کہ ایک غمگین دل کے لئے عیش کی گھڑیوں سے بڑھ کر اور کوئی وقت غم کے حوادث کا یاد آور نہیں ہوتا، ایک غم زدہ ماں، جو سال بھر کے اندر اپنے کئی فرزندوں کو کھو چکی ہو، اگر عید کے دن اُس کو اپنی بقیہ اولاد کے چہرے دیکھ کر خوشی ہو گی تو ایک ایک کر کے اس کے گم گشتہ لخت جگر بھی سامنے آجائیں گے، ایک بدبخت، جو اپنا تمام مال ومتاع غفلت وبیہوشی میں ضائع کر چکا ہو، عید کے دن جب لوگوں کی زرین قباؤں اور پرجواہر کلاہوں کو دیکھے گا تو ممکن نہیں کہ اس کو اپنی کھوئی ہوئی دولت کے سازوسامان یاد نہ آجائیں۔ دیکھتا ہوں تو یہ جشن کی عید یں عیش ومسرت کا پیام نہیں، بلکہ یاد اور درد وحسرت ہیں۔ آہ! کیا دنیا میں غفلت وسرشاری کی حکومت ہمیشہ سے ایسی ہے؟ کیا دُنیا میں ہمیشہ نیند زیادہ اور بیداری کم رہی ہے؟ یہ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ ایک دن کی خوشیوں میں بے خود ہو کر ہمیشہ کے ماتم واندوہ کو بھُول گئے ہیں؟ بزم جشن کی تیاریاں کس کے لئے، جب کہ دُنیا اب ہمارے لئے ایک دائمی ماتم کدہ بن گئی ہے؟ عیش ونشاط کی بزموں کو آگ لگا دیجئے، عید کے قیمتی کپڑوں کو چاک چاک کر ڈالئے، عطر کی شیشیوں کو اپنے بخت زبوں کی طرح اُلٹ دیجئے، اور اسکی جگہ مٹھیوں میں خاک وگرد بھر بھر کر اپنے سروسینے پر اڑائیے، زریں کلاہوں اور ریشمیں قباؤں کے پہننے کے اب دن گئے۔

ماخانہ رمیدگانِ ظلمیم
پیغام خوش از دیار مانیست

لیکن اس طلسم سرائے ہستی کی ساری رونق انسان کی غفلت وسرشاری سے ہے، ممکن ہے کہ جشن عید کے ہنگاموں میں غم واندوہ کی یہ آہیں آپ کے کانوں تک نہ پہنچیں، تاہم اسکو تو نہ بھولئے کہ پیروان اسلام کا حلقہ صرف آپ کے وطن ومقام پر محدود نہیں، وہ ایک عالمگیر برادری ہے۔ جس میں چین کی دیوار سے لے کر افریقہ کے صحرا تک چالیس کروڑ انسان ایک ہی رشتے کی زنجیر میں منسلک ہیں۔ اگر (طرابلس) میں قتیلان ظلم وستم کی لاشیں تڑپ

Marfat.com

رہی ہیں تو یہ عیش پرستی ایک لعنت ہے، جو آپکو عید کی خوشیوں میں سرمست کر رہی ہے۔ اگر (ایران) میں آپکے اخوان ملت کو جرم وطن پرستی میں پھانسیاں دی جا رہی ہیں، تو وہ آنکھیں پھوٹ جائیں جو ہندوستان میں اشکبار نہ ہوں، اگر (مراکو) میں (اسلام) کا آخری نقش حکومت مٹ رہا ہے، تو کیوں نہیں ہندوستان کے عیش کدوں میں آگ لگ جاتی؟ اسلام کی اخوت عمومی، تمیز قوم و مرز بوم سے پاک ہے؛ اور اس کا ایک ہی خدا اپنے ایک ہی آسمان کے نیچے تمام پیروان توحید کو ایک جسم واحد میں دیکھنا چاہتا ہے:- ان هٰذا امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاتقون۔ پس جسم اسلام کا ایک عضو درد سے بیقرار ہے تو تمام جسم کو اسکی تکلیف محسوس ہونی چاہیئے، اگر زمین کے کسی حصے میں مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے، تو تعجب ہے اگر آپکے چہرے پر آنسو بھی نہ بہیں، اگر غفلت کی سرمستیوں نے پچھلے حوادث بھلا دیئے ہیں، تو آج بھی جو کچھ ہو رہا ہے آپ کے وقفِ ماتم ہو جانے کے لئے کافی ہے۔

قومی زندگی کی مثال، بالکل افراد و اشخاص کی سی ہے۔ بچپنے سے لیکر عہد شباب تک کا زمانہ ترقی و نشو و نما اور عیش و نشاط کا دور ہوتا ہے۔ ہر چیز بڑھتی ہے اور ہر قوت میں افزائش ہوتی ہے۔ جو دن آتا ہے۔ طاقت و توانائی کا ایک نیا پیام لاتا ہے۔ طبیعت جوش و امنگ کے نشے میں ہر وقت مخمور رہتی ہے اور اس سرخوشی و سرور میں جس طرف نظر اٹھتی ہے۔ فرحت و انبساط کا ایک بہشت زار سامنے آجاتا ہے۔ اس طلسم زار ہستی میں انسان سے باہر نہ غم کا وجود ہے اور نہ نشاط کا، البتہ ہمارے پاس دو آنکھیں ضرور ایسی ہیں جو اگر غمگین ہوں تو کائنات کا ہر ظہور غم آلود ہے اور اگر مسرور ہیں تو ہر منظر مرقع انبساط ہے۔ عہد شباب و جوانی میں آنکھیں سرمست ہوتی ہیں، اور دل جوش و اُمنگ سے متوالا، غم کے کانٹے بھی تلوے میں چبھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ فرش گل پر گزر رہے ہیں، خزاں کی افسردگی بھی سامنے آتی ہے تو نظر آتا ہے کہ عروس بہار سامنے آکر کھڑی ہو گئی ہے۔ دل جب خوش ہو، تو ہر شے کیوں نہ خوش نظر آئے؟

لیکن بڑھاپے کی حالت اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ پہلے جو چیزیں بڑھتی تھیں، اب روز بروز گھٹنے لگتی ہیں۔ جن قوتوں میں ہر روز افزائش ہوتی تھی، اب روز بروز اضمحلال ہوتا ہے۔ طاقت جواب دے دیتی ہے اور عیش و مسرت کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ جو دن آتا ہے، موت و فنا

Marfat.com

کا ایک نیا پیغام لاتا ہے۔ اور جو دن گزرتا ہے، حسرت و آرزو کی ایک یاد چھوڑ جاتا ہے۔ دنیا کے سارے عیش و عشرت کے جلوے دل کی عشرت کامیوں سے تھے۔ لیکن دل کے بدلنے سے دل کی آنکھیں بھی بدل جاتی ہیں۔ پہلے غم کی تصویر بھی شادمانی کا مرقع نظر آتی تھی اب خوشی کے شادیانے بھی بجتے ہیں، تو اُن میں سے درد و اندوہ کی صدائیں سُنائی دیتی ہیں۔

قوموں کی زندگی کا بھی یہی حال ہے ایک قوم پیدا ہوتی ہے۔ بچپنے کا عہد بے فکری کاٹ کر جوانی کی طاقت آزمائیوں میں قدم رکھتی ہے۔ یہ وقت کاروبار زندگی کا اصلی دور اور قومی صحت و تندرستی کا عہد نشاء ہوتا ہے جہاں جاتی ہے اوج و اقبال اسکے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جس طرف قدم اٹھاتی ہے۔ دُنیا اسکے استقبال کیلئے دوڑتی ہے۔ لیکن اسکے بعد جو زمانہ آتا ہے۔ اسکو "پیری صدعیب" کا زمانہ سمجھیئے کہ قوتیں ختم ہونے لگتی ہیں۔ اور چراغ میں تیل کم ہوجاتا ہے۔ طرح طرح کے اخلاقی و تمدنی عوارض روز بروز پیدا ہونے لگتے ہیں، جمعیت و اتحاد کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ اجتماعی قوتوں کا اضمحلال نظام ملت کو ضعیف و کمزور کردیتا ہے۔ وہی زمانہ جو کل تک اُسکی جوانی کی طاقت کے آگے دم بخود تھا، آج اُسکے بستر پیری کے ضعف و نقاہت کو دیکھتا ہے، تو ذلت و حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے۔ (قرآن کریم) نے اس قانون خلقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ، ثُمَّ	اللہ وہ قادر مطلق ہے جس نے تمکو کمزور حالت میں پیدا کیا،
جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً، ثُمَّ	پھر بچپنے کی کمزوری کے بعد جوانی کی طاقت دی۔ پھر
جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ	طاقت کے بعد دوبارہ کمزوری اور بڑھاپے میں ڈالدیا وہ
شَیْبَةً، یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ، وَهُوَ	جس حالت کو چاہتا ہے۔ پیدا کردیتا ہے۔ اور وہی
الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ۔	تمہاری تمام حالتوں کا علیم اور ہر حال کا ایک اندازہ
(۳۰ : ۵۴)	کردینے والا ہے۔

شاید ہماری جوانی کا عہد ختم ہوچکا۔ اب "صدعیب" پیری کی منزل سے گزر رہے ہیں۔ ہمارا بچپن جسقدر حیرت انگیز اور جوانی کی طاقتیں جس درجہ زلزلہ انگیز تھیں، دیکھتے ہیں تو بڑھاپے کے ضعف و نقاہت کو تیز پاتے ہیں۔ شاید اس کے بعد اب منزل فنا درپیش ہے۔ چراغ تیل سے خالی ہوجاتا ہے۔ اور چولہا خاکستر سے بھرتا جاتا ہے۔ گزشتہ باتوں کی صرف ایک یادگار رہ گئی ہے اور جوانی کے

Marfat.com

افسانے خواب و خیال معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ہمیں مٹنا ہی ہے تو مٹنے میں دیر کیوں ہے؟ صبح فنا آگئی ہے تو شمع سحر کو بجھ ہی جانا چاہیئے، جس بزم اقبال و عظمت میں اب ہمارے لئے جگہ نہیں رہی بہتر ہے کہ اوروں کے لئے اُسے خالی کر دیں، ہم نے ایک ہزار برس سے زیادہ عرصے تک دُنیا میں زندگی کے اچھے بُرے دن کاٹے، اور ہر طرح کی لذتیں چکھ لیں، حکمرانی کے تخت پر بھی رہے، اور محکومی کی خاک پر بھی لوٹے، علم کی سرپرستی بھی کی، اور جہل کی رفاقت میں بھی رہے، جب عیش و عشرت کی بزم آرائیوں میں تھے تو اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، اور اب حسرت و آرزو کے غمکدے میں ہیں تو اس میں بھی ایک یکتائی رکھتے ہیں۔ زمانے نے ہمارے مٹانے کا فیصلہ کر لیا ہے، تو دیر نہ کرے۔ لیکن گو ہم مٹ جائیں گے مگر ہمارے بٹھائے ہوئے نقشوں کا مٹانا آسان نہ ہوگا، تاریخ ہم کو کبھی نہ بھلا سکے گی، اور ہمارا افسانۂ عبرت ہمیشہ مسافرانِ عالم کو یاد آ آ کر خون کے آنسو رلائے گا۔

گو کہ ہم صفحہ ہستی پہ تھے اک حرفِ غلط　　　لیک اُٹھے بھی تو اک نقش بٹھا کے اُٹھے

رات کے پچھلے پہر کی تاریکی اور سناٹے میں یہ سطریں لکھ رہا ہوں۔ میرا قلب مضطر، اور آنکھیں اشکبار ہیں۔ آفتاب عید کے اشتیاق میں خفتگان انتظار کروٹیں بدل رہے ہیں، مگر میری نظر ایک جھلملاتے تارے پر ہے۔ دیکھتا ہوں تو یاس و ناامیدی کی رات گو تاریک ہے، مگر پھر بھی ہماری اُمید کے افق پر ایک آخری ستارہ جھلملا رہا ہے۔ جن آنکھوں سے ہم نے خشک درختوں کو کٹتے دیکھا ہے، اُنہیں آنکھوں نے خشک درختوں کو سرسبز و شاداب بھی ہوتے دیکھا ہے:۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (۳۰:۲۴)	اور خدا کی قُدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشان بھی ہے کہ وہ تمکو ڈرانے اور اُمید کرنے کیلئے بجلی دکھلاتا ہے پھر آسمان سے پانی برساتا ہے اور اُسکے ذریعے سے زمین کو اُسکے مرنے کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ بیشک عقلمندوں کیلئے ان باتوں میں قدرت الٰہی کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

Marfat.com

عید الاضحیٰ

فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ وَ
نَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ۔ قَدْ
صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ - اِنَّ هٰذَا لَهُوَ
الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ - وَفَدَيْنٰهُ
بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ، وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي
الْاٰخِرِيْنَ - سَلٰمٌ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ۔
(۳۷ : ۱۰۳ تا ۱۰۹)

پھر جب ابراہیم اور اسماعیل دونوں اللہ کے آگے جھک گئے اور ابراہیم نے اسماعیل کو ذبح کرنے کیلئے ماتھے کے بل گرا دیا تو ہم نے پکارا کہ اے ابراہیم بس کرو تم نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔ ہم ایسا ہی نیک بندوں کو ان کے ایثار نفس اور فدویت نفس و جان کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بیشک یہ ایک نہایت کھلی ہوئی ظاہری آزمائش تھی اور ذبح اسماعیل کے فدیئے میں ہم نے ایک بہت بڑی قربانی (یعنی سنت ابراہیمی کی یادگار میں تا قیامت جاری رہنے والی قربانی) دے دی۔ اور تمام آنے والی امتوں میں اسی واقعہ عظیمہ کے ذکر کو قائم کر دیا۔ پس سلام ہو راہ الٰہی میں اپنی قربانی کرنے والے ابراہیم خلیل پر!

ٹھیک اب سے پانچ ہزار دو سو تینتالیس برس پیشتر دنیا کے ایک گوشے میں کیسا عجیب و غریب انقلاب ہو رہا تھا۔ ایک ہولناک اور دہشت انگیز بیابان ریگ زار تھا۔ جس کی بلند

ریگ اور خشک سرزمین میں ہر طرف، موت و ہلاکت پھیلی ہوتی تھی، ایک یکسر "وادی غیر ذی زرع"[1] تھی۔ جسکی سطح بے نمو پر زندگی کی سبزی و شگفتگی کا نام و نشان تک نہ تھا، لیکن اب رب السموات والارض کے دو مخلص بندے تھے جنہوں نے انسانی زندگی کے لئے اس بیابان وحشت کیلئے، فلاحت و زراعت کیلئے اسی سرزمین خشک سال کو، اور خدائے واحد کی پرستش و عبادت کے لئے اس صحرائی قربانگاہ کو منتخب کیا، ان کے چاروں طرف صحرائے وحشت تھا۔ مگر ان کے اوپر وہ خدائے حکیم و قدیر تھا۔ جو آبادیوں کا بخشنے والا، اور زمینوں کی وراثت تقسیم کرنے والا ہے، اُنکے ہاتھ میں پتھروں کے ٹکڑے تھے، جنکو ایک دیوار کی صورت میں جمع کرتے جاتے تھے اور زبان پر دعائیں تھیں، جو اُدھر زبانوں سے نکل رہی تھیں اور اُدھر قوموں اور ملکوں کی قسمتوں کا فیصلہ ہو رہا تھا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

(۲: ۱۲۷–۱۲۹)

الٰہی! ہمارے ہاتھ تیری پرستش اور تیرے جلال و قدوسیت کے نام پر جو کچھ کر رہے ہیں۔ اس کو قبول کرلے۔ بیشک تو ہی دعاؤں کا سننے والا اور نیتوں کا دیکھنے والا ہے۔ الٰہی! ہم کو اپنا مسلم اور اطاعت شعار بنا۔ اور پھر ہماری نسل میں سے بھی ایک ایسی ہی اُمت پیدا کر جو ہماری طرح مسلم و مومن ہو۔ الٰہی! ہم کو اپنی عبادت و بندگی کے مقبول طریقے سوجھا دے۔ اور ہمارے قصوروں سے درگزر کر کہ تو ہی بڑا درگزر کرنے والا اور تو ہی اپنے عاجز بندوں پر مہربان ہے۔ الٰہی! ہماری اس دُعا کو بھی اُن گھڑیوں میں قبول کرلے۔ کہ جو قوم ہماری نسل سے پیدا ہو، ان میں اپنا

---

[1] یعنی ایسی سرزمین جہاں زراعت و فلاحت کا نام و نشان نہیں۔ حضرت ابراہیم نے اپنی دُعا میں فرمایا تھا۔ کہ "ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتك المحرم" یعنی الٰہی! میں نے اس بیابان مکہ میں اپنی اولاد لاکر بسائی ہے جہاں زراعت کا نام و نشان نہیں، پس "غیر ذی زرع" اس آیت سے ماخوذ اور اس کی طرف اشارہ ہے۔

Marfat.com

ایک ایسا برگزیدہ رسُول بھیجیو۔ جو اُنکو تیری
آئیتیں پڑھ کر سُنائے۔ علم وحکمت کی تعلیم دے۔
اوران کے نفوس وقلوب کی اصلاح کرے۔ الٰہی۔ ان تمام باتوں کا تجھی کو اختیار ہے اور تیری ہی تدبیر
اصلی تدبیر اور تیری ہی حکمت اصلی حکمت ہے

اللہ اکبر۔ وہ کیا وقت تھا، جبکہ صدیوں اور ہزاروں برسوں کا فیصلہ چند لمحوں اور منٹوں کے اندر ہو گیا۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ اکبر وللہ الحمد

یہ دعائیں اُن زبانوں سے نکل رہی تھیں۔ جن میں سے ایک راہ الٰہی میں اپنے جذبات اور ارادے کی قربانی کر چکا تھا۔ اور دوسرا اپنے جان ونفس کی۔ دونوں نے اپنی محبوب ترین متاعوں کو راہ الٰہی میں لٹا دیا تھا۔ ایک نے اپنے فرزند عزیز کو اور دوسرے نے اپنی جان عزیز کو۔ دونوں مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ اور اس لئے دونوں "مسلم" تھے۔ خدا نے اُن دونوں کی دعاؤں کو قبول کر لیا اور اس طرح قبول کیا کہ دُنیا کے پانچ ہزار برس کے حوادث وانقلابات بھی اُن کی مقبولیت کی صداقت کو دھبہ نہ لگا سکے، وہ چند پتھروں سے چنی ہوئی چار دیواری، جس کے چاروں طرف انسانی ہستی کی کوئی علامت نہ تھی، کروڑوں انسانوں کا پرستش گاہ اور قبلہ وجُوہ بنی اور خدا کے جلال وقدوسیت نے تمام عالم میں صرف اُنکی چھت کو اپنا نشیمن بنایا۔ داؤد اور سلیمان کا وہ عظیم الشان ہیکل، جسکو ہزاروں انسانوں کی سالہا سال کی محنت ومشقت نے لمبے لمبے ستونوں اور گنبدوں کا شہر بنا دیا تھا۔ چند صدیوں تک بھی زندہ نہ رہ سکا۔ اور وحشی حملہ آوروں نے بارہا اسکی عظیم الہیئتہ دیواروں کو غبار بنا کر اُڑا دیا، لیکن چند پتھروں سے چنی ہوئی اس چار دیواری کے گرد دُعائے ابراہیمی نے ایک ایسا آہنی حصار کھینچ دیا تھا، کہ پانچ ہزار برس کے اندر انقلابات ارضیہ وسماویہ نے سمندروں کو جنگل اور انسانی آبادیوں کو سمندروں کے طوفانوں کی صُورت میں بدل دیا۔ لیکن آج تک اسکی بنیادوں کو کوئی حادثہ اور کوئی مادی قوت صدمہ نہ پہنچا سکی۔ یہاں تک کہ تاریخ عالم میں وہی ایک سرزمین ہے۔ جس کی نسبت تاریخ دعویٰ کر سکتی ہے کہ اسکی مقدس اور محترم خاک آجتک غیر قوموں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے محفوظ ومصئون ہے۔

Marfat.com

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا	کیا ہماری اس قدرت کی نشانی کو لوگ نہیں دیکھتے
اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ	کہ ہم نے حرم مکہ کو (جو ایک غیر معروف بے دلق
حَوْلِهِمْ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ	خطہ تھا-) امن اور حفاظت کا گھر بنا دیا - اور
وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ،	ایک عالم نے اسکے گرد ہجوم کیا - پھر کیا لوگ باطل پر
(۲۹ : ۶۷)	ایمان لاتے اور اللہ کی نعمتوں کو جھٹلاتے ہیں ؟

اور اگر کسی قوم نے اسکی عزت واحترام کو مٹانا چاہا تو خدائے قدوس کے دست کبریائی نے خود اس قوم کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا :-

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ	اے پیغمبر! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار
بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ، اَلَمْ يَجْعَلْ	نے اُس لشکر کے ساتھ کیا سلوک کیا - جو ہاتھیوں
كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ، وَّاَرْسَلَ	کا ایک غول لیکر مکہ پر حملہ آور ہوا تھا؟ کیا خدا
عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ	نے ان کے تمام داؤ غلط نہیں کر دیئے؟ اور ان
تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ،	پر عذاب کی نحوستوں کے غول نازل نہیں کئے
فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ (۱۰۵ : ۱)	جنہوں نے ان کو سخت بربادی میں مبتلا کر دیا -

جو اُن کے لئے لکھ دی گئی تھی یہاں تک کہ پامال شدہ گھاس کی طرح تباہ ہو گئے -

یہ اُسی دعا کے پہلے ٹکڑے کی قبولیت تھی - باقی دو التجاؤں کو جس طرح خدا تعالےٰ نے قبولیت بخشی اسکی صداقت بھی اس بیت خلیل کی صداقت سے کم نہیں :-

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	بے شک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا کہ
اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ	(دعائے ابراہیمی کو قبول فرما کر) اُنہی میں سے
اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ	اُنکی طرف اپنا رسول بھیجا جو ان کو احکام پڑھ
وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ	کر سُناتا ہے - ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے -
وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ	اور انکو علم وحکمت کی تعلیم دیتا ہے - حالانکہ اس
لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ،	سے پہلے وہ سخت جہل وگمراہی میں مبتلا تھے -

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ،

Marfat.com

قرآن کریم میں ایک بڑا حصّہ انبیائے سابقین کے قصص و اعمال کا ہے۔ اس کا عام انداز بیان یہ ہے کہ وہ پہلے ایک خاص تعلیم پیش کرتا ہے، اور پھر اس تعلیم کی صداقت کے لئے امم گزشتہ اور اعمال انبیائے سابقہ کے حالات و واقعات سے ایک خطابی استدلال کرتا ہے، تاکہ اُمتِ مرحومہ کے سامنے تعلیم اور اس کے عملی نمونے اور نتائج دونوں موجود ہو جائیں؛

لیکن تمام قرآن میں اگر مسلمانوں کے سامنے کوئی کامل زندگی اور کسی زندگی کے ازسرتاپا اعمال بطور نمونے کے پیش کئے گئے ہیں۔ اور ان کے اتباع کی دعوت دی گئی ہے، تو وہ صرف دو نمونے ہیں، خود شریعتِ اسلامیہ کے داعی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نسبت (سورۂ احزاب) میں فرمایا کہ:۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا (۳۳: ۲۱)	بیشک رسول اللہ کی زندگی میں تمہارے لئے (کہ اللہ اور یوم آخرت سے ڈرتے ہو اور کثرت کیساتھ اس کا ذکر کرنیوالے ہو) پیروی و اتباع کے واسطے ایک بہترین نمونہ ہے۔

اور پھر (سورۂ ممتحنہ) میں ملّت حنیفی کے داعی اوّل حضرت ابراہیم خلیل علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی نسبت ارشاد ہوا:۔

قَدْ کَانَتْ لَکُمْ "اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" فِیْ اِبْرٰھِیْمَ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ (۶۰: ۴)	بیشک تمہارے لئے ایک بہترین نمونہ عمل حضرت ابراہیم اور اُنکے ساتھیوں کے اعمال زندگی میں ہے۔

پھر اسی رکوع میں حضرت ابراہیم اور اُنکے ساتھیوں کی تعلیم کی تشریح کر کے مکرر کہا کہ:۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْھِمْ "اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَمَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ (۶۰: ۶)	بیشک تمہارے لئے کہ اللہ اور یوم آخرت سے ڈرتے ہو، اُن لوگوں کی زندگی میں ایک بہترین نمونہ عمل ہے۔ اور جو شخص اسکی طرف سے مُنہ موڑے تو اللہ تو انسانوں کے اعمال کا کچھ محتاج نہیں ہے۔

مَیں نے ہمیشہ اس امر پر غور کیا ہے کہ:۔

۱۔ تمام قرآن کریم میں بیسیوں انبیائے سابقین کے حالات و اعمال بیان کئے گئے ہیں، لیکن کسی کی تمام تر زندگی کو بطور ایک نمونے کے مسلمانوں کے سامنے پیش نہیں کیا ہے، الا حضرت ابراہیمؑ کی۔

۲۔ تمام قرآن میں "اسوۂ حسنہ" کا لفظ صرف تین مقامات میں آیا ہے۔ اول سورۂ احزاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت، اور پھر سورۂ ممتحنہ میں دو مرتبہ حضرت ابراہیم کی نسبت، اس کی علت کیا ہے؟

۳۔ سورۂ احزاب اور سورہ ممتحنہ، دونو سورتیں زیادہ تر احکام جہاد و قتال فی سبیل اللہ اور بعض مقامات کے نتائج وورود ابتلاؤ آزمائش، و عجائبات نصرت الٰہیہ کے بیان سے مملو ہیں، پھر یہ دونو آیتیں جن رکوعوں میں آئی ہیں، وہ بھی تمام تر ذکر جہاد پر مبنی ہیں، ضرور ہے کہ اس میں بھی کوئی علت ہو۔

۴۔ دونوں مقامات میں پوری مماثلت، حتی کہ اشتراک جزئیات بیان بھی موجود ہے۔ سورۂ احزاب میں اس آیت کا وہ موقعہ ہے، جہاں جنگ احزاب یا جنگ خندق کے واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ اور زیادہ تر اُن منافقین اور ضعیف القلب اشخاص کا حال بیان کیا ہے، جو اپنی تین ہزار کی جمعیت کے مقابلہ میں حملہ آوروں کی بارہ ہزار مسلح اور متحدہ قوت دیکھ کر گھبرا اُٹھے تھے، پھر اُس نصرتِ الٰہی کا حوالہ دیا ہے، جس نے محصورین کو کامیاب کیا اور اور تمام حملہ آور ناکام و خاسر واپس ہو گئے۔

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا۔

بعینہ یہی حال سورۂ ممتحنہ کے پہلے رکوع کا ہے، فتح مکہ سے پیشتر جب آنحضرت نے چڑھائی کا ارادہ کیا، تو حاطب بن ابی بلتعہ نامی ایک اصحابی تھے۔ جن کے اہل و عیال مکہ میں موجود تھے، انہوں نے پوشیدہ طور پر اُن کو اطلاع دے دی کہ تحفظ کا انتظام کر رکھیں وحی الٰہی سے یہ حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف ہو گیا اور آدمی دوڑا کر وہ خط راہ سے واپس بلا لیا۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا — مسلمانو! ان کافروں اور دشمنان توحید کو اپنا دوست

Marfat.com

عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّکُمْ — نہ بناؤ۔ جو ہمارے اور تمہارے دونوں کے دشمن

اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ — ہیں۔ یہ کیسی بات ہے کہ، تم ان سے نامہ و

بِالْمَوَدَّۃِ وَ قَدْ کَفَرُوْا بِمَا — پیام جاری رکھتے ہو؟ حالانکہ تمہارے پاس جو

جَآءَکُمْ مِّنَ الْحَقِّ — حق و صداقت اللہ کی طرف سے آئی۔ وہ اس

سے انکار کر چکے ہیں؟

حضرت ابراہیمؑ اور انکے ساتھیوں کے "اسوۂ حسنہ" کی طرف اسی رکوع میں توجہ دلائی گئی ہے۔ پھر آیات متعلق حرب و قتال و تشویق جہاد فی سبیل اللہ میں اُس "اسوہ حسنہ" پر توجہ دلانے کی کیا ضرورت تھی؟

-۱-

اصل یہ ہے کہ قرآن کریم اسلام کی جس حقیقت کو دُنیا کے آگے پیش کرنا چاہتا تھا اُس کے لحاظ سے اگر کوئی زندگی "اسوہ حسنہ" ہو سکتی تھی۔ تو وہ صرف حضرت ابراہیم ہی کی زندگی تھی۔ اسلام ایک صداقت ہے۔ اور اس لئے دُنیا میں اس وقت سے موجُود ہے، جس وقت سے کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں صداقت ہے۔ لیکن اس صداقت مبین کو ایک شریعت الٰہیہ کی صُورت میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم ہی نے پیش کیا تھا، اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ہر جگہ ان کو ملت حنیفی کے اوّلین واعظ کی حیثیت سے پیش کیا ہے، اور ان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ بتلائی ہے۔ کہ

اِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗٓ اَسْلِمْ ! — جب حضرت ابراہیم سے اُنکے پروردگار نے کہا کہ:-

قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ — (سیدھے فرماں بردار) ہو جاؤ، تو اُنہوں نے کہا کہ

(۲ : ۱۳۱) — میں اسلام لایا تمام جہانوں کے پروردگار کیلئے۔

چونکہ حضرت ابراہیم اسلام کے پہلے داعی تھے، اس لئے ان کا وجُود یکسر پیکر اسلام تھا، اور اپنے ہر عمل حیات کے اندر اسلام کی حقیقت کا ایک عملی نمونہ رکھتا تھا، وہ اسلام کے واعظ تھے اور واعظ کے لئے اولین شے یہ تھی کہ تعلیم کے ساتھ خود اپنی زندگی کا عملی نمونہ بھی پیش کردے، اور جن حقیقتوں کی طرف دنیا کو دعوت دیتا ہے، اُن کو سب سے پہلے اپنے اُوپر

Marfat.com

طاری کردے، حضرت ابراہیم نے اُن حقائق کو اپنے اُوپر طاری کیا اس لئے اُن کا ہر عمل صدائے اسلام تھا، اور وہی پیروانِ اسلام کے لئے عملی نمونہ یا "اُسوۂ حسنہ"، ہو سکتا تھا، اور یہی سبب ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اُنکی زندگی کے تمام اعمال ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیئے، اور اُن کے ذکر کو بقائے دوام عطا فرمایا۔ دُنیا کے بڑے بڑے کشورستانوں، عظیم الشان ذاتوں اور خشکیوں اور سمندروں پر حکمرانی کرنے والی قوموں کو ہم آثار قدیمہ کے کھنڈروں، بوسیدہ قبروں، قومی روائیتوں اور تاریخ کے کہنہ اوراق میں ضرور دیکھ سکتے ہیں، مگر تمام مجمع اولین و آخرین میں ایک انسانی ہستی بھی ایسی نہیں مل سکتی، جس کے اعمال حیات، صفحوں اور مٹی کے ڈھیروں میں نہیں، بلکہ کروڑوں انسانوں کے اعمال کے اندر سے اپنی حیات کا ثبوت دے سکتے ہوں۔ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو دنیا کے سامنے "اسوۂ ابراہیمی" کی لازوال زندگی کا عجیب منظر ہوتا ہے، جبکہ تاریخ کئی ہزار برس آگے بڑھ کر لوٹتی ہے، تاکہ اسلام کے داعی اوّل کی زندگی کو ایک مرتبہ پھر دُہرادے، لاکھوں انسانوں کا مجمع ہوتا ہے۔ جن میں ہر وجود پیکر ابراہیم بن جاتا ہے، اور "مقام خلت" کی سلطنت تعین اور تشخص کو فنا کر کے اس پُورے مجمع کو ایک "ابراہیم خلیل" کی صُورت میں نمایاں کر دیتی ہے۔

وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا	اور ہم نے حضرت ابراہیم اور انکی اولاد کو اپنی
وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ	رحمت میں سے بڑا حصہ دیا۔ اور اُن کیلئے اعلیٰ
عَلِيًّا (۱۹ : ۵۰)	واشرف (طریق) ذکر خیر دُنیا میں باقی رکھا۔

آج ذی الحج کی نویں تاریخ ہے، جبکہ یہ سطور قلم سے نکل رہے ہیں چشم تصوّر سے دیکھئے تو آپکے سامنے بندگان مخلصین کا ایک شہر آباد ہے، لاکھوں انسان ایک ہی لباس اور ایک ہی صدا کے ساتھ ایک ہی کے لئے دوڑ رہے ہیں، بے شک "ابراہیم خلیل" کا وجُود تنہا دُنیا میں باقی نہیں رہا، لیکن ان لاکھوں عاشقان الٰہی میں سے ہر عاشق اُس عاشق اوّل کے فیضان عشق سے مستفیض نہیں ہے، اگر ہے تو یقین کیجئے کہ "خلیل اللہ" آج بھی زندہ ہے، اور ہمیشہ زندہ رہے گا، جبکہ میدان حج میں لاکھوں انسانوں کی زبانوں سے صدائے لبیک! لبیک اللّٰھمّ لبیک نکلتی ہے، تو اس ایک ہی ابراہیم خلیل کی صدا ہوتی ہے، جس نے اب

Marfat.com

سے پانچ ہزار برس بیشتر اپنے دوست کی صدائے یا عیلای کے جواب میں عاشقانہ محویت کے ساتھ لبیک کا نعرہ لگایا تھا، وہ ایک ہی وجُود کے اندر کب محدُود تھا کہ فنا ہو جاتا؛ وہ تو اپنے اندر ایک پُوری امت رکھتا تھا، اس لئے آج بھی اپنی امت کی صُورت میں موجُود ہے، اور قیامت تک موجُود رہے گا:۔

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیْفًا وَّلَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ

بیشک ابراہیم (گویا) ایک پُوری اطاعت شعار امت تھا۔ اور ایک ہی خدا کا ہو رہا تھا۔

لیس للہ بمستنکر

ان یجمع العالم فی واحد

-۲-

یہی سبب ہے کہ حضرت ابراہیم کی ہر بات "اسلام" تھی، حقیقت اسلامی میں اُن کا وجُود اس طرح فنا ہو گیا تھا کہ خود ان کی کوئی ہستی باقی نہیں رہی تھی۔ جبکہ تاروں کی عجیب و غریب روشنی اُن کے سامنے آئی، چاند کی دلفریبی نے اُنکو آزمانا چاہا، اور سُورج اپنی سطوت و عظمت سے چمکا تاکہ اُن کی فطرت کو مرعُوب کر سکے، تو "اسلام" ہی تھا۔ جس نے اندر سے صدا دی کہ "انی لا احب الآفلین" (مَیں فنا پذیر ہستیوں کو دوست نہیں رکھتا۔)

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔ ۶ : ۷۹

مَیں ہر طرف سے کٹ کر صرف اس ایک ہی ذات کا ہو گیا ہُوں۔ جس نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا، الحمدللہ کہ میں مشرکوں سے نہیں ہُوں۔

وَكَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ (۶ : ۷۵)

اور اس طرح ہمنے ابراہیم کو آسمان و زمین کے مناظر و عجائب دکھلائے۔ تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔

اُنہوں نے جب آنکھ کھولی، تو اُنکی چاروں طرف بُت پرستی کے مناظر تھے۔ اُنہوں نے

Marfat.com

خود اپنے گھر کے اندر جس کسی کو دیکھا، اُس کے ہاتھ میں سنگ تراشی کے اوزار اور بتوں کے ڈھانچے تھے، وہ کالڈیا کے بازاروں میں پھرے۔ مگر جس طرف دیکھا بتوں کے آگے جھکے ہُوئے سر تھے۔ اور جس طرف کان لگایا، خدا فراموشی کی صدائیں آرہی تھیں، پھر وہ کونسی چیز تھی، جس نے تمام اُن چیزوں سے ہٹا کر جو آنکھوں سے دیکھی اور کانوں سے سنی جاتی ہیں۔ اُن کے دل میں ایک ان دیکھے محبُوب کے عشق کی لگن لگا دی؟ اور ایک اَن سنے نغمے کی تلاش میں ان کے سامعہ کو آوارہ کر دیا؟ اُن کے سامنے تو بتوں کی قطاریں تھیں، جن کو انکی آنکھیں دیکھتی تھیں، پھر وہ کون تھا، جو ان کے اندر بیٹھا خدائے قدوس کو دیکھ رہا تھا، اور اس قدرتی جوش و قوت کے ساتھ، جو کسی بلندی سے گرنے والے آبشار، یا کسی زمین سے اُبلتے ہوئے چشمے میں ہوتا ہے، اُن کی زبان سے فاطر السموات والارض کی یہ شہادت دے رہا تھا؟

اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ	وہ، جس نے مجھ کو پیدا کیا اور پھر ہدایت کی راہیں
وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ	کھول دیں۔ وہ کہ بھُوکا ہوتا ہُوں تو کھلاتا اور
وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ۔	پیاسا ہُوں ہوتا ہوں تو پلاتا ہے۔ اور وُہ، کہ
وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ وَالَّذِیْ	جب اپنی بداعمالیوں سے بیمار پڑتا ہوں، تو
اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ	اپنی رحمت سے شفا دے دیتا ہے۔ جو موت کے
یَوْمَ الدِّیْنِ ،	بعد حیات بخشے گا۔ اور جسکی رحمت سے اُمید
(۲۶ : ۸۲)	رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میری خطاؤں سے
	درگذر کرے گا۔

اور پھر یہ کیا تھا کہ جبکہ اُنکا سنگ تراش چچا پتھروں سے پرستش کی صورتیں بناتا تھا، تو بے اختیار اُن کے زبان سے نکلتا تھا کہ اننی براءٌ مِمّا تعبدون ۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَ	اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے
قَوْمِهٖٓ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ	کہا کہ تم جن بُت پرستیوں میں مبتلا ہو، مجھے
اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ	اس سے کوئی سروکار نہیں، البتہ مجھ کو اُس اَن

وَاِنَّہٗ سَیَھْدِیْنِ (۴۳ : ۲۶/۲۷) دیکھی ذات سے سروکار ہے۔ جس نے میری خلقت بنائی اور یقین ہے کہ وہی مجھ پر اپنی راہ کھول دیگا۔

دراصل یہ وہی "حقیقت اسلامیہ" تھی جس نے اُن کے وجود کو آنے والی امتوں کے لئے "اسوۂ حسنہ" بنا دیا تھا۔ اور جسکی وصیت اُنہوں نے اسحاق اور اسماعیل (علیہما السلام) کو کی۔ اور پھر انہوں نے یعقوب کو اور اُس کے بعد نسلاً بعد نسل سلسلۂ ابراہیمی میں منتقل ہوتی رہی:-

وَوَصّٰی بِھَآ اِبْرٰھِیْمُ بَنِیْہِ وَیَعْقُوْبُ ، یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (۲ : ۱۳۲)

اور یہی اسلام تھا، جسکی وصیت ابراہیمؑ اپنی اولاد کو کر گئے اور پھر یعقوب کو بھی، کہ اسے فرزند! اللہ نے تم کو اُس دین سے ممتاز فرمایا پس تم زندگی بھر اسکی تعلیم دینا اور جب مرنا تو اسی طریقہ پر مرنا۔

یہی حقیقت وہ "رُوح اعظم" تھی، جو آدم کے کالبد میں پھونکی گئی:-

وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ اور خدا نے آدم میں اپنی "رُوح" پھونکی۔

اور یہی وُہ رُوحِ الٰہی ہے، جو شریعت ابراہیمی سے منسوب ہو کر سلسلۂ ابراہیمی کی آخری امت، یعنی امتِ مرحومہ میں ظہور کرنے والی تھی اور جس کے یوم ظہور کی ایک رات، ایام الٰہیہ کے گزشتہ ہزار مہینوں پر افضلیت رکھتی تھی:-

اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰلکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ، تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ مِّنْ کُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ (۹۹ : ۱/۵)

ہم نے اسلام کو بصورتِ قرآن لیلۃ القدر میں نازل کیا، اور تم جانتے ہو کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ وہ ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں پر افضلیت رکھتی ہے، اس رات ملائکہ اور "روح" کا نزول ہوتا ہے۔ جو اپنے پروردگار کے حکم سے (نظم روحانی) کے تمام امور کے لئے آتے ہیں۔ وُہ رات امن اور سلامتی کی رات ہے۔ طلوع صبح تک۔

اور یہی وہ حقیقت تھی، جو اُن تمام حقیقتوں سے جو یہودیت یا مسیحیت سے تعبیر کی

جا سکتی ہیں، اعلیٰ وارفع تھی۔ کیونکہ وہ تمام شاخیں اسی حقیقت الحقائق کی جڑ سے نکلی تھیں، پس "اصل" کی موجودگی میں "فرع" بے اثر ہے، اور "کُل" کے سامنے "جز" بے حقیقت۔ یہی سبب ہے کہ جب "اصل و کل" کی تکمیل کا آخری روز ہوا، تو کہا گیا کہ:۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا، قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، (۲ : ۱۳۵)

یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی یا نصرانی بن جاؤ تاکہ ہدایت پاؤ۔ لیکن ان سے کہہ دو کہ نہیں، بلکہ صرف ملتِ ابراہیمی ہی میں تمام ہدایتوں کی حقیقت ہے اور وہ تمہاری طرح مشرکوں میں سے نہ تھا۔

اور یہی وہ انسان کی "فطرتِ اصلی" ہے، جس کو "اسلام" کے سوا قرآن کریم نے "قلب سلیم" کے لقب سے بھی یاد کیا ہے، یعنی قلب انسانی کی وہ بے میل حالت، جو خارجی اثرات ضلالت سے بالکل محفوظ ہو، یا فطرت اصلی کا وہ ذوق صحیح، جس کا ذائقہ کسی عارضی بیماری کے اثر سے بگڑ نہ گیا ہو، کیونکہ انسان کے اندر جو کچھ ہے، وہ "اسلام" ہے اور کُفر جب آتا ہے تو باہر سے آتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ حضرت ابراہیم کی نسبت تصریح کر دی کہ:۔

اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (۳۷ : ۸۴) (جب حضرت ابراہیم اپنے رب کی طرف "قلب سلیم" کے ساتھ منتقع ہوئے۔) اور پھر سورہ شعراء کے چوتھے رکوع میں حضرت ابراہیم نے آذر کی طرف اشارہ کرتے دعا مانگی ہے، تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ، اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (۲۶ : ۸۸/۸۹)

وہ آخری روز عدالت، جبکہ نہ تو مال و دولت کام دیں گے اور نہ اہل و عیال کام آئیں گے (یعنی کوئی مادی شے مفید نہ ہوگی) مگر صرف وہ کامیاب ہوگا جس کے پہلو میں "قلب سلیم" ہے۔

یہی "قلب سلیم" تھا۔ جس پر اجرام سماویہ کے مدہش مناظر فتح نہ پا سکے، اور اُس نے ابراہیم کے دل کے اندر فاطر ملکوت السمٰوات والارض کے وجود پر شہادت دی:۔

قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ

ابراہیم نے اپنی قوم کو جواب میں کہا کہ وہ آسمان

Marfat.com

الْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (۲۱ : ۵۶)

و زمین کا فاطر جس نے ان کو پیدا کیا، تمہارا بھی پروردگار ہے اور میں اس کے وجود پر شہادت دیتا ہوں۔

حقیقت اسلامی کی اصلی آزمائش

اور سب سے آخر یہ کہ جب حقیقت اسلامی کی آخری مگر اصلی آزمائش کا وقت آیا تو وہ "اسلام" ہی تھا، جس نے ابراہیم کے ہاتھ میں چھری دی، تاکہ فرزند عزیز کو ذبح کر کے محبت ماسوی اللہ کی قربانی کرے، اور "اسلام" ہی تھا، جس نے اسماعیل کی گردن جھکا دی، تاکہ اپنی جان عزیز کو اسکی راہ میں قربان کر دے جبکہ اس نے پوچھا:۔

يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ (۳۷ : ۱۰۲)

اے فرزند عزیز! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا تجھے اللہ کے نام پر ذبح کر رہا ہوں، پھر تیرے خیال میں یہ بات کیسی ہے؟

تو یہ وجود ابراہیمی کی نہیں، بلکہ "اسلام" ہی کی صدا تھی، اور پھر جب اس کے جواب میں اسماعیل نے کہا کہ:۔

يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ (۳۷ : ۱۰۲)

اے باپ! یہ تو گویا اللہ کی مرضی اور اس کے حکم کا اشارہ ہے۔ پس جو اس کا حکم ہے اس کو بلا تامل انجام دیجئے۔ اگر اسی خدا کی مرضی ہوئی تو آپ دیکھ لیں گے کہ میں صبر کرنے والوں میں سے ہوں گا۔

تو یہ بھی اسماعیل کی نہیں، بلکہ "اسلام" ہی کی صدا تھی، پھر جب باپ نے بیٹے کو مینڈھے کی طرح سختی سے پکڑ کے زمین پر گرا دیا، تو وہ اسلام ہی کا ہاتھ تھا جو ابراہیم کے اندر سے کام کر رہا تھا۔ اور جب بیٹے نے اس شوق و ذوق کے ساتھ۔ جو مدتوں کے پیاسے کو آب شیریں سے ہوتا ہے، اپنی گردن مضطرب ہو ہو کر چھری سے قریب کر لی، تو وہ حقیقت اسلامی ہی کی محویت کا استیلا تھا، جس نے نفس اسماعیل کو فنا کر دیا تھا، اور اسی فنا سے مقام ایمان کو بقا ہے۔

Marfat.com

سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبۡرٰهِیۡمَ ۝ اِنَّا کَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۝ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (۳۷: ۱۰۹ - ۱۱۱)

پس سلام ہو حقیقت اسلامی کی قربانی کرنے والے ابراہیم پر! ہم مقام احسان تک پہنچنے والوں کو (بقائے دوام) کا ایسا ہی بدلہ عطا فرماتے ہیں۔ بیشک۔ وہ ہمارے حقیقی بندوں میں سے تھا۔

غافل مرو کہ تا در بیت الحرام عشق
صد منزل ست و منزل اول قیامت است

اللہ! اللہ! اس نیرنگ ساز ازل کے کار و بار محبت کی بُو قلمونی کو کیا کہیئے کہ اس کے حریم محبت کی ساری آرائش دوستوں کے خون کے چھینٹوں اور مضطرب لاشوں کی تڑپ ہی سے ہے۔ دوستوں کو کٹواتا ہے۔ مگر دشمنوں کو مہلت دیتا ہے۔ باپ کے ہاتھ میں چھری دیتا ہے کہ بیٹے کو قتل کرے، اور بیٹے سے کہتا ہے کہ خوش خوش گردن جھکا دے کہ یہاں جان دینا ہی نہیں بلکہ جان دینے کو روز عیش و نشاط سمجھنا بھی شرط ہے:۔

آہ! ایں چہ دوستیست کہ سرہائے یک دگر
خویشاں بُریدہ بر رہِ قاتل نہادہ اند

ابراہیم کے دل میں اپنی محبت کے ساتھ بیٹے کی محبت گوارہ نہ ہوئی، اور اسماعیل کے پہلو میں اپنے گھر کو دیکھا تو محبت نفس و جان کی پرچھائیں نظر آئی:۔

عشق است و ہزار بدگمانی

غیرتِ الٰہی نے اسکو بھی منظور نہیں کیا، حکم ہوا کہ پہلے محبت کے مکان کو ایک ہی مکین کے لئے خالی کر دو، پھر اس طرف نظر اٹھا کر دیکھنا کہ" الغیرۃ من صفات حضرۃ الربوبیۃ" محبت کی عشق آموزی کا پہلا سبق غیرت ہے اور یہی معنے ہیں اس آیت کریمہ کے، کہ:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَكَ بِهٖ وَیَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ یَّشَآءُ (۴: ۴۸)

اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں سے درگزر کر سکتا ہے، مگر اسکو کبھی معاف نہیں کر سکتا کہ تم اُس کی محبت میں کسی دوسرے کو شریک کرو۔

سلطان محبت تمام گناہوں کو معاف کر سکتا ہے۔ مگر اسکی عدالت میں دل کی تقسیم کا کوئی قانون نہیں ہے۔ آپ کا دوست ہزار کج ادائیاں کرے، آپ کا دل محبت پرست اسکی شفاعت سے باز نہ آئے گا۔ لیکن آپ اُس گوشۂ نظر سے کیونکر درگزر کر سکتے ہیں۔ جو آپ کی طرف نہیں، بلکہ دوسری جانب تھی؟ آپ کسی کی آنکھوں کی بے مہری کو تو گوارا کر سکتے ہیں۔ لیکن اس خمار کو کیونکر دیکھ سکتے ہیں جو محبت غیر کی شب بیداریوں سے پیدا ہوا ہو؟ اگر کبھی اس کوچے میں گزر ہوا ہے تو اپنے دل سے پُوچھ لیجئے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں؟ البتہ اس مسئلہ کے سمجھنے کے لئے مدرسے باہر بھی کچھ سیکھنا ضروری ہے:۔

کین مسئلہ در نسخۂ محمود و ایاز ست

عود الی المقصود

اب میں اپنے اصل مقصد سے بہت قریب آ گیا ہوں۔ یہی آخری حالت وہ حقیقت اصلی تھی، جسکو آغاز مضمون سے میں "حقیقت اسلامی" کے لفظ سے تعبیر کرتا آیا ہوں، یہی دعوت اسلام کا وہ عملی نمونہ تھا، جس نے اسوۂ ابراہیمی کی شکل میں ظہور کیا، یہی لفظ "اسلام" کا وہ شاہد معنی تھا۔ جس کے روئے مشہد آرا کو دست خلیل اللہ نے بے نقاب کر دیا۔ یہی وہ لیلائے حقیقت تھی، جس کے محمل وصال پر نفس وجان کی قربانیوں کے پردے پڑے ہُوئے تھے۔ لیکن اس نجد خلت کے تاجدار محبّت کے لئے مانع نہ ہو سکے اور عشاق حقیقت کے لئے اسکی جلوہ فروشیوں کو عام کر دیا۔ اور یہی وہ اصل اسلامی ہے۔ جس کو قرآن کریم اپنی اصطلاح میں "جہاد فی سبیل اللہ" سے تعبیر کرتا ہے اور کبھی "اسلام" کی جگہ "جہاد" اور کبھی "مسلم" کی جگہ "مجاہد" بولتا ہے۔ اور پھر یہی وہ "اسوۂ حسنہ" ہے۔ جس کی طرف وہ تمام پیروان ملت حنیفی کو دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ:۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِىٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ

بے شک حضرت ابراہیم اور اُن کے ساتھیوں میں پیروی واتباع کے لئے ایک بہترین نصب العین اور نمونہ زندگی ہے

پس قسم ہے اُس خدائے اسلام کی جس نے ابراہیم اور اسماعیل کی قربانی کو برکت بخشی،

Marfat.com

اور اُسکو ملتِ حنیفی کے لئے "اسوۂ حسنہ" بنایا (وَاِنَّه لقسمٌ لو تعلمون) کہ "اسلام" اور "جہاد" ایک ہی حقیقت کے دو نام، اور ایک ہی معنے کے لئے دو مرادف الفاظ ہیں اور "اسلام" کے معنیٰ "جہاد" ہیں اور "جہاد" کے معنی اسلام۔ پس کوئی ہستی "مسلم" ہو نہیں سکتی جب تک کہ مجاہد نہ ہو اور کوئی مجاہد ہو نہیں سکتا جبتک مسلم نہ ہو۔ "اسلام" کی لذت اُس بدبخت کے لئے حرام ہے، جس کا ذوقِ ایمانی لذتِ جہاد سے محروم ہو اور زمین پر گو اُس نے اپنا نام مُسلم رکھا ہو لیکن اُسکو کہہ دو کہ آسمانوں میں اُس کا شمار کفر کے زمرے میں ہے:۔

فَالجِهَاد ! اَلجِهَاد! اَلجِهَاد فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ! اَيُّهَا الْمُسْلِمُوْنَ الْغٰفِلُوْنَ عَنْ حَقِيْقَةِ الْاِسْلَامِ وَالْجِهَاد! وَ اللهُ اَكْبَرُ! اَللهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ! اَللهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ!

جب کہ ایک دُنیا "لفظ جہاد" کی دہشت سے کانپ رہی ہے۔ جب کہ عالم مسیحی کی نظروں میں یہ لفظ ایک عفریت مہیب یا ایک حربہ بے امان ہے۔ جبکہ اسلام کے مدعیان حمایت نصف صدی سے کوشش کر رہے ہیں۔ کہ کفر کی رضا کے لئے اسلام کو مجبور کریں۔ کہ اس لفظ کو لغت سے نکال دیں جبکہ بظاہر انہوں نے کفر و اسلام کے درمیان ایک صلح نامہ لکھ دیا کہ اسلام لفظ جہاد کو بھلا دیتا ہے، کفر اپنے توحش کو بھول جائے اور جبکہ آجکل کے ملحدین مسلمین اور متفرنجین مفسدین کا ایک "حزب الشیطان" بے چین ہے۔ کہ بس چلے تو یورپ سے درجۂ تقرب عبودیت حاصل کرنے کے لئے ("تحریف الکلم عن مواضعہ" کے بعد) سرے سے اس لفظ کو قرآن سے نکال دے تو پھر یہ کیا ہے کہ میں نہ صرف "جہاد" کو ایک رکن اسلامی، ایک فرض دینی، ایک حکم شریعت بتلاتا ہوں، بلکہ صاف صاف کہتا ہوں کہ اسلام کی حقیقت ہی جہاد ہے۔ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اسلام سے اگر "جہاد" کو الگ کر لیا جائے تو وہ ایک لفظ ہوگا جس میں معنی نہیں ہے۔ ایک اسم ہوگا، جس کا مسمّی نہیں ہے۔ ایک قشر محض ہوگا جس سے مغز نکال لیا گیا ہے۔ پھر کیا میں ان تمام اعمال مصلحین متفرنجین کو غارت کرنا چاہتا ہوں جو انھوں نے تطبیق بین التوحید و التثلیث یا اسلام اور مسیحیت کے عقد اتحاد کے لئے انجام دی ہیں؟ وہ اصلاح جدید کی شان دار

عمارتیں، جو مغربی تہذیب و شائستگی کی ارضِ مقدس پر کھڑی کی گئی ہیں، کیا دعوتِ جہاد دے کے جنودِ مجاہدین کو بلاتا ہوں کہ اپنے گھوڑوں کے سموں سے اُنہیں پامال کردیں؟ اور پھر کیا چاہتا ہوں کہ اسلام کی زندگی کا اُفق جو حرارتِ حیات کی گرد سے پاک کر دیا گیا تھا، مجاہدین کی اُڑائی ہوئی خاک سے پھر غبار آلود ہو جائے؟

ہاں! اے غارتگرانِ حقیقتِ اسلامی! اے رندانِ متاعِ ایمانی! اور اے مفسدینِ ملت و مدعیانِ اصلاح! ہاں میں ایسا ہی چاہتا ہوں، میری آنکھیں ایسا ہی دیکھنا چاہتی ہیں، میرا دل ایسے ہی وقت کے لئے بے قرار ہے، خدائے ابراہیم و محمد (علیہما السلام) کی شریعت ایسا چاہتی ہے۔ قرآن کریم اس کو حقیقتِ اسلامی کہتا ہے۔ وہ اس اُسوۂ حسنہ کی طرف سے اپنے پیروؤں کو بلاتا ہے۔ اسلام کا اعتقاد اسی کے لئے ہے اسکی تمام عبادتیں اسی کے لئے ہیں۔ اس کے تمام جسمِ اعمال کی رُوح یہی شے ہے۔ اور یہی چیز ہے۔ جس کی یاد کو اُس نے ہمیشہ زندہ رکھنا چاہا اور "عیدِ اضحیٰ" کو یومِ جشن و مسرت بنایا۔

پس یہ ہے جسکی طرف میں مسلمانوں کو بلاتا ہوں، پھر تمہارے پاس کیا ہے جس کی طرف تم ہم کو دعوت دیتے ہو؟ هل عندكم من علم فتخرجوه لنا
اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّیْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ؟ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ:

اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا؟ فَالَّذِيْنَ
كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ،
اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ؟
سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ،
(۵۲ ، ۴۲)

یا ان کا ارادہ مکر و فریب پھیلانے کا ہے؟ اگر ایسا ہے تو یاد رکھیں کہ یہ منکر خود شیطان کے فریب میں پڑے ہیں۔ یا پھر خدا کے سوا اس کا کوئی اور معبود ہے؟ اگر یہی بات ہے تو یقین کر دو کہ اللہ کی ذات انکے اس شرک سے پاک ہے۔

لیکن "جہاد" سے مقصود کیا ہے؟ اس کا محلِ اصلی کیا ہے؟ کیونکر اسلام کی حقیقت دراصل جہاد ایک ہے؟ آغازِ مضمون میں جو سوالات کئے گئے تھے ان کا حل کیونکر ہے؟ اگرچہ ان میں سے ہر سوال تفصیل طلب ہے، اور یکے بعد دیگرے صدہا مباحث پر مشتمل، لیکن

Marfat.com

تاہم آئندہ نمبر کا انتظار کیجئے کہ چند اشارات عرض کروں۔

-۴-

حقیقتِ اسلامیہ سب سے پہلے اس امر پر غور کرنا چاہئے کہ اسلام کی وہ کونسی حقیقت تھی جو حضرت ابراہیم کی زندگی پر طاری ہوئی اور جس کو قرآن کریم نے اُمت مرحومہ کے لئے "اسوۂ حسنہ" قرار دیا؟

اسلام کا مادہ لفظ "سلم" ہے۔ جو باخلافِ حرکات مختلف اشکال میں آکر مختلف معنی پیدا کرتا ہے۔ لیکن لغت کہتا ہے۔ کہ "سلم" (بفتحتین) اور "سلام" کے معنی کسی چیز کے سونپ دینے، طاعت و انقیاد اور گردن جھکا دینے کے ہیں۔ اس سے "تسلیم" بمعنی سونپ دینے کے، اور استسلم (اے انقیاد و اطاع) آتا ہے، اور فی الحقیقت لفظ "اسلام" بھی انہی معنی پر مشتمل ہے قرآن کریم میں ان معانی کے شواہد اس کثرت سے ہیں کہ ایک مختصر مضمون میں سب کا استقصا ممکن نہیں، تاہم ایک دو آیتوں پر نظر ڈالئے تو یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے مثلاً احکام طلاق کی آیات میں ایک موقعہ پر فرمایا:۔

وَإِنْ أَرَدْتُّمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا	اگر تم چاہو کہ اپنے بچے کو کسی دایا سے دودھ
أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ	پلواؤ تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں، بشرطیکہ
إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ	دستور کے مطابق ان کی ماؤں کو جو دینا کیا تھا
بِالْمَعْرُوفِ (۲: ۲۳۳)	وہ ان کے "حوالے کردو"۔

اس آیت میں "سلّمتم" حوالہ کر دینے کے معنی میں صاف ہے، اسی طرح بمعنی اطاعت و انقیاد و گردن نہادن کے بیسیوں جگہ فرمایا ہے۔

وَلَهُ "أَسْلَمَ" مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ	اس آسمان و زمین میں کوئی نہیں جو چار و ناچار
الْأَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا	دین الٰہی کا حکم بردار اور مطیع و منقاد نہ ہو۔
وَقَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ	اور یہ جو عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے
لَمْ تُؤْمِنُوا وَلٰكِنْ قُولُوا	تو اُن سے کہدو کہ تم ابھی ایمان نہیں لائے۔ (کیونکہ وہ

اَسۡلَمۡنَا (۴۹ : ۱۴) دل کے اعتقاد کامل کا نام ہے جو تمہیں نصیب نہیں،
البتہ یوں کہو کہ ہم نے اس دین کو مان لیا۔

ہر شے کی اصل حقیقت وہی ہو سکتی ہے۔ جو اس کے نام کے اندر موجود ہو، دین الٰہی کی حقیقت، لفظ اسلام کے معنی میں پوشیدہ ہے، لفظ اسلام کے معنی اطاعت، انقیاد، گردن نہادن، اور کسی چیز کے حوالہ کر دینے کے ہیں، پس اسلام کی حقیقت بھی یہی ہے کہ "انسان اپنے پاس جو کچھ رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے حوالے کر دے اس کی تمام قوتیں، اسکی تمام خواہشیں، اس کے تمام جذبات، اسکی تمام محبوبات غرضکہ سر کے بالوں کی جڑ سے لے کر پاؤں کے انگوٹھے تک، جو کچھ اس کے اندر ہے، اور جو کچھ اپنے سے باہر اپنے پاس رکھتا ہے، سب کچھ ایک لینے والے کے سپرد کر دے، وہ اپنے تمام قوائے جسمانی و دماغی کے ساتھ خدا کے آگے جھک جائے اور ایک مرتبہ ہر طرف سے منقطع ہو کر اور اپنے تمام رشتوں کو توڑ کر اس طرح گردن رکھ دے کہ پھر کبھی نہ اُٹھے، نفس کی حکومت سے باغی ہو جائے، اور احکام الٰہیہ کا مطیع و منقاد"

یہی وہ حقیقت اسلامی کا قانون فطری ہے، جو تمام کائنات عالم میں جاری و ساری ہے، اس کی سلطنت سے زمین و آسمان کا ایک ذرہ بھی باہر نہیں۔ ہر شے جو اس حیات کدۂ عالم میں وجود رکھتی ہے۔ اپنے اعمال طبیعی کے اندر اس حقیقت اسلامی کی ایک مجسم شہادت ہے، کون ہے، جو اسکی اطاعت و انقیاد سے آزاد، اور اُس کے سامنے سے اپنے جھکے ہوئے سر کو اٹھا سکتا ہے، اُس نے کہا کہ میں "کبیر المتعال" ہوں، پھر کونسی ہستی ہے، جو اُسکی کبریائی و جبروت کے آگے اپنے اندر اسلامی انقیاد کی ایک صدائے عجز نہیں رکھتی؟ زمین پر ہم چلتے ہیں۔ اور آسمان کو دیکھتے ہیں، لیکن کیا دونوں اس حقیقت اسلامی کی طرف داعی نہیں ہیں؟

ملکوت السمٰوات والارض اور حقیقت اسلامی کا قانون عام

زمین کو دیکھو جو اپنے گرد و غبار کے اندر ارواح نباتاتی کی ایک بہشت حیات ہے، جس کے الوان جمال سے اس حیات کدۂ ارضی کی ساری دلفریبی

Marfat.com

اور رونق ہے، جس کی غذا بخشی انسانی خون کے لئے سرچشمۂ تولید ہے، اور جو اپنے اندر زندگیوں اور ہستیوں کا ایک خزانہ لازوال رکھتی ہے۔ کیا اسکی وسیع سطح حیات پر در پر ایک ہستی بھی ہے، جو اس حقیقت اسلامی کے قانون عام سے مستثنیٰ ہو؟ کیا اسکی کائنات نباتاتی کا ایک ایک ذرہ خدائے اسلام کے قائم کئے ہوئے حدود و نوامیس کا مسلم یعنی اطاعت شعار نہیں ہے؟

بیج جب کہ زمین کے سپرد کیا جاتا ہے، تو فوراً لے لیتی ہے، کیونکہ اس کے بنانے والے نے اسکو ایسا ہی حکم دیا ہے۔ پھر اگر تم وقت سے پہلے واپس مانگو، تو نہیں دے سکتی کیونکہ اُس کا سر خدا کے آگے جھکا ہوا ہے، اور خدا نے ہر بات کے لئے ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ (ولکل اجل کتاب) پس محال ہے کہ اسکی خلاف ورزی کرے اور حقیقت اسلامی کے قانون عام کی مجرم ہو۔

قانون الٰہی نے زمین کی قوت نامیہ کے ظہور کے لئے مختلف دور مقرر کر دیئے ہیں، اور ہر دور کے لئے ایک وقت خاص لکھ دیا ہے۔ زمین کی درستگی کے بعد اس میں بیج ڈالا جاتا ہے۔ آفتاب کی تمازت اس کو حرارت پہنچاتی ہے۔ ابر و ہوا اور موسم موافق کی رطوبت اس کی یبوست میں اعتدال پیدا کرتی ہے۔ پانی کا بمقدار مناسب حصول اس کے نشو و نما کو زندگی کی تازگی بخشتا ہے۔ یہ تمام چیزیں ایک خاص تسویہ و تناسب کے ساتھ اسکو مطلوب ہیں، پھر بیج کے گلنے اور سڑنے، مٹی کے اجزائے نباتاتی کی آمیزش، کونپلوں کے پھوٹنے، اُن کے بتدریج بلند ہونے اور اس کے بعد شاخوں کے انشعاب اور پتوں اور پھولوں کی تولید، ان تمام مرحلوں سے اس بیج کا درجہ بدرجہ گزرنا ضروری ہے۔ اور ہر زمانے کے لئے ایک حالت اور مدت مقرر کر دی گئی ہے، یہی تمام مختلف مراحل و منازل زمین کی پیداوار کے لئے ایک شریعت الٰہیہ ہیں، جس کی اطاعت کائنات نباتات کی ہر روح پر فرض کر دی گئی ہے۔ پھر کیا ممکن ہے، کہ زمین ایک لمحہ ایک منٹ اور ایک مستثنیٰ مثال کے لئے بھی اس شریعت کے مسلم ہونے یعنی اسکی اطاعت سے انکار کر دے؟ اور اگر پھر اس کی خلاف ورزی کی جائے، تو کیا ممکن ہے کہ ایک دانہ بھی بار آور اور ایک پھول بھی شگفتہ ہو؟

ایک درخت ہے جو پانچ سال کے اندر پھل لاتا ہے۔ پھر تم کتنی ہی کوشش کرو، پانچ مہینے کے اندر وہ کبھی پھل نہیں دے گا، ایک پھول ہے جس کے پودے کو زیادہ مقدار میں حرارت مطلوب ہے۔ پھر یہ محال ہے کہ وہ سائے میں زندہ رہ سکے، کیوں ؟ اس لئے کہ پانچ سال کے اندر اُس کا حد بلوغ کو پہنچنا، اور دھوپ کی تیزی میں اسکا نشو ونما پانا، شریعت الٰہی نے مقرر کر دیا ہے۔ پس وہ مسلم ہے۔ اور حقیقت اسلامی کا قانونِ عام اس کو سرکشی و خلاف ورزی کا سر اُٹھانے نہیں دیتا:۔

وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ كُلٌّ لَهُ قَانِتُونَ (۳۰: ۲۶)

اور جو کچھ آسمان میں ہے۔ اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اسی کا ہے۔ اور سب اس کے حکم کے تابع و منقاد ہیں۔

پس فی الحقیقت زمین کے عالم نظم و تدبیر میں جو کچھ ہے۔ حقیقتِ اسلامی ہی کا ظہور ہے:۔

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ۔ (۵۱: ۲۰)

اور زمین میں ارباب یقین کے لئے خدا کی ہزاروں نشانیاں بھری پڑی ہیں۔

یہ سر بفلک پہاڑوں کی چوٹیاں، جو اپنے عظیم الشان قامتوں کے اندر خلعت کائنات کی سب سے بڑی عظمت رکھتی ہے۔ یہ شیریں اور حیات بخش دریا، جو کسی مخفی تعلیم کے نقشے کے مطابق زمین کے اندر گاہ مستقیم، اور گاہ پُر پیچ وخم راہ پیدا کرتے رہتے ہیں۔ یہ خوفناک وقہار سمندر، جس کی بے کنار سطح مہیب کے نیچے طرح طرح کے دریائی حیوانات کی بیشمار اقلیمیں آباد ہیں! غور کیجئے کہ کیا سلطان اسلام کی حکومت سے باہر ہیں۔ پہاڑوں کی چوٹیوں کے سر گو بلند ہیں۔ مگر اطاعت کے اسلام شعارانہ سر جھکے ہُوئے ہیں۔ زمین کا جو گوشہ اور سمندر کا جو کنارہ ان کو دے دیا گیا ہے۔ ممکن نہیں کہ وہ ایک انچ بھی اس سے باہر قدم رکھ سکیں۔ ان کے ارتقائے جسمانی کے لئے جو غیر محسوس رفتار نمو شریعت الٰہی نے مقرر کر دی ہے۔ محال ہے۔ کہ اس سے زیادہ آگے بڑھ سکیں، انقلابات طبیعیہ کا حکم الٰہی انکو ریزہ ریزہ کر دے، پر وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے۔ اس طرح دریاؤں اور سمندروں کی

Marfat.com

طرف کان لگائیے۔ کہ اُن کی زبانِ حال اسی حقیقت اسلامی کی کیسی عجیب شہادت دے رہی ہے؟ آپ نے سمندروں کے طوفانوں اور موجوں کی صورت میں دیکھا ہے کہ پانی کی سرکشیاں کیسی شدید ہوتی ہیں؟ لیکن اس سرکش اور مغرور دیو پر جب حقیقت اسلامی کی اطاعت و انقیاد کا قانون نافذ ہوا تو اس عجز و تذلل کے ساتھ اس کا سر جھک گیا، کہ ایک طرف میٹھے پانی کا دریا بہہ رہا ہے اور دوسری طرف کھارے پانی کا بحرِ ذخار ہے۔ دونوں اس طرح ملے ہوئے ہیں کہ کوئی شے ان میں حائل نہیں، مگر نہ تو دریا کی مجال ہے۔ کہ سمندر کی سرحد میں قدم رکھے، اور نہ سمندر باایں ہمہ قوت و قہاری اس کی جرأت رکھتا ہے کہ اپنی سرکش موجوں سے اس پر حملہ کرے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ
بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ؟
(۵۵: ۱۹/۲۱)

اُس نے کھارے اور میٹھے پانی کے دو سمندروں کو جاری کیا کہ دونوں آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ مگر پھر بھی ایک دوسرے سے مل نہیں سکتے، کیونکہ دونوں کے درمیان اس نے حد فاصل قائم کر دی ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:-

وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا،
(۲۵: ۵۳)

اور وہی قادر مطلق ہے۔ جس نے دو دریاؤں کو آپس میں ملایا! ایک کا پانی شیریں و خوش ذائقہ اور ایک کا کھارا کڑوا اور پھر دونوں کے درمیان ایک ایسی حد فاصل اور روک رکھ دی کہ دونو باوجود ملنے کے بالکل الگ رہتے ہیں۔

اب نظر ذرا اوپر اٹھاؤ اور ملکوت السموات کے ان اجرام عظیمہ کو دیکھو، جن کے مرئیاتِ مدہشہ سے یہ سطح نیلگوں، ادراک انسانی کا سب سے بڑا منظر تحیر ہے۔ یہ عظیم الشان قہرمان تجلی، جو روز ہمارے سروں پر چمکتا ہے۔ جسکی فیضان بخشی حیات تمیز قرب و بعد سے ماورا ہے۔ جس کا جذب و انجذاب کائنات عالم کے لئے تنہا وسیلہ تنویر ہے۔ اور جس کا قہر حرارت کسی تجلی گاہ حقیقی کا سب سے بڑا عکس و ظلال ہے؟ غور کرو تو اپنے اندر حقیقت

Marfat.com

اسلامی کی کیسی موثر شہادت مبین رکھتا ہے۔ وہ، جسکی جبروت وعظمت کے آگے تمام کائنات عالم کا سر جھکا ہوا ہے۔ کیسے مسلم شعارانہ انکسار کے ساتھ فاطر السموات کے آگے سر بسجود کہ ایک لمحے اور ایک عشر دقیقے کے لئے بھی اپنے اعمال وافعال کے مقرر کردہ حدود سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا:-

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ	کیا مبارک ہے ذاتِ قدوس اسکی، جس نے
بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا	آسمان میں (گردش سیارات کے) دائرے بنائے
وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا،	اور اس میں آفتاب کی مشعل روشن کردی، اور
	نیز روشن ومنور چاند بنایا!

پھر اسی طرح اور تمام اجرام سماویہ کو دیکھو، اور ان کے افعال وخواص کا مطالعہ کرو! ان کے طلوع وغروب، ایاب وذہاب، حرکت ورجعت، جذب وانجذاب، اثر وتاثر، اور فعل وانفعال کے لئے جو قوانین رب السموات نے مقرر کردیئے ہیں۔ کس طرح انکی اطاعت وانقیاد کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں؟ یہی قوانین ہیں جن کو قرآن کریم "حدود اللہ" کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے اور یہی " دین قیم " ہے، جو تمام نظام کائنات کے لئے بمنزلہ مرکز قیام وحیات ہے۔ عالم ارضی وسماوی کا کوئی مخلوق نہیں، جو اس دین الٰہی کا پیرو نہ ہو، اور آفتاب سے لے کر خاک کے ذرے تک کوئی نہیں جو اس کی اطاعت سے انکار کرے:-

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ، وَّ	اسی کے حکم سے سورج اور چاند ایک حساب
النَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ وَالسَّمَآءَ	معین پر گردش میں ہیں۔ اور تمام عالم نباتات
رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِیْزَانَ اَلَّا	کے سر اس کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔ اور
تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ	اسی نے آسمان کو بلندی قرار دیا اور (قانون
(۵۵ : ۵)	الٰہی) کا میزان بنایا تاکہ تم لوگ اندازہ کرنے میں
	حد اعتدال سے متجاوز نہ ہو۔

پس نظام شمسی میں جس قدر نظم وتدبیر ہے۔ سب اسی "حقیقت اسلامی" کا ظہور ہے۔ حقیقت اسلامی کی اطاعت وانقیاد نے ہر مخلوق کو اپنے اپنے دائرہ عمل میں محدود

Marfat.com

کر دیا ہے۔ اور ہر وجُود سر جھکائے ہوئے اپنے اپنے فرض کے انجام دینے میں مشغول ہے۔ اگر زمین اپنے محور پر حرکت کرتی ہوئی اپنے دائرے کا چکر لگاتی ہے۔ اگر آفتاب کی کشش اس کو ایک بال برابر بھی ادھر اُدھر نہیں ہونے دیتی، اگر ہر ستارہ اپنے اپنے دائرہ حرکت کے اندر ہی محدُود ہے۔ اگر تمام ستاروں کی باہمی جذب محیط ہمیشہ اُس تسویہ و میزان کے ساتھ قائم رہتی ہے کہ عظیم الشان قوتوں کے یہ پہاڑ آپس میں نہیں ٹکراتے۔ اگر اُن کی حرکت و سیر کی مقدار، اور اوقات مقررہ میں طلُوع و غروب، ایک ایسا ناممکن التبدیل قانون ہے۔ جس میں کبھی کمی بیشی نہیں ہوئی اور اگر:۔

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ	نہ تو آفتاب کے اختیار میں ہے کہ چاند کو
الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ	جالے۔ اور نہ رات کے بس میں ہے کہ دن سے
النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ	پہلے ظاہر ہو جائے اور تمام اجرام سماویہ اپنے
يَسْبَحُونَ (۳۶ : ۴۰)	اپنے دائروں کے اندر ہی پیر رہے ہیں۔

تو پھر اس کے کیا معنی ہیں؟ کیا یہ اعمال کائنات اس امر کی شہادت نہیں ہیں کہ دنیا میں اصل قوت صرف "اسلام" ہی کی قوت ہے، اور اس عالم کا وجُود صرف اسی لئے زندہ ہے۔ اور حقیقت اسلامی اس پر طاری ہو چکی ہے؟ ورنہ اگر ایک لمحہ کیلئے بھی اس حقیقت کی حکومت دُنیا سے اُٹھ جائے تو تمام نظام عالم درہم برہم ہو جائے:۔

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ	کیا یہ دین الٰہی کو چھوڑ کر کسی اور کے آگے سر
حَكَمًا؟ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي	جھکانا چاہتے ہیں؟ حالانکہ آسمان و زمین میں
السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا	کوئی نہیں، جو اس دین الٰہی کا مسلم یعنی مطیع
وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ	و منقاد نہ ہو۔

اور آسمان و زمین پر کیا موقوف ہے، اگر خود اپنے اندر بھی دیکھئے، تو جسم انسانی کا کونسا حصّہ ہے، جس پر حقیقت اسلامی طاری نہیں؟ خود آپ کو تو اُس کے آگے جھکنے سے انکار ہے۔ لیکن اس کی خبر نہیں کہ آپ کے اندر جو کچھ ہے، اُس کا ایک ایک ذرہ کس کے آگے سر بسجُود ہے؟

دل کے لئے یہ شریعت مقرر کردی گئی کہ اپنے قبض و لبسط سے جسم کے تمام حصوں میں خون کی گردش جاری رکھے۔ کہ اس کا اضطراب و التہاب ہی رُوح کے سکُون حیات کا ذریعہ ہے۔ نیز حرکت کی ایک مقدار مقرر کردی، اور خون کے دخل و خرج کے لئے ایک پیمانہ اعتدال بنا دیا۔ پھر ذرا اپنے بائیں پہلو پر ہاتھ رکھ کر دیکھیئے کہ اس عجیب و غریب مضغۂ گوشت نے کس استغراق و محویت کے ساتھ حقیقت اسلامی کا سر جھکا دیا ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے غافل نہیں، اور اگر ایک چشم زدن کے لئے بھی سرکشی کا سر اُٹھائے تو نظام حیات بدنی کا کیا حال ہو؟ اس طرح کارخانہ جسم کے ایک ایک پرزے کے تشریحی فرائض پر نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ آپ کے اندر سر سے پاؤں تک جس قدر زندگی ہے۔ اس حقیقت اسلامی ہی کے نظام سے ہے۔ آنکھوں کا ارتسام انعکاس، کانوں کی قوت سامعہ، معدے کا فعل انہضام، اور سب سے بڑھکر طلسم سرائے دماغ کے عجائب و غرائب۔ سب اسی لئے کام دے رہے کہ "مسلم" ہیں۔ اور حقیقت اسلامی کے اطاعت شعار۔ آپ کے جسم کی رگوں کے اندر جو خون دوڑ رہا ہے۔ کبھی آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ کس کے حکم کی سطوت و جبروت ہے۔ جو اس رہ نورد لیل و نہار کو دوڑا رہی ہے؟

وَفِيٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ؟ (۵۱ : ۲۱)

اور اگر باہر کی طرف سے تمہاری آنکھیں بند ہیں۔ تو کیا اپنے نفس کے اندر بھی نہیں دیکھتے۔

اور یہی اشارہ ہے؟ جو اس آیت کریمہ میں کیا گیا ہے کہ:-

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ:- (۴۱ : ۵۳)

ہم اپنی نشانیاں عالم کائنات کے مختلف اطراف و جوانب میں بھی دکھلائیں گے، اور انسان کے اندر بھی، یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائیگا کہ دین الٰہی برحق ہے۔

اور یہی حقیقت اسلامی کی وہ اطاعت شعاری ہے۔ جس کو لسان الٰہی نے عالم کائنات کی تسبیح و تقدیس سے تعبیر کیا ہے۔

کیونکہ فی الحقیقت اس عالم کا ہر وجود اپنے فنائے اسلامی کی زبان حال سے اُس

Marfat.com

سبوح وقدوس کی عبادت میں مشغول ہے۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ
الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ،
وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا
يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ
تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا
غَفُوْرًا (۱۷ : ۴۵)

تمام آسمان، اور تمام زمینیں اور جو کچھ اُن کے اندر ہے۔ سب کے سب اسی خدا کی تسبیح وتقدیس میں مشغول ہیں۔ اور کائنات میں کوئی چیز نہیں جو زبان اطاعت سے اسکی حمد وثنا اور تسبیح وتقدیس نہ کرتی ہو مگر اُنکی اس آواز کو نہیں سمجھتے اور اس پر غور نہیں کرتے۔

۴

خلافت انسانی اور حقیقت اسلامی

اور یہی وہ عہد ومیثاق عبودیت تھا۔ جس کا اقرار صحبت ازل کے ہر جُرعہ نوش جام "بلیٰ" سے لیا گیا، اور حقیقت اسلامی کی محویت اول نے سب کی زبان سے بے اختیارانہ انقیاد کرالیا:۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ
مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ
وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى !

اور وہ وقت یاد کرو، جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے اُسکی ذریت (بصورت تعین اولیٰ) نکالا اور اُن کے مقابلے میں خود انہی سے شہادت دلادی، اس طرح، کہ اُن سے پوچھا:۔ کیا مَیں تمہارا آمر وحاکم اور رب الارباب نہیں ہُوں؟ سب نے اطاعت کے سر جھکا دئے کہ بے شک، تو ہی مستحق اطاعت ہے۔

اور اسی حقیقت اسلامی کے سر جھکانے کا نتیجہ وہ سربلندی ہے جو انسان کو تمام مخلوقات ارضیہ میں حاصل ہے، اور جسکی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے صفات کاملہ کا مظہر اور زمین پر اُس کا خلیفہ قرار پایا، اس نے جب اللہ کے آگے سر اطاعت جھکا دیا، تو اللہ نے اُن تمام مخلوقات ارضیہ کو، جن کے سر اُس کے آگے جھکے ہُوئے تھے، حکم دیا کہ اسی جھکنے والے کے آگے تم بھی جھک جاؤ۔ کہ من تواضع للہ رفعہ اللہ۔

Marfat.com

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ (۱۷: ۷۰)

اور ہم نے شرف و کرامت عطا فرمایا نسل انسانی کو اور تمام خشکی و تری کی چیزوں کو حکم دیا کہ اُس کے مطیع ہو جائیں اور اس کو اٹھالیں، اور اُس کے لئے دنیا میں بہترین اشیاء پیدا کریں۔

حقیقتِ اسلامیہ کا ضدِ حقیقی یا قوت شیطانی

کائنات کی ہر مخلوق نے اس حکم کی تعمیل کی۔ کیونکہ اُن کے سر تو اُن کے آگے جھکے ہوئے تھے۔ پر ایک شریر ہستی تھی جس نے غرور و تکبر کے ساتھ سر اٹھایا اور انسان کی اطاعت سے انکار کر دیا:۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ، (۲: ۳۴)

اور جب تمہارے پروردگار نے ملائک کو حکم دیا کہ نوعِ آدم کے آگے اطاعت کے سر جھکا دو، تو سب جھک گئے مگر ایک ابلیس تھا جس نے انکار کیا اور کبر و غرور کا سر اُٹھا اور وہ یقیناً کافروں میں سے تھا۔

" وکان من الکافرین" کیونکہ اسلام کے معنی جھکنے کے ہیں، اور کفر نام ہے سرکشی کا "ابلیس" نے جھکنے سے انکار کیا اور سرکشی کا سر اُٹھایا، پس" وہ ضرور کافروں میں سے تھا۔"

یہی ایک شریر طاقت ہے جو تمام سرکشیوں اور ہر طرح کے ظلم و طغیان کا عالم میں مبدء ہے۔ یہی وہ تاریکی کا اہرمن ہے۔ جو یزدانی نور و ضیا کے مقابلے میں اپنے تئیں پیش کرتا ہے۔ یہی وہ قہرمان ضلالت ہے۔ جو انسان کے پاؤں میں اپنی اطاعت کی زنجیریں ڈال کر اس کو اسلامی اطاعت سے باز رکھتا ہے۔ یہی وہ ابو الکفر ہے جسکی ذریت انسان کے اندر اور باہر دونوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور جو جب چاہتا ہے انسان کے مجرائے دم کے اندر پہنچ اپنی ضلالت کے لئے راہ پیدا کر لیتا ہے۔ اور یہی وہ اسلام کی حقیقت کا اصل ضد اور اسکی قوت ہدایت کا قدیمی دشمن ہے۔ جس نے اپنے کفر کے پہلے ہی دن کہہ دیا کہ:۔

قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ

شیطان نے آدم کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہی

Marfat.com

كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ،

(۱۷ : ۶۲)

ہے جسکو تو نے مجھ پر فوقیت دی ہے لیکن تو مجھ کو روز قیامت تک مہلت دے، تو میں اپنی قوت ضلالت سے اسکی تمام نسل کو تباہ کردوں، البتہ وہ تھوڑے سے لوگ جن پر میرا جادو نہ چلے گا، میری حکومت سے باہر رہ جائیں گے۔

لیکن خدا تعالیٰ نے یہ کہہ کر جھڑک دیا کہ:-

اِذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ ، فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ، وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ،

(۱۷ : ۶۳/۶۴)

جا دور ہو! جو شخص نسل آدم میں سے تیری متابعت کریگا، اسکے لئے اور تم سب کے لئے عذاب جہنم کی پوری سزا ہوگی۔ ان میں سے جن جن کو تو اپنی پرفریب صداؤں سے بہکا سکتا ہے "بہکا لے" ان پر اپنی فوج کے سواروں اور پیادوں سے چڑھائی کردے، انکی مال و دولت اور اولاد و فرزند میں شریک ہوکر اپنا ایک حصہ لگا لے اور اُن سے جتنے جھوٹے وعدے کر سکتا ہے کرلے۔ شیطان کے وعدے محض دھوکے اور فریب سے زیادہ نہیں ہیں۔

پھر یہی ہے جسکو خواہ تم اپنے سے خارج سمجھو یا خود اپنے اندر تلاش کرو اس کے حکم ضلالت کے احکام دونوں جگہ جاری ہیں۔ وہ کبھی تمہاری رگوں کے اندر کے خون میں اپنی ذریات کو اتار دیتا ہے۔ تاکہ تم پر اندر سے حملہ کرے، کبھی باہر سے آکر تمہارے دماغ وحواس پر قابض ہو جاتا ہے۔ تاکہ تم کو اپنے آگے جھکا کر خدا کے آگے جھکنے سے باز رکھے وہ کبھی تمہارے مال ومتاع میں کبھی محبت اہل وعیال میں اور کبھی عام محبوبات ومرغوبات دنیویہ میں شریک "وجا" ہے۔ اور اسی طرح تمہاری ہر شے خدا کی جگہ اس کے لئے ہوجاتی ہے۔ تم چلتے ہو تو اس کے لئے، کھاتے ہو تو اس کے لئے اور پہنتے ہو تو اس کے لئے

Marfat.com

حالانکہ حقیقت اسلامی چاہتی ہے کہ تم جو کچھ کرو خدا کے لئے کرو۔

ہر تاریکی جو روشنی کو چھپانا چاہتی ہے، ہر سیاہی جو سفیدی کے مقابلے میں ہے۔ ہر تمرد و سرکشی جو اطاعت الٰہی کی ضد ہے۔ اور ہر وہ شے جو حقیقت اسلامی سے خالی ہے۔ یقین کرو کہ شیطان ہے اور دنیا کی ہر لذت اور ہر راحت جس کا انہماک اس درجہ تک پہنچ جائے کہ وہ حقیقت اسلامی کے انقیاد پر غالب آجائے، شیطان کی ذریت میں داخل، پس اُس کے وجود کی نسبت کیوں سوچتے ہو کہ وہ کیسا ہے اور کہاں ہے؟ اس کو دیکھو کہ وہ تمہارے ساتھ کر کیا رہا ہے؟ (مسیح) نے کہا کہ ایک نوکر دو آقاؤں کو خوش نہیں کر سکتا، اور قرآن کریم کہتا ہے کہ:۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِیْ جَوْفِهٖ:۔ (۳۳: ۴) — اللہ نے کسی انسان کے پہلو میں دو دل نہیں رکھے ہیں بلکہ دل ایک ہی ہے۔

پس ایک دل کے سر بھی دو چوکھٹوں پر نہیں جھک سکتے، اور دُنیا میں دل ہی ایک ایسا جوہر ہے جس کی تقسیم نہیں ہو سکتی۔ یا وہ قوت شیطانی کا مطیع و منقاد ہوگا، یا قوت رحمانی کا، یا وہ شیطان کا عبادت گزار ہوگا یا خدائے رحمان کا۔ اور عبادت و پرستش سے مقصود یہی نہیں ہے کہ پتھر کا ایک بُت تراش کر اس کے آگے سر بسجود ہو۔ یہ تو وہ ادنٰے شرک ہے۔ جس سے قریش مکہ کا خیال بھی بلند تھا، بلکہ ہر وہ انقیاد، ہر وہ سخت و شدید انہماک، اور وہ استغراق و استیلا، جو حقیقت اسلامی کے انقیاد اور محبت الٰہی پر غالب آجائے اور تم کو اس طرح اپنی طرف کھینچ لے کہ جبکی طرف تمہیں کھینچنا تھا، اُسکی طرف سے گردن موڑ لو، درحقیقت وہی تمہاری پرستش و عبادت کا بُت ہے اور تم اس کے بت پرست اور اصلی و حقیقی شرک کے مشرک۔ یہی سبب ہے کہ حقیقت شناسانِ توحید نے فرمایا:۔

من شغلك عن الله فهو صنمك ومن الهاك فهو مولاك (جس چیز نے تم کو اللہ سے الگ کر کے اپنی طرف متوجہ کر لیا، وہی تمہارے لئے بُت ہے اور تم اُس کے پوجنے والے ہو) خواہ وہ جنت کی ہوس اور حور و قصور کا شوق ہی کیوں نہ ہو؟

(رابعہ بصریہ) سے جب پوچھا کہ:۔ ما الشرك؟ شرک کی حقیقت کیا ہے؟ تو اُس نے

Marfat.com

نے کہا کہ طلب الجنة داعراض عن ربھا۔ جنّت کی طلب کرنا اور مالک جنّت کی طرف سے غافل ہوجانا: یہی سبب ہے کہ قرآن کریم نے ہوائے نفس کو معبود و الٰہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے:-

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰلہُ ؟	آیا تم اس گمراہ کو نہیں دیکھتے جس نے اپنی ہوائے نفس کو معبود بنالیا ہے؟

اور کس قدر میرے مطلب کو واضح تر کردیتی ہے، سورہ یاسین کی وہ آیت جب کہ فرمایا :-

اَلَمْ اَعْھَدْ اِلَیْکُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ، وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِیْ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (۳۶ : ۶۱/۶۰)	کیا ہم نے تم سے اے اولاد آدم؟ اس کا عہد نہیں لے لیا تھا کہ شیطان کی پُوجا سے باز رہو، کیونکہ وہ تمہارا ایک دشمن ہے۔ اور صرف ہماری ہی عبادت کرو کہ یہی ہدایت کی حقیقی راہ ہے؟

یہاں شیطان کی اطاعت کو بندگی اور عبادت کے لفظ سے تعبیر کیا، اور عبادت الٰہی کے اس عہد و میثاق کو یاد دلایا، جو "الست بربکم" کے سوال کے جواب میں تمام بنی آدم سے لیا جا چکا ہے۔ پس حقیقت اسلامی یہ چاہتی ہے۔ کہ انسان قوت شیطانی سے باغی ہوکر صرف خدا تعالیٰ کا ہوجائے اور اُس کے آگے سر انقیاد جھکا کر اپنے "میثاق بلیٰ" کی تجدید کرے۔ تاکہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور اللہ کا بندہ وہی ہے جو شیطان کا نہیں ہے:-

اِنَّ "عِبَادِیْ" لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا (۱۷ : ۶۵)	خدا تعالیٰ نے شیطان سے کہا کہ جو "میرے بندے" ہیں، اُن پر تیری حکومت نہیں چلنے کی۔ اور خدا اپنے بندوں کی کارسازی کے لئے بس کرتا ہے۔

یہاں ان بندگان مخلصین کو جو شیطان کے اثر و استیلا سے محفوظ ہوں، خدا نے اپنی طرف نسبت دی کہ "ان عبادی" جو لوگ میرے بندے ہیں۔ حالانکہ کون ہے جو اُس کا

بندہ نہیں ہے؟ مگر مقصود یہ تھا۔ کہ میرے بندے تو وہی ہیں، جو صرف میرے لئے ہیں، لیکن جنہوں نے میرے آگے جھک کر پھر اپنے سر کو دوسری چوکھٹوں پر بھی جھکا دیا ہے، تو دراصل اُنہوں نے بندگی کا رشتہ کاٹ دیا۔ گو وہ میرے تھے۔ لیکن اب میرے باقی نہیں رہے، کیونکہ انہوں نے توحید محبت کو شرکت غیر سے محفوظ نہیں رکھا (افسوس کہ یہ موقعہ اس بیان کی تشریح و تفصیل کا مقتضی نہیں اور مطالب اصل منتظرِ رجوع۔)

رجوع الی المقصود

پس لفظ اسلام کے معنی ہیں کہ چیز کے حوالہ کر دینے، دے دینے اور گردن رکھ دینے کے اور یہی حقیقت دین اسلام کی ہے۔ کہ انسان اس رب الارباب کے آگے اپنی گردن رکھ دے، اور اس انقطاع، اور انقیاد حقیقی کے ساتھ گویا اُس نے اپنی گردن، اس کے سپرد کر دی اور کوئی حق و ملکیت اور مطالبہ اس کا باقی نہیں رہا، اب وہ اپنی کسی شے کا، خواہ وہ اس کے اندر ہو یا باہر۔ مالک نہیں رہا بلکہ ہر شے اس قدرت الٰہیہ کی ہو گئی جس کا نام "اسلام" ہے۔

مہالک و خطراتِ حیات

انسان کے اندر اور انسان کے باہر سینکڑوں مطالبات ہیں جو اُس کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں، اس کے اندر سب سے بڑے مظہر ابلیس، یعنی نفس کی قوت قاہرہ کا دست طلب بڑھا ہوا ہے اور وہ ہر دم اور ہر لمحے اسکی ہر شے کو اُس سے مانگ رہا ہے، تاکہ اسکو خدا کی جگہ اپنا لے۔ باہر دیکھتا ہے تو محبوبات دنیوی اور مہالک حیات کے دام قدم قدم پر بچھے ہوئے ہیں۔ اور جس طرف جاتا ہے۔ اُس سے اس کا قلب و دماغ مانگا جاتا ہے تاکہ اُسے خدا سے چھین لیں۔ جذبات اور خواہشوں کے بے اعتدلانہ اقدامات کی فوج نے اُسکے دماغ کا محاصرہ کر لیا ہے اور آزمائشوں اور امتحانوں کی کثرت سے اُس کا ضمیر اور دل ایک دائمی شکست سے مجبور ہے۔ اہل و عیال، عزت و جاہ، مال و دولت کے "قناطیر مقنطرہ" اور تمام وہ چیزیں، جنکو قرآن زینت حیات سے تعبیر کرتا ہے۔ اسکے کمزور دل کیلئے اپنے اندر ایک ایسی پرکشش سوال رکھتی ہیں جسکو رد کرنا اس کیلئے سب سے بڑی آزمائش ہو جاتا ہے:۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ	انسان کی حالت اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اس
النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ	کے لئے دُنیا کی مرغوب چیزوں مثلاً اہل و عیال،

Marfat.com

الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ (۳: ۱۴)	سونے چاندی کے ڈھیر، عمدہ گھوڑے، مویشی اور کشت کاری میں بڑی وابستگی ہے۔

پس انقیاد اسلامی کے معنے یہ ہیں۔ کہ انسان اپنی جنس دل وجان کے بہت سے خریدار نہ بنائے، بلکہ ایک ہی خریدار سے معاملہ کرے۔ وہ ان مانگنے والوں سے جنکے ہاتھ اسکی طرف بڑھے ہوئے ہیں۔ اپنے تئیں بچائے۔ اور اس ایک ہاتھ کو دیکھے جو باوجود اسکی طرح طرح کی بے وفائیوں کے پھر بھی وفائے محبت کیساتھ اسکی طرف بڑھا ہوا ہے اور گو اُس نے اپنے متاع دل وجان کو کتنا ہی ناقص اور خراب کردیا ہو، لیکن پھر بھی بہتر سے بہتر قیمت دیکر خریدنے کیلئے موجود ہے۔ اور صدائے محبت "مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا" سے ہر آن وہر لحہ عشق نواز ہر قلب مشتاق ہے۔ یہ خواہ کتنی پیمان شکنیاں کرے، لیکن وُہ اپنا عہد محبت آخر تک نہیں توڑتا کہ:۔ یا ابن آدم! لَوْ ذُنُبُكَ عِنَانَ السَّمَآءِ، ثُمَّ اَسْتَغْفِرْنِیْ، لَغَفَرْتُ لَكَ، اور جسکی وفائے محبت کا یہ حال ہے کہ خواہ تم تمام عمر اُسے کتنا ہی روٹھا ہوا رکھو، لیکن اگر انابت واضطرار کا ایک آنسو بھی سفارش کے لئے ساتھ لیجاؤ تو وہ پھر بھی سننے کیلئے طیار ہے۔ اور جسکے دروازے سے خواہ کتنا ہی بھاگو، لیکن پھر بھی اگر شوق کا ایک قدم بڑھاؤ، تو وُہ دو قدم بڑھ کر تمہیں لینے کے لئے منتظر ہے ؎

عاشقاں ہر چند مشتاق جمال دلبراند دلبراں برعاشقاں از عاشقاں عاشق تراند

جس کا دروازۂ قبولیت کبھی بند نہیں، اور جسکے یہاں مایوسی سے بڑھکر اور کوئی جرم نہیں:۔

قُلْ یَاعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ! اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا، اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔	اے وہ میرے بندو! کہ گناہوں میں ڈوب کر تم نے اپنے نفوس پر سخت زیادتیاں کی ہیں۔ خواہ تم کیسے ہی غرق معصیت ہو، مگر پھر بھی اُس محبت فرما کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ یقیناً وہ تمہارے تمام گناہوں کو معاف کردیگا۔ بیشک وہی درگزر کرنے والا ہے۔ اور اسکی بخشش رحم عام ہے۔

باگناہگاراں بگوئم تا نیندازند دل من وفائے دوست را در بیوفائی یافتم

(۴)

اب اسقدر توطیہ و تمہید کے بعد قرآن کریم کی طرف رجوع کرو کہ وہ اس حقیقت اسلامی کو بار بار دہراتا ہے یا نہیں؟ اول تو خود لفظِ اسلام ہی اس حقیقت کے وضوح کیلئے کافی ہے، لیکن اگر کافی نہ ہو، تو جس قدر کہہ چکا ہوں، اس سے زیادہ کہنے کے لئے ابھی باقی ہے۔

قرآن کریم میں جہاں کہیں اسلام کا لفظ آیا ہے، غور کیجئے تو اس حقیقت کے سوا اور کوئی معنے ثابت نہ ہوں گے:۔ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (۳۱ : ۲۱) (اور جس کسی نے اپنا منہ اللہ کیطرف جھکا دیا (یا اپنی گردن اللہ کے حوالے کر دی) اور اعمال حسنہ انجام دیئے، تو بس دین الٰہی کی مضبوط رسّی اسکے ہاتھ آگئی۔) ایک دوسری جگہ فرمایا:۔ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ (۴ : ۱۲۵) (اور اس شخص سے بہتر کس کا دین ہو سکتا ہے جس نے اللہ کیلئے اپنا سر جھکا دیا (یا اللہ کے حوالے کر دیا) اور اعمال حسنہ انجام دیئے۔)

سورۂ آل عمران کی ایک آیت میں جو اسلام کی حقیقت کی تفصیل و تشریح کیلئے ایک جامع ترین آیت ہے۔ اسلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (۳ : ۱۹) (دین اللہ کے یہاں صرف ایک ہی ہے اور وہ اسلام ہے۔) پھر اس کے بعد کہا:۔

وَاِنْ حَآجُّوْكَ ، فَقُلْ اَسْلَمْتُ	اگر منکرین اس بارے میں تم سے حجت کریں تو کہہ
وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ، وَقُلْ	دو کہ میں نے اور میرے پیروؤں نے تو صرف اللہ
لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ	ہی کے آگے اپنا سر جھکا دیا ہے اور پھر یہود و
ءَاَسْلَمْتُمْ ؟ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ	نصاریٰ اور مشرکین عرب سے پوچھو کہ تم بھی اس کے
اهْتَدَوْا ، وَاِنْ تَوَلَّوْا ، فَاِنَّمَا	آگے جھکے یا نہیں؟ سو اگر وہ جھک گئے (یعنی
عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ، وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ	مسلم ہو گئے) تو بس انہوں نے ہدایت پالی۔ اور
بِالْعِبَادِ (۳ : ۲۰)	اگر انہوں نے گردنیں موڑ لیں، تو وہ جانیں،

اور انکا کام جانے۔ تمہارا فرض تو حکم الٰہی پہنچا دینا تھا۔ اور اللہ اپنے بندوں کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ تعلیم فرمایا کہ کہو:۔ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (اور مجھکو حکم دیا گیا ہے کہ ہر طرف سے منہ پھیر کر اس کے آگے جھک جاؤں جو تمام جہانوں کا

پروردگار ہے۔)

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں ہر جگہ اسلام کے ساتھ منکرین اسلام کے لئے "ولی" اور "اعرض" کا لفظ استعمال کیا

اسلام کے مقابل "ولی" اور "تولی"

کیا گیا ہے۔ "ولی عن الشئ" کے معنے لغت میں "اعرض" کے ہیں اور "تولی عنہ" اسے "اعرض عنہ" ہر جگہ پاؤگے، یعنی کسی چیز کی طرف سے منہ موڑ لینا اور گردن پھیر لینی۔ "وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا وَلّٰی مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا" (اور جب ان میں سے کسی منکر کو قرآن کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو بیجان دغرور سے اکڑتا ہوا گردن پھیر کر چل دیتا ہے۔

اسی طرح اور سینکڑوں مقامات میں فرمایا:۔ "فان تولوا فقل حسبی اللہ" (اگر وہ تیری طرف سے گردن پھیر لیں تو کہہ دے کہ مجھ کو خدا بس کرتا ہے۔) "ولوا علیٰ ادبارھم نفورا" (جب کفار کے آگے ذکر الٰہی کرو تو وہ پیچھے کی طرف منہ موڑ کر نفرت کناں چل دیتے ہیں

چونکہ اسلام کی حقیقت اللہ کے آگے سر جھکا دینا اور اپنی گردن سپرد کر دینا ہے، اس لئے اس سے انکار کو ہر جگہ "تولی" اور "اعرض" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

كَذٰلِكَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ، فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (۱۶: ۸۲)

اور اسی طرح اللہ اپنی نعمتیں تم پر پوری کرتا ہے تاکہ تم اس کے آگے جھکو، اور اے پیغمبر۔ اگر باوجود اس کے بھی لوگ گردن نہ جھکائیں تو تمہارا فرض تو صرف حکم الٰہی پہنچا دینا ہی ہے۔

Marfat.com

مسئلۂ سُود

Marfat.com

مسئلہ سُود

۱۱ و ۱۸ جون سنہ ۱۹۱۳ء

Marfat.com

مسئلۂ سُود

آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب نے پچھلے دنوں مسئلہ سُود کے متعلق صوبجات متحدہ کی کونسل میں جو مبسُوط تقریر کی تھی، وہ تمام اخبارات اردو و انگریزی میں چھپ چکی ہے، میں وقت فرصت کا منتظر تھا کہ اس کو پڑھ سکوں۔ اس تقریر کا اخبارات نے عام طور پر تذکرہ کیا ہے، لیکن میں اس کو دوسری نظر سے دیکھتا ہُوں۔

سب سے پہلے جناب خواجہ صاحب کو ایک ایسے ضروری اور اہم مسئلے پر ایک مبسُوط، مدلل، اور پر مغز تقریر کرنے کے لئے تمام قوم کی طرف سے مبارک باد کا مستحق سمجھتا ہُوں۔ اُنہوں نے فی الحقیقت ممبری کے انتخاب کے لئے بہت جلد اپنے تئیں مستحق ثابت کر دیا، اور انکی قابلیت اور قومی خدمات کے قدیمی دلولے اور جوش کو پیش نظر رکھتے ہُوئے، اس بارے میں جو توقعات کی جا سکتی تھیں، سچ یہ ہے کہ اُن میں ذرا بھی ناکامی نہیں ہُوئی۔

ہماری حالت اپنے ہم وطن بھائیوں سے بالکل مختلف ہے، اور حالت مختلف ہے تو ہماری تحسین اور تقبیح اور جرح و تعدیل کو بھی مختلف ہونا چاہیئے، ان میں قابلیت اور اداء فرض کا قحط نہیں ہے۔ وہ مجالس عامہ اور کونسل کے ہال دونوں میں اپنی قابلیت کے مظاہر

Marfat.com

رکھتے ہیں، اور موجودہ ہندوستان کے چہل سالہ عہد میں انہوں نے اپنے کاموں کی ایک اچھی تاریخ مرتب کرلی ہے، لیکن ہماری حالت اُن سے بالکل متضاد ہے، قابلیت اور اداءِ فرض، دونوں میں ہمارا خانہ عمل صفر سے زیادہ نہیں۔ پس ایسی حالت میں اگر ہماری قوم کے اندر کوئی چھوٹا سے چھوٹا کام بھی قابلیت اور صداقت کے ساتھ انجام پائے تو اس کو اوروں کے بہتر سے بہتر کام کے برابر سمجھنا چاہیئے۔ جوہریوں کے بازار میں ہیرے کے مرصع ہار کوئی بھی نہیں پوچھتا، لیکن کسی کوئلے کی کان میں موتی کا ایک دانہ بھی لے کر نکل جائیے، تو ہر شخص کی نظر پڑے گی کہ یہ کیا چیز ہے؟

کونسل کی تاریخ میں مسلمان ممبروں کا تذکرہ ہندوستان میں مجلس وضع قوانین کی ابتدا کو ایک قرن سے زیادہ زمانہ گذر گیا، اور رفارم پر بھی کونسل کا ایک پورا عہد انتخاب گزر چکا ہے لیکن اس تمام عرصے کی پوری تاریخ پڑھ ڈالئے۔ یہ کیسی شرم کی بات ہے، کہ وہ تمام تر تو صرف ہندوؤں کی قابلیت، آزاد بیانی، حق پرستی، اور اداءِ فرض کے صدہا کارنامہ ہائے جلیلہ وعظیمہ کی سرگزشت ہے اور سوائے ایک واقعہ کے مسلمانوں کے لئے کوئی تذکرۂ نمایاں اپنے اندر نہیں رکھتی!

ایک واقعہ سے میرا مقصود سید صاحب مرحوم ہیں، جو کونسل کے ابتدائی عہد میں دوبار شامل کئے گئے، اور جنہوں نے مشہور "البرٹ بل" کے مباحثہ میں یادگار حصہ لیا تھا۔

اور رفارم کے بعد صرف مسٹر مظہر الحق کو جانتا ہوں، جن کو مسلمان ممبروں کی عام حالت سے یقیناً مستثنےٰ کر دینا چاہیئے۔

کونسل کے اندر اظہار قابلیت کے متعدد مواقع ہیں، سب سے پہلی چیز تو مناسب اور ممکن النفاذ قوانین کا مسودہ پیش کرنا ہے، پھر عام مباحث و مذاکرات علم و قابلیت اور اجتہاد فکر و رائے کے ساتھ حصہ لینا ہر معاملہ اور قانون کے متعلق ملکی مصالح اور اغراض کی حمایت کرنا، سرکاری تجاویز و خیالات کے بے اعتدالانہ اثر کی اعتدال و قابلیت کے ساتھ مخالفت کرنا بجٹ وغیرہ کے اہم مواقع پر عمدہ اور مفید مباحث و انتقادات پیش

Marfat.com

کرنا، ملک کی عام حالت پر نظر رکھنا، اور اس کے درس و مطالعہ سے کونسل کے کاموں میں مدد لینا، شمار و اعداد کو ہر معاملے کی نسبت خاص طور پر محفوظ رکھنا، اور ہر بحث میں اُن سے کام لینا، مفید اور نتیجہ خیز سوالات کرنا، اور اُن کے جوابات سے مُلک کی عام معلومات اور رائے میں اضافہ، اور حکومت کی غلطیوں کا انکشاف کرنا۔ یہ، اور اس طرح کے صدہا مواقع ہیں، کہ ایک قابل شخص کی قابلیت کے لئے کونسل ہال میں آزمائش ہو سکتے ہیں۔

پھر حق گوئی اور راست بیانی ایک جوہر اصلی ہے، جسکی ہر موقعہ پر ضرورت ہے۔ اور جو ایک روشنی ہے، جس سے کونسل کا ہال ہی نہیں بلکہ ہر جگہ روشنی ہو سکتی ہے۔

لیکن افسوس کہ اس تمام عہد گزشتہ دورواں میں مسلمان ممبروں نے، ان تمام اُمور میں کسی ادنیٰ ترین کام کا بھی اپنے تئیں اہل ثابت نہیں کیا۔

البتہ ایک چیز ہے، جس کی قابلیت کا اُنہوں نے ہر موقعہ پر ثبوت دیا اور ایسا قاطع و مانع، کہ ہندوستان کی کوئی قوم اس کے مقابلے میں اپنے عجز صریح کو نہیں چھپا سکتی۔ یعنی ملک اور ملکی امیدوں کی تذلیل، جہل و نادانی کے ساتھ ہر سرکاری خواہش کا استقبال، اور صدائے حکومت کے آگے بلا تامل رکوع و سجود۔ اور یہ وہ صفت ملکوتیہ ہے، جو ملاءِ اعلیٰ و کروبیان عالم بالا کے لئے بھی بہترین وصف ہے۔ چہ جائیکہ کونسل ہال ہی کے لئے کہ:۔

لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ! (۱)

اس سے بھی زیادہ دردانگیز بات یہ ہے، کہ برائی کے ظہور کی اصلاً دو شکلیں ہوتی ہیں، ایک نیکی کا عدم، اور دوسرا بدی پر اصرار۔ پہلی صورت بہتر ہے اگر دوسری صورت پیش نہ آئے، ایک شخص کچھ نہیں کرتا۔ یہ بری بات ہے۔ لیکن اس شخص سے تو وہ ہزار درجہ بہتر ہے، جو نہ صرف یہ کہ نیک کام نہیں کرتا، بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ کہ بُرائیوں پر مُصر ہے:۔

مرا بخیر تو امید نیست، شر مرساں

مُسلمان ممبروں نے اتنا ہی نہیں کیا، کہ اپنے وجود سے کچھ کام نہیں لیا، بلکہ اس سے

---

(۱) سُورۂ انبیاء میں یہ آیت فرشتوں کی تعریف میں ہے یعنی وہ اللہ کے احکام پر ایسے عامل ہیں، کہ اسکے حکم کے خلاف نہیں کرتے۔

Marfat.com

زیادہ یہ، کہ جب کبھی کچھ کام لیا بھی تو یہی لیا، کہ ملک کو نقصان پہنچایا، اور ہمیشہ اسکی بہترین امیدوں کے لئے ایک سنگ گراں بن کر حائل راہ رہے، یہ ہماری پیشانی پر ایک ایسا داغ سیاہ ہے، جو افسوس کہ مٹ نہیں سکتا۔

بہرحال یہ تو خود ایک مبحث ہے، ضمناً ذکر آجاتا ہے، تو خیالات کو روک نہیں سکتا۔ خواجہ صاحب کی تقریر پڑھ کر مجھے سب سے زیادہ خوشی یہ ہوئی، کہ کونسل ہال میں ایک مسلمان ممبر نے ایک اہم اور ضروری مسئلہ کی نسبت لب کشائی کی، اور اس پر قابلیت اور صرف دقت کے ساتھ غور کیا، یہ بات فی نفسہٖ گو بہت اہم نہ ہو، مگر ہمارے بازار میں جس جنس عام کی نایابی ہے، اس کے ملنے پر خصوصیت کے ساتھ کیوں نہ خوش ہوں، گو اوروں کے ہاں وہ عام ہو۔

مسئلہ سُود اور قرآن کریم | خواجہ صاحب نے اپنی تقریر میں (سُود در سود) کے ان نتائج پر قانون کو توجہ دلائی ہے جس نے تاریخ کے قدیم ترین زمانے کی طرح اس دور میں بھی انسانوں کی آبادیوں کو ویران کیا ہے، انکی کوشش اور محنت کے نتائج کو بغیر کسی حق طبیعی کے دوسروں کی طرف منتقل کر دیا ہے، اور نہیں معلوم کتنے عالی شان محل ہیں، جو اس کی بدولت خاک کا ڈھیر بن گئے ہیں، اور کتنے وسیع قبرستان ہیں، جن کے اندر اس کی تباہی و ہلاکت کے مجروح پڑے ہیں۔

مَیں نے ہمیشہ اس امر پر غور کیا کہ قرآن کریم نے انسانی معاصی و جرائم کے متعلق طرح طرح کی وعیدیں فرمائی ہیں لیکن سُود کے متعلق ایک لفظ ایسا کہہ دیا ہے۔ جس سے سخت تر وعید اور کسی سخت سے سخت جرم و معصیت کی نسبت بھی نہیں آئی، اس کا کیا سبب ہے؟

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ۔

مسلمانو! اگر تم صاحب ایمان ہو، تو اللہ سے ڈرو اور تمہارے پچھلے لین دین میں جو کچھ سُود باقی رہ گیا ہے، اسے چھوڑ دو (پھر) اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو اللہ اور رسول

Marfat.com

(۲: ۲۷۸) کے ساتھ لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ کہ یہ فی الحقیقت اللہ اور اس کے رسول سے جنگ ہے۔

-۱-

قرآن کریم نے اس آیت میں سُود کے لینے پر اصرار کو "حربٌ من اللہ و رسولہٖ" سے تعبیر کیا ہے، کہ اس کے لینے والے اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کیلئے مستعد رہیں!

بظاہر یہ تشدد تعجب انگیز معلوم ہوتا ہے۔ انسان کی وحشیت اور بہیمیت نے دُنیا میں کیسی کیسی مہیب معصیتیں کی ہیں، اور وہ جب سبعیت و درندگی پر آجاتا ہے تو اس کے اعمال کس درجہ خوفناک ہو جاتے ہیں؟ لیکن یہ کیوں ہے کہ قرآن کریم نے کسی انسانی معصیت کو بھی "حربٌ من اللہ و رسولہٖ" سے تعبیر نہیں کیا، اور وعید کے لئے صرف سود ہی کو (کہ محض ایک لین اور معاملات کی چیز ہے، اور زیادہ سے زیادہ انسانی خود غرضی کا ایک ظہور)، تمام رذائل انسانیہ میں سے منتخب کیا؟

حرب من اللہ انسانی خود غرضی | یہاں اسکی تفسیر مقصود نہیں ہے، مگر اشارہ ضروری ہے۔

سُود کے کاروبار کی اگر کوئی تاریخ مرتب کی جاتی تو مَیں سمجھتا ہوں کہ اس آیت کی بہتر سے بہتر تفسیر خود بخود ہو جاتی۔

جلب نفع اور خود غرضی سے اس دنیا کے عجیب ترین جانور کا (جسکو انسان کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے) کوئی فعل خالی نہیں۔ اور اگر خالی ہے، تو صرف وہ فعل، جو اُس سے بحیثیت مخلوق حیوانی کے صادر نہیں ہوتا، بلکہ اس کے اندر کی وہ رُوح انسانیہ کبریٰ اور معنی خلافت الٰہیہ کام کرنے لگتی ہے، جو مقام ملکوتیہ سے بھی ارفع، اور دریاب مقام قدوسیت اعلیٰ ہے۔ مذہب، قانون، اخلاق، سوسائٹی اور اسی طرح کی تمام بندشیں صرف اس خود غرضی ہی کے مظاہر شدیدہ کو روکنے کے لئے ہیں۔ اور اگر اس خوفناک جانور کے پاؤں میں اتنی بوجھل بیڑیاں نہ ہوتیں، تو اغراض و استجلاب نفع کا تصادم دُنیا کو

Marfat.com

شیطان کا تخت، اور دوزخ کا نمونہ بنا دیتا،

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ، ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ، اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ (۹۵ : ۴)

انسانی خودغرضی کا مہیب ترین ظہور

اس خود غرضی کا ایک بدترین ظہور، جمع و حصول مال کی بھوک ہے، جس کو پیاس کہنا چاہیئے اگر استسقاء کی تشبیہہ اس پر راس آجائے، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اعمال انسانیہ میں اس مرض کا کوئی ظہور اس درجہ انسان کے ملکوتی خصایل کے لئے مہلک، اس کی بہیمیت وسبعیت کے لئے مقوی، ہیئت اجتماعیہ اور مجامع انسانیہ کی صحت مدنی کے لئے سم قاتل، اور عالم مخلوقات کے اس جمیل ترین مخلوق یعنی انسان کو خوفناک درندہ بنا دینے کے لئے ایک عمل السحر نہیں ہے، جیساکہ سُود، اور سُود خواری کی زندگی کی مختلف شکلیں۔

اخلاص و خصائل انسانیہ کا آبگینہ تو اس درجہ نازک ہے، کہ تجارت اور کاروباری معیشت کی زندگی کی ٹھیس کا بھی متحمل نہیں ہوتا، اور ہمدردی و مروت کا چشمہ کچھ نہ کچھ مکدر ہو ہی جاتا ہے۔ پھر ظاہر ہے کہ اس کے لئے سُود (جس سے بغیر حق محنت حصول نفع کا اصُول غیر طبعی قائم ہو جاتا ہے) کس درجہ مضر ہوگا؟

یقیناً تمام انسانی معاصی میں صرف یہی معصیت "حرب من اللہ ورسولہ" ہے۔ کیونکہ اور کسی معصیت میں انسان خدا کے بندوں کے لئے اس درجہ بے رحم اور خونخوار نہیں ہو جاتا، جس درجہ سود کو اپنا وسیلۂ معاش بنا لینے کے بعد از سرتا پا مجسمۂ شقاوت وقساوت، وغلظت وصلابت ہو جاتا ہے۔ اور خدا کے بندوں کے آگے بے رحمی سے مغرور ہونا، فی الحقیقت خدا کے آگے مغرور ہو کر آمادہ جنگ وپیکار ہونا ہے۔

انسان کے ان تمام بڑے بڑے جرائم پر جن کو اُس کی خود غرضی کا دیو اس کے اندر سے انجام دیتا ہے، اپنے سامنے لاؤ، اور ایک ایک کر کے دیکھو! بڑے بڑے عادی مجرموں کو تم دیکھو گے کہ بارہا انسانی مظلومی اور بیکسی نے ان کی آنکھوں کو اشکبار، اور

ان کے دلوں کو دو نیم کر دیا ہے، سخت سے سخت بے رحم ڈاکو اور قاتل کی نسبت بھی تم سن سکتے ہو کہ اُس نے عین اپنی بے رحمی و قساوت کے کسی عمل کو انجام دیتے وقت ایک بڑھیا عورت کی فریاد، ایک بے کس عورت کی گریہ وزاری، اور ایک یتیم بچہ کے مضطربانہ فغان الغیاث پر اپنی کھینچی ہوتی تلوار پھینک دی، اور چند لمحوں کے لئے اسکی بھُولی ہُوئی انسانیت یاد آگئی۔ تاریخ اور ملکی روایات نے اُن ڈاکوؤں کے حالات قلمبند کئے ہیں، جو ایک طرف تو دولت مندوں کو لوٹتے اور مال و دولت سے بھرے ہوئے قافلوں کو تاخت و تاراج کرتے تھے، دوسری طرف صدہا بیوہ عورتیں، اور بیکس و مسکین خاندان تھے۔ جن کو ایک فیاض طبع دست کریم کے اور ایک دریائے بخشش بادشاہ کی طرح امداد و اعانت سے مالا مال کر دیتے تھے۔ انگلستان کے قرون متوسطہ اور ہندوستان کے گزشتہ زمانے کے بڑے بڑے ڈاکوؤں کی نسبت ہر شخص جانتا ہے، کہ اُنہوں نے قصبات و دیہات کی بیکس عورتوں کے لئے باقاعدہ وظائف و مشاہرے مقرر کر دیئے تھے، اور رُوم کے ایک مشہور ڈاکو نے ٹیٹس سے کہا تھا:۔ "میرا مُجرم ہاتھ پادشاہ کے مقدس ہاتھ سے زیادہ غریبوں اور بیکسوں کی مدد کرتا ہے، اگرچہ وہ پادشاہ اور مَیں ڈاکو ہوں"۔

یہی حال تقریباً انسان کے تمام بڑے بڑے جرائم کا ہے، اور فضیلت انسانیہ ہر بڑی سے بڑی زندگی کی تاریکی میں بھی کبھی نہ کبھی اپنی روشنی بے نقاب کر دیتی ہے۔

لیکن اس کے مقابلے میں ایک سُود خوار زندگی کو لاؤ، وہ چور نہیں ہے، وہ ایک ڈاکو کے نام سے حقیر و ذلیل نہیں کیا جاتا، لوگ اس سے پناہ نہیں مانگتے، بلکہ اس کو ڈھونڈھتے ہیں، وہ پہاڑوں کی غاروں، اور جنگلوں کے گنجان گوشوں میں مجرموں کی طرح نہیں چھُپتا، وہ سوسائٹی سے مردُود و مطرود نہیں ہے، اُس نے پادشاہ کے قانون کو توڑنے اور انسانوں کے آداب و مراسم کی حقارت کا کبھی جرم نہیں کیا۔ وہ ایک شہری ہے، جو مثل ایک شریف باشندۂ شہر کے انسانوں میں رہتا، اور جسم اجتماعی میں عضو صحیح کی طرح شامل ہے، با ایں ہمہ، اس کے اعمال کا کیا حال ہے؟ وہ ڈاکو سے بڑھ کر آبادی کو غارت کرتا، وہ قاتل سے زیادہ انسانی حیات کو موت سے تبدیل کرتا، وہ عادی مجرم سے

Marfat.com

سے زیادہ سوسائٹی کو تباہ کرتا، وہ ایک درندہ سے بھی خوفناک تر خون آشام، اور بھیڑیئے اور جنگلی سُور سے بھی بڑھ کر حیات انسانی کا دشمن ہے، پھران سب سے زیادہ یہ کہ سخت سے سخت بے رحم ڈاکو کی آنکھوں سے بھی کبھی نہ کبھی رحم کا ایک قطرۂ اشک ٹپک پڑتا ہے۔ پر یہ محال قطعی ہے کہ اس کی قساوت وشقاوت کبھی بھی کسی تڑپتے ہوئے جسم اور کسی پکارتی ہوئی زبان پر ایک لمحے، ایک دقیقے، اور ایک عشر دقیقے کے لئے بھی ترس کھائے۔

(شکسپیر) کے ایک (شائیلاک) کا ذکر بے سُود ہے۔ دُنیا میں اس وقت تک کتنے ہزار شائیلاک گذر چکے ہیں، اور کتنے ہمارے سامنے موجُود ہیں۔

ایک اہم نکتہ اگر ایک شخص چور ہے، ڈاکو ہے، قاتل ہے، تو قانون اس کو قتل کریگا، اور انسانی آبادی اس سے پناہ مانگے گی، لیکن ایک سُود خوار، جو کہتا ہے کہ" انما البیع مثل الربوا" اس کا کیا علاج ہے؟ اُس نے تجارت کی ایک دکان کھول دی ہے، اور ضرورت واحتیاج انسان کے ہوش وحواس کو معطل کر دیتی ہے۔ لیکن" شائیلاک" کے پاس تو اس کا مظلوم قرضدار خود ہی دوڑ دوڑ کر گیا تھا۔ پس فی الحقیقت قتل وغارت کسی قانون اور مذہب کے لئے اس درجہ سختی کے مستحق نہیں ہو سکتے؛ جس قدر کہ سُود، اور سُود خواری کی مہیب زندگی۔

پھر کیا" حرب من اللہ ورسولہ" سے اس کی تعبیر صحیح نہیں؟ اور کیا تمام مذاہب عالم میں اسلام کی یہ سب سے بڑی خصوصیت نہیں کہ اس نے باوجود جاہلیت عرب کے اس میں غرق ہونے کے، سود خواری کو سب سے بڑا جرم اور معصیت کبیرہ قرار دیا؟

تجارت اور لین دین کی بے رحمیوں، اور عام بے رحمیوں میں بہت بڑا فرق ہے، انسان کے تمام مظالم اور بے رحمیاں ایسی ہیں کہ انسانوں کے لئے کوئی دام اور کشش اپنے اندر نہیں رکھتیں۔ وہ از سرتا پا نفرت اور مبغوضیت ہیں۔ لوگ اُن سے پناہ مانگتے ہیں۔ لیکن روپیہ کا لین دین ایک ایسی شے ہے، کہ خواہ کیسے ہی سخت سے سخت عنوان ظلم سے ہو، لیکن چونکہ احتیاج اور ضرورت کو وقتی اور فوری طور پر دور کرنے والی ہے، اس لئے انسان اس سے بھاگ نہیں سکتا، بلکہ پناہ مانگنے کی جگہ خود اس کی طرف دوڑتا ہے، وہ جانتا ہے

کہ سُود خوار ایک بے رحم ڈاکو اور خونخوار درندہ ہے، لیکن جنگل کے ڈاکو سے نفرت کرتا، اور اس شہری ڈاکو کے آگے عاجزی سے ہاتھ جوڑتا ہے، تاکہ وہ اسے اپنے دامِ ظلم میں پھنسانے کے لئے چن لے، اور اس کو مجروح تیغ قساوت و بے رحمی کرنے سے انکار نہ کرے!

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اور تمام ہزار ہا انسانی بے رحمیاں کسی آبادی کو اس طرح نقصان نہیں پہنچا سکتیں، جس درجہ پورے شہر میں ایک "سُود خوار" کا وجود پہنچا سکتا ہے۔ یہی ہے کہ قرآن کریم اس کو سب سے بڑی وعیدِ الٰہی کا مستحق قرار دیتا ہے۔

اس کی علت اصلی اصل یہ ہے کہ کسی خود غرضی کے عمل اور بے رحمی کے کام میں اس درجہ استمرار اور مداومت نہیں ہے، جیسی کسی کاروباری بے رحمی میں۔ قاتل ایک شخص کو چند لمحوں میں قتل کر ڈالے گا، ڈاکو ایک گھنٹے کے اندر ایک قافلے کو لوٹ لے گا، لیکن سُود خوار کا عمل ظلم دائمی، اور انسانی عمروں، خاندانوں، اور نسلوں تک جاری رہتا ہے، وہ جس شکار کو پکڑتا ہے، اُس کی مظلومی و بیکسی کا نظارہ برسوں تک دیکھتا رہتا ہے، اور جب تک ہمیشہ کے لئے اس کے تڑپنے، لوٹنے، اور کراہنے کے نظارہ کا تحمل اپنے اندر پیدا نہ کرلے، وہ سُود خوار نہیں بن سکتا، اسی کا نتیجہ ہے، کہ اس کی قساوت و بے رحمی سب سے زیادہ سخت، اور تمام جرائم کے عادیوں سے زیادہ مستقل و محکم ہوتی ہے۔ وہ چونکہ ہمیشہ اپنی بے رحمی کے شکاروں کی مظلومی کو دیکھتا رہتا، اور ان کی بے قراریوں کے معائنے کا اپنے دماغ کو عادی بناتا رہتا ہے، اس لئے رفتہ رفتہ اس کے تمام قوائے ملکوتیہ پر ایک عالم ممات طاری ہو جاتا ہے، اور رحم و ہمدردی کے جذبات اس طرح بیکار و معطل ہو جاتے ہیں کہ قوی سے قوی محرک بھی ان کو زندہ نہیں کر سکتا۔

یہ کیا بات ہے کہ ڈاکو رحم کرتا، مگر سُود خوار کی آنکھیں ہمیشہ خشک رہتی ہیں؟ اس کا سبب یہی ہے کہ ظلم کا استمرار اور بے رحمی کی مداومت ڈاکو کو ویسی نصیب نہیں، جیسی اور اس درجہ کی بے رحمی میں ایک سُود خوار کی تمام زندگی بسر ہو جاتی۔

قرآن کریم کی ایک تشبیہ کیا نہیں دیکھتے کہ اسی حالت مخصوص کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے۔ جب کہ اُس نے سُود خواری کی زندگی کا اتفاق

Marfat.com

فی سبیل اللہ کے بعد ذکر کیا، جو اس کا درجہ حقیقی ہے:۔

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ	جو لوگ کہ سُود کھاتے ہیں، وہ کھڑے نہ ہو
اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ	سکیں گے، مگر اُس پاگل کی طرح جسکو شیطان
الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ، ذٰلِکَ	کے اثر نے مخبوط الحواس بنا دیا ہو، اور یہ اس
بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ	لئے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ضرور بیع وشراء بھی
الرِّبٰوا (۲ : ۲۷۵)	مثل سود ہی کے ہے۔

افسوس ہے کہ عام (متداول) مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں اس امر پر بالکل توجہ نہیں کی کہ سُود خوار کی زندگی کو اس تمثیل سے کیوں بیان کیا گیا؟ اور پھر اس تمثیل اور حالت کا سبب " ذالك "، کہہ کر اُن کے قول کو کیوں قرار دیا کہ " بیع بھی مثل سُود کے ہے"؟

اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز امر یہ ہے کہ ان بزرگوں میں سے اکثر نے اس بیان حالت کو بعض آثار مرویہ کی بنا پر صرف قیامت کے دن ہی کے لئے مخصوص کر دیا ہے، اور اس کی تفسیر یُوں کی ہے کہ " لا یقومون " اسے " یوم القیامۃ من قبورھم "، یعنی یہ حالت صرف قیامت کے دن ہی کی نسبت بیان کی گئی ہے، اور سود خوار قیامت کے دن قبروں سے اس طرح اُٹھائے جائیں گے، جیسے کوئی مصروع اور آسیب زدہ پاگل ہوا کرتا ہے، اور پھر اس کی مختلف توجیہات قرار دی ہیں۔

فی الحقیقت قرآن کریم کے حقائق و معارف کے متعلق آج ایک اہم مبحث ارباب نظر کے لئے یہ بھی ہے کہ اس کے اکثر ارشادات و تمثیلات و بیانات، جن میں اسی دنیا کی زندگی اور اُن کے اعمال و نتائج کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، صرف قیامت اور بعد الممات کی زندگی کے لئے مخصوص سمجھ لئے گئے ہیں، اور سخت ضرورت ہے کہ اس مبحث پر نظر ڈالی جائے۔

مَیں انشاء اللہ ماہوار رسالے میں " سُود " کے مسئلہ پر ایک مبسوط مضمون لکھوں گا کہ اس کے متعلق بعض خاص مباحث پیش نظر ہیں، اور اس موقعہ کی تفصیل بھی بہتر ہے کہ اُسی وقت کے لئے ملتوی کر دی جائے، لیکن یہاں اتنا عرض کر دیتا ہوں کہ درحقیقت اسی آیت کریمہ کی تفسیر وہی امور ہیں جن کو اوپر بغیر کسی ترتیب کے لکھ چکا ہوں۔

Marfat.com

مفسرین صحابہ کی جو روایات اس بارے میں موجود ہیں، وہ یقیناً مستحق قبولیت ہیں، یہ میرا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر میں لغت عرب اور صحابہ کی تفسیر، یہی دو چیزیں اصل ہیں، اور اگر صرف انہیں دو اصولوں کو پیش نظر رکھا جائے، تو آج تمام مشکلات و غرائب قرآن کا خاتمہ ہے، لیکن تاہم آخرت کی زندگی اس دنیا کی زندگی ہی کا نتیجہ ہے، اور جو کچھ کل ہونے والا ہے، اس کی مثال آج چشم ہائے بصیرت اور دیدہ ہائے اعتبار کے لئے ہمارے سامنے کردی گئی ہے، پھر کیا ضرور ہے، کہ ہر نتیجہ عمل کو صرف قیامت ہی کے دن پر اٹھا رکھا جائے اور خود دُنیا میں جس شے کا سراغ لگ سکتا ہے اس کیلئے صرف دنیا سے باہر ہی کا نظارہ کریں؟

ایک تفسیری اشارہ

اصل یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں ایک سود خوار زندگی اس کے عادات وخصائل اس کے اعمال وافعال، اور ان کے نتائج کی جیسی جامع و مانع تشبیہہ دی گئی ہے وہ گویا اس مسئلہ کی ایک پوری کتاب ہے، اہل عرب کا خیال تھا، کہ شیطان اور جن کے ضرب سے انسان مجنون ولایعقل ہوجاتا ہے، اور صرع (مرگی) کی بیماری دراصل ایک طرح کا آسیب ہوتی ہے (مس) جنوں کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ اور (ممسوس) پاگل کو کہتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے اس آیت میں سود خوار زندگی کو ایک آسیب زدہ پاگل، اور ایک مصروع کے حالات وخصائص سے تشبیہہ دی ہے، اور مقصود اس کے وہی حالات ہیں جو اُسے دنیا کی زندگی میں پیش آتے ہیں۔

ایک شخص جو پاگل ہوگیا ہو، ایک مجنون، جس کی عقل ودانش بالکل معطل ہو، ایک مخبوط الحواس، جس کے ہوش وحواس کا کارخانہ بگڑ گیا ہو، ایک مصروع جو مرگی کے اشتداد سے اپنے اُوپر حکومت نہ رکھتا ہو، غور کر کے دیکھئے کہ اس کی حالت کیا ہوتی ہے؟ وہ عام انسانوں کی طرح ایک کامل وسالم انسان ہوتا ہے۔ اس کے تمام اعضاء وجوارح صحیح ہوتے ہیں، اس کے تمام امیال وجذبات بالکل ایک تندرست آدمی کی طرح درست ہوتے ہیں۔ وہ بظاہر بیمار نہیں ہوتا، چلتا ہے، پھرتا ہے۔ بھوک کا

Marfat.com

اظہار کرتا ہے، اور پیاس سے ویسا ہی بے قرار ہوتا ہے، جیسا کہ دُنیا پر حیوانی مخلوق۔ تاہم وہ انسان نہیں ہوتا، کیونکہ انسانوں میں ایک سب سے بڑی قیمتی چیز ہے جو اس میں نہیں ہوتی۔

یہی حال ایک سود خوار زندگی کا ہے، بظاہر اس میں کوئی برائی نہیں ہوتی۔ وہ سوسائٹی کا ایک جزو، اور شہر کا ایک جائز باشندہ ہوتا ہے، عام تاجروں کی طرح اس کی بھی ایک تجارت ہوتی ہے، وہ مبادلۂ اشیاء کی تجارت نہیں کرتا، تو کیا ہوا؟ ایک ہی جنس کو دیتا اور ایک ہی جنس کو لیتا ہے تو کیا نقصان لازم آگیا؟ پھر بھی یہ ایک کاروبار اور بیع و شراء ہی ہے، وہ ڈاکو کی طرح لوٹتا نہیں ہے۔ اور چور کی طرح چھپ کر چرانے نہیں آتا۔ جائز لین دین میں پہلی شرط فریقین معاملہ کا راضی ہونا اور جبر و اکراہ کا نہ ہونا ہے، اور یہ ظاہر ہے، کہ وہ جب کبھی معاملہ کرتا ہے تو اُنہی سے کرتا ہے جو اُسکی شرائط کو بخوشی منظور کرتے، اور اُس کے معاملہ پر اپنی پوری رضا ظاہر کرتے ہیں۔ وہ تلوار لے کر لوگوں کو نہیں دھمکاتا کہ اس سے روپیہ لیں، اور اسکی شرائط کے آگے سر جُھکا دیں۔

پس ایک شریف انسان، ایک با امن شہری، ایک جائز کاروباری آدمی میں جو کچھ ہونا چاہیئے اس میں ہوتا ہے اور کوئی بات بظاہر اس کے خلاف نظر نہیں آتی۔

لیکن ان تمام مظاہر انسانیت و مدنیت کے ساتھ دوسری طرف دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب کچھ ہے، مگر ایک شریف انسان اور ایک کاروباری شہری میں سب سے زیادہ ضروری جوہر جو ہونا چاہیئے اس میں نہیں ہے، وہ باوجود انسان ہونے کے ایک خوفناک درندہ ہے، وہ باوجود ایک شریف زندگی ہونے کے رزالت و سفاہت اور بہیمیت و بربریت کا ایک پیکر مجسم ہے، وہ باوجُود ایک جائز باشندہ شہر ہونے کے درندوں کے بھٹ اور وحشیوں کے جنگل کا ایک جانور ہے۔ اُس نے گو تجارت کی دکان کھول دی ہے مگر وہ ایک ڈاکو ہے، جو خود تاجروں کو لوٹتا، اور بے رحم چوروں کی طرح اُنکے صندوقوں کو خالی کر دیتا ہے!!

ایک پاگل آدمی باوجود انسان صُورت ہونے کے انسان نہیں ہوتا، کیونکہ اس کا نظام حواس و ادراک درہم برہم ہو جاتا ہے، اور یہی شے انسان کا اصلی جوہر شرف ہے۔ بالکل

Marfat.com

اسی طرح ایک سُود خوار باوجُود ایک جائز باشندۂ شہر اور شریف زندگی ہونے کے شریف نہیں ہوتا، کیونکہ اس کے تمام جذبات و عواطف ملکوتیہ اور فضایل خصایل و اخلاق معطل ہو جاتے ہیں، اور یہی وہ چیزیں ہیں جو معطل ہو جائیں تو:۔

فلم یبق الا صورت اللحم والدم

اور زیادہ اس تشبیہ پر نظر ڈالیئے، ایک مصروع آدمی کھاتا ہے، پیتا ہے، عقل و حواس کی باتیں کرتا ہے، بالکل ایک بھلے چنگے آدمی کی طرح آپ کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا ہوتا ہے، لیکن دفعتاً اس کی حالت میں ایک انقلاب عظیم ہو جاتا ہے اس کے ہاتھ پاؤں کھینچنے لگتے ہیں، اعصاب میں تشنج ہونے لگتا ہے، خون کا دوران جاری ساری یکایک بند ہو جاتا ہے، بالکل اس مشین کی طرح جس کا انجن یکایک پھٹ گیا ہو، اس کے ہوش و حواس کے کیل پرزے بند ہو جاتے ہیں، وہ چکرا کر زمین پر گر جاتا ہے، احتضار موت کی سختیوں کی طرح ایڑیاں رگڑتا ہے، منہ سے کف جاری ہو جاتا ہے، اور دیکھنے والے متحیر و متعجب ہو کر رہ جاتے ہیں کہ چند لمحوں کے اندر ایک صحیح و سالم، مضبوط و توانا، ذی حس دارائے ہوش و حواس انسان کی حالت میں، یہ کیا انقلاب عظیم ہو گیا؟

بعینہٖ یہی حالت سود خوار کی بھی ہوتی ہے، عالم جذبات و عواطف کی دُنیا بھی اجسام و جوارح انسانی کا ایک پرتو ہے۔ ٹھیک مثل ایک مصروع کے دنیا کے سامنے وہ نمودار ہوتا ہے۔ اس میں از فرق تا بقدم کوئی چیز ایسی نہیں ہوتی، جو ایک شریف اور شہری زندگی کی مخالف ہو۔ وہ ڈاکوؤں کی طرح جنگل کے پوشیدہ گوشوں اور پہاڑوں کے تاریک غاروں کی تلاش نہیں کرتا۔ بلکہ ہر متمدنی وجود کی طرح شہر اور انسانوں کی آبادی کا خواستگار ہوتا ہے۔ وہ عین آبادی کے وسط میں مکان بنا کر رہتا ہے۔ وہ کسی شریف شہری کی طرح بازاروں میں خرید و فروخت، اور گھر کے اندر ملاقات و محبت میں مصروف نظر آتا ہے۔ تم اس کو ہر طرح ایک شریف آدمی کی طرح پاتے ہو۔ وہ تمہارے ساتھ نرمی و محبت سے باتیں کرتا، تمہارے استقبال کے لئے خوش آمدید کہتا، تم کو لطف و داد کے ساتھ اپنے پاس بٹھاتا، تمہارے ساتھ کھاتا پیتا، اور چلتا پھرتا ہے۔ لیکن

Marfat.com

با ایں ہمہ، جب کہ تم ان مظاہر انسانیہ سے متاثر، ان علائم امیال وعواطف سے مطمئن، اوران ابرازات تمدن وحضریہ سے خوش وقت ہوتے ہو، تو یکایک اس کے نظام جذبات وخصائل میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہونے لگتا ہے۔ صرع کے جنّ کی طرح سود خواری کا شیطان اس میں حلول کرجاتا ہے، اس کی طبیعہ ثانیہ کے ہیجان کا ابال اس کے دل کے اندر جوش کھا کھا کر ابلنے لگتا ہے۔ اسکی صورت متغیر ہوجاتی ہے۔ رحم وانسانیہ کی لینت ونرمی کی جگہ، وحشیت وسبعیت کے آثار وعلائم سے اس کی پیشانی مکردہ بن جاتی ہے۔ اس کا چہرہ جو چند لمحے پیشتر انسان کی طرح حسین تھا، دفعتاً ایک خونخوار درندے کی طرح مہیب ہوجاتا ہے۔ اُسکی آنکھوں میں قساوت وبے رحمی کی سرخی پھر جاتی ہے۔ اس کی ناک کے نتھنے ہیجان وغضب سے خون آشام درندوں کی طرح پھڑکنے لگتے ہیں اس کا دماغ معطل ہوجاتا ہے اور تمام جذبات وعواطف انسانیہ وملکوتیہ اس کے صفحہ ذہن سے یک لخت محو ہوجاتے ہیں۔ پھر ایک مصروع اور آسیب زدہ مریض کی طرح وہ اپنے قابو میں نہیں ہوتا اور نہ اس کے ہوش وحواس اس کے اختیار میں ہوتے ہیں اس کے سامنے صرف "سُود" کا شیطان ہوتا ہے۔ جواس کو مسمریزم کے معمول کی طرح اپنے قبضے میں کر لیتا ہے۔ اسکی آنکھ اور کان، دونوں انسانیت کی حکمرانی سے باغی ہو صرف شیطان کے تابع فرمان ہوجاتے ہیں۔ پھر نہ وہ "سُود" کے سوا کچھ دیکھتا ہے اور نہ سُود کے سوا کچھ سنتا ہے، جس طرح ایک آسیب زدہ کسی مجہول وغیر مرئی وجُود کو دیکھ کر اس کو پکارتا اور اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اسی طرح وہ صرف "سُود" ہی کی آواز کو سُننا چاہتا ہے۔ اس کا صید قہر وظلم، اس کے سامنے خاک پر لوٹے، زخمیوں کی طرح چیخے، یا جان کنی میں تڑپنے والوں کی طرح تڑپے، پراُس کو کچھ نظر نہیں آتا۔ وہ مدہوش اور پاگل کی طرح ان سب باتوں سے بے پروا بے علم صرف "سُود، سود، سود" کہہ کر پکارتا اور اُس کے لینے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے۔ اَلَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوۡمُوۡنَ اِلَّا کَمَا یَقُوۡمُ الَّذِیۡ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ!!

اس ٹکڑے کو کہاں تک طُول دُوں؟ الہلال کے صفحات ان مباحث کے لئے محل

Marfat.com

موزوں نہیں۔ جس قدر زیادہ غور کرتے جائیے گا، اور دونوں حالتوں کو اپنے سامنے لائیے گا۔ اتنا ہی اس تشبیہ کی جامعیت اور احاطہ کا انکشاف ہوتا جائے گا، یہ صرف سرسری اشارات ہیں، جن سے ایک فکر سلیم اندازہ کر سکتی ہے، کہ امثال و تشبیہات قرآنیہ اپنی ہر مختصر تشبیہ کے اندر بھی مطالب عالیہ، غوامض حکمیہ، اور سرائر فطریہ کا ایک بحر بے کنار، بل اوقیانوس حکم و معارف بے کراں ہے۔ فہم انسانی اس کے سراغ میں نکل سکتی ہے، پر اس کا احاطہ نہیں کر سکتی کہ:۔

تقاصر عنہ افہام الرجال

اور پھر یہ اس کا فضل ہے، کہ جس خوش نصیب کو چاہے اپنے کلام حکیم کے چند قطرات معارف سے سیراب کرنے کے لئے چن لے، اس کے لئے محض علم اور فضل اور مطالعہ علوم کا دعویٰ بیکار ہے:۔ کہ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ (۲۹ : ۴۸)

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔

(۳۱ : ۲۷)

یہ زمین پر لاکھوں اور کروڑوں درخت جو تم دیکھ رہے ہو، اگر ان سب کی شاخوں کو قلم بنا دیا جائے، اور تمام بے کنار و بیکراں سمندروں سے سیاہی کا کام لیا جائے اور وہ بھی اس طرح کہ جب سمندر ختم ہو کر خشک ہو جائیں تو ویسے ہی سات سمندر انکی جگہ آموجود ہوں، اور اس طریقے پر اللہ تعالیٰ کی کلمات و آیات کو لکھا جائے، پھر بھی یقین کرو کہ وہ کبھی تمام نہ ہوں گی، کیونکہ وہ حکیم و عزیز ہے۔

-۲-

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاۗءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ

شیطان تم کو تنگدستی سے ڈراتا ہے، اور برائیوں پر آمادہ کرتا ہے۔ لیکن خدا اپنی طرف سے

مَغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلاً وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۔ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ :۔ (۲ : ۲۶۹)	مغفرت و برکت کا وعدہ کرتا ہے۔ اس کا خزانہ فضل وسیع، اور وہ سب کے حال سے واقف ہے، وہ جسکو چاہتا ہے دانائی اور حکمت عطا فرماتا ہے، اور جسکو حکمت ملے تو بیشک اُس نے بڑی دولت پائی اور نصیحت بھی وہی مانتے ہیں، جو ارباب عقل و بصیرت ہیں۔

اصل یہ ہے کہ اس تشبیہ میں علت تشبیہ وہ اضطراری حالت ہے، جو نسی مخبوط الحواس یا مصروع کی اپنے دماغ اور دماغی قویٰ کے مقابلے میں ہوتی ہے۔ یہی مجبوری، بے اختیاری اور اضطرار ایک سود خوار کو اپنے عوامل ادبیہ اور جذبات و عواطف کے مقابلے میں پیش آتا ہے۔ وہ بغیر حق و محنت اور صرف وقت کے روپیہ حاصل کرنے کا عادی ہو کر، اس کو ایک حق قدرتی و قانون سمجھنے لگتا ہے، دولت کی افزائش کا یہ غیر معمولی وسیلہ اسکی طمع و ہوس کو عام انسانی مطامع کے درجے سے المضاعف کر دیتا ہے۔ وہ چونکہ شب و روز ایک ظالمانہ حصول نفع اور بے رحمانہ جلب زر کی زندگی میں رہتا ہے۔ اس لئے رفتہ رفتہ اس کی طبیعت کے تمام امیال و جذبات پر یہی جذبہ حاوی ہو جاتا ہے۔ اور اس کا دماغ روپیہ کی تعداد کی کمی و زیادتی کے مسئلے کے سوا کسی اور چیز کو سمجھنے یا محسوس کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ باوجود انسان ہونے، اپنے قوائے سبعیہ کی مقاومت کر کے انسان نہیں رہ سکتا، اور ایک پاگل اور مصروع شخص کی طرح سرتاسر وجود مضطر، واز فرق تا بقدم پیکر اضطرار و مجبوری ہو جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ قرآن کریم نے سود خواری پر اصرار کرنے والے کے لئے سب سے بڑی وعید نازل کی، اور اس کو "حرب من اللہ و رسولہ" سے تعبیر کیا۔

یہاں تک بحث عام انسانی اخلاق و خصائل کے نتائج کے لحاظ سے تھی، لیکن اس کے بعد اقتصاد و تمدن کے لحاظ سے "حرب من اللہ و رسولہ" کہنے کے اسباب و علل پر نظر ڈالنا باقی ہے، اور اس کے ذیل میں نہایت اہم مباحث ان اصول مدنیۂ صحیحۂ اسلامیہ کے

Marfat.com

متعلق ہیں، جن کی بنا پر وہ دولت کی مرکزیت، و عدم تقسیم، و تحصل اشخاص و تمول افراد، وضعف کسب و عمل، کا سخت مخالف اور ہر اُس ذریعہ معاش و طریق زندگی کا دشمن ہے، جس سے اس طرح کی حالتیں پیدا ہو جائیں۔

مگر بحث کے اس ٹکڑے کو اب نہیں چھیڑتا، کیونکہ مضمون بہت بڑھ گیا ہے، انشاء اللہ مجلہ شہریہ (ماہواری رسالے) میں اس کو کسی وقت لکھوں گا۔

عود الی المقصود

لیکن سُود کے شجرۂ خبیثہ کا بدترین پھل، اور اصول سُودخوری کی مہیب ترین صُورت، وہ جرثومۂ حیات مدنیہ، وہ اعدعدوئے انسانیہ، اور وہ مہلک عمران بلاد، عفریت خون آشام ہے، جسکو (سُود در سود) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اور جسکی تیغ ہلاکت نے نہیں معلُوم اس وقت تک دنیا کی کتنی آبادیوں کو ویران، کتنے محل وایوان کو کھنڈر، کتنے بیوت اشراف و اعیان کو ذلتوں اور رسوائیوں بربادیوں اور اور تباہیوں نکبت و مسکنت، فلاکت و ادبار، سے بدل دیا ہے!! اگر عجائب و غرائب عالم کوئی یکجا کرنا چاہے، تو اس کے لئے سب سے بڑی عجیب و غریب شے اس مسئلے کی بوالعجبی بھی ہو گی۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ قانون چور کو مجرم قرار دیتا ہے۔ قاتل کو پھانسی پر چڑھاتا ہے، ڈاکوؤں کے سُراغ میں جنگلوں اور غاروں میں بھٹکتا ہے، اور جرم کی تلاش میں شب و روز حیران و سرگردان رہتا ہے، مگر ہزار چوروں اور ڈاکوؤں سے بڑھ کر تنہا مُجرم تو خود اُس کی آستین میں پل رہا ہے، جس کو اُس نے ایک خونخوار بھیڑئے کی طرح مظلوم انسانوں کے گلّے پر چھوڑ دیا ہے، جس کے جرائم کو وہ رونق دیتا، اور جسکی زندگی کو وہ دودھ پلاتا ہے۔ اس کی طرف سے وہ بالکل غافل ہے اور غافل ہی نہیں بلکہ صریح طور پر اسکی حمایت کر رہا ہے۔

آج ملک کے افلاس و فلاکت پر گورمنٹ کے سرکاری اور تعلیم یافتہ مُلکی حلقوں میں بحثیں کی جاتی ہیں، اور ان لوگوں کی تعداد کثیر پر لوگوں کو اکثر رحم آجاتا ہے۔ جو اس قدر غریب ہیں، کہ دو وقت کی غذا بھی انھیں میسّر نہیں آتی۔ یقیناً ایسے لوگ مستحق رحم ہیں اور ان کی تعداد دادا بھائی نوروجی کے گذشتہ قابل قدر شمار و اعداد میں ایک کروڑ سے متجاوز

Marfat.com

بتلائی گئی ہے۔ لیکن ہندوستان کی آبادی صرف ایک کروڑ ہی نہیں ہے، بلکہ اس تعداد سے تیس چالیس گنا زیادہ ہے۔ جن لوگوں کو دو وقت کی روٹی میسر نہیں آتی، وہ ملک کی کی خوشحالی کا راز نہیں رہتی، اصلی جماعت وہ ہے جس کو دو وقت کی روٹی سے زیادہ ملنا چاہیئے، مگر افسوس کہ اتنا ہی بمشکل ملتا ہے، یہ ایک کروڑ کی تعداد ملک کے پاؤں کی ایک انگلی ہے، جو کٹ بھی جائے تو غم نہیں، لیکن اس کے جسم کی ریڑھ کی ہڈی وہ کروڑوں انسان ہیں، جو شہر سے باہر، عام زراعت پیشہ آبادی کی صورت میں، اور شہر کے اندر متوسط الحال اور اس سے کسی قدر ادنےٰ طبقات کی صُورت میں موجُود ہیں، اور جنکی خوش حالی سے ملک کی خوش حالی اور جنکی تباہی سے اس پورے براعظم کی تباہی ہے +

وہ جراثیم مہلکہ جو ملک کے اس اکثر حصّہ آبادی کو گھن کی طرح کھوکھلا کر رہے ہیں، ایک نہیں متعدد ہیں، اور جس فضا سے آتے ہیں، وہ بھی ایک نہیں بلکہ مختلف ہیں، ان کے اولین اور قوی اسباب کی تلاش میں حکومت اور طرز حکومت کا سوال پیدا ہوتا ہے، اور اس کے بعد خود ملکی اور داخلی مفاسد کا۔ انہی میں سے ایک سبب اعظم اور ایک جرثومۂ قاتل، سُود کا بھی مسئلہ ہے۔ اور اس کے لئے کسی عذر و دلیل کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا، کہ براہ راست اس کی جواب دہی اور تمام تر ذمہ داری قانون کے سر کیوں نہ ہو؟

گورنمنٹ اگر اس سے غفلت کر رہی ہے۔ اور اپنی غفلت پر قانع ہے، تو اس کا کوئی شکوہ نہیں، ایک اسی پر کیا موقوف ہے۔ آج ملک کا تو یہ حال ہے کہ:-

ماجرا ہاست باآں چشم فسوں ساز مرا

لیکن پھر ستم یہ ہے کہ باایں ہمہ حالات بیّنہ و قاطعہ، وہ ملک کی خوشحالی کی مدعی اور اس کے اسباب افلاس کی سراغ رسانی کی بڑی خواہشمند بھی ہے۔

از حسن ایں چہ سوال ست کہ معشوق تو کیست
ایں سخن را چہ جوابست، تو ہم مے دانی

خواجہ صاحب نے اپنی تقریر میں شرح و بسط کے ساتھ سُود در سود کے حالات و نتائج پر نظر ڈالی ہے، اور آخر میں گورنمنٹ سے خواہش کرتے ہیں کہ قانون خواب غفلت سے کروٹ

لے۔ اور اپنی ہوشیاری کے اصل موقعہ پر آنکھیں بند نہ کر لے۔ اس حالت کا علاج صرف یہی ایک ہے کہ قانوناً سُود در سُود کے سلسلہ لا متناہی اور اضعافاً مضاعفہ کی غیر محدود افزائش کو محدود کر دیا جائے، اور بالعموم سُود کی ایک ایسی شرح خاص مقرر کر دی جائے، جس سے زیادہ کے لین دین کا کسی کو اختیار نہ ہو اور عدالت ڈگری دینے سے انکار کر دے۔

خواجہ صاحب کی اس خواہش میں یقیناً تمام مُلک بالاتفاق ان کا ساتھ دیگا۔ انہوں نے ہندوستان میں سُود کے ابتدائی قانون کا ذکر کر کے انگلستان کے قوانین کا ذکر کیا ہے، اور پھر اُن حالات پر نظر ڈالی ہے جنکی وجہ سے شرح سُود کا غیر محدود ہونا ملک کو ایک دائمی طاعون سے زیادہ نقصان پہنچا رہا ہے، قانون میں آج اس کے لئے کوئی روک نہیں کہ روپیہ سُود در سُود کے اصُول پر، ایک عرصے کے بعد سو یا ہزار روپیہ کیوں نہ ہو جائے؟ اور اگر روزانہ نظائر و واقعات پر نظر ڈالی جائے، تو قتیلان خنجر" اضعافاً مضاعفہ" کا ہر شخص اپنے سامنے ایک وسیع قبرستان آباد پائے گا۔ خواجہ صاحب نے چند مقدمات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جن میں چند روپوں کے قرض کے لئے دس ہزار روپیہ کے سُود در سُود کی ڈگری دی گئی ہے، اور اگر تھوڑا سا وقت خاص اس مسئلے کے نظائر الیہ جمع کرنے پر صرف کیا جائے، تو صدہا مثالیں بحوالہ فیصلہ ہائے عدالت گذشتہ چند سالوں کے اندر بیان کی جاسکتی ہیں۔

"شائیلاک" کا ایک نیا گھرانا

عام مہاجنوں اور یہُود خصلت بنیوں کی ہندوستان میں کیا کمی تھی کہ ایک نئی مصیبت سیاح کابلیوں اور ولائتی پٹھانوں کی پیدا ہو گئی ہے، یہ کابلیوں کا ایک بہت بڑا گروہ ہے۔ جو ہندوستان میں سُود کی باقاعدہ تجارت کرنے کے لئے آتا ہے، اور بڑے بڑے شہروں کے علاوہ تمام دیہات و قصبات میں پھیل جاتا ہے، روپے کی ایک تھیلی ان کے کمر میں ہوتی ہے، اور ایک خطرناک اور مقروض افگن لاٹھی ہاتھ میں۔ کم تنخواہ کے ملازمت پیشہ اشخاص، بے سرمایہ دکاندار، غریب اہل حرفہ و صناع، عام مزدور اور بیوہ عورتیں، اور وہ تمام جمیعتہ انسانیہ کا مظلوم ترین طبقہ، جس کو اس سماء دُنیا کے نیچے عیش و مراد حیات میں کچھ نہیں، ان ظالم صیادوں کے فتراک سُود کا نخچیر

Marfat.com

ہے، اور اس کے مناظر ایسے دردناک، اضطراب انگیز، اور چشم انسانیت کے لئے گریہ آور ہیں، کہ ان کو دیکھ کر ممکن نہیں، کوئی انسان قانون کی مجرمانہ اور معصیت پرورانہ غفلت واغماض پر اپنے حق بجانب غیظ وغضب کو روک سکے۔

ان لوگوں کی کوئی خاص شرح مقرر نہیں، بلکہ مقروض کی احتیاج پر موقوف ہے۔ اور جیسی مجبور کن اس کی ضرورت ہوتی ہے اتنی ہی رقم بھی سود کی مقرر کردی جاتی ہے۔ راکفیلو وغیرہ امریکن کروڑ پتیوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ان کی آمدنی اس قدر وسیع ہے کہ گھنٹوں کے حساب سے اسکی تقسیم ہوسکتی ہے، یہی حال ان کابلی مہاجنوں کی شرح سود کا بھی ہے، اس کا حساب بھی مہینے کی قید سے نہیں، بلکہ ایک ایک روز کے حساب سے کیا جاتا ہے۔ اکثر حالتوں میں ایک روپیہ کا سود ایک دن کے لئے دو آنہ۔ اور بعض حالتوں میں ایک آنہ ہوتا ہے۔

غریب آبادی اپنی ضرورتوں سے مجبور ہوکر ان کے دام میں پھنستی ہے۔ سینٹ (پال) نے کفارۂ مسیح کی تعلیم اباحت دیتے ہوئے کہا تھا " شریعت گنہگار کو سزا دے سکتی ہے پر بچا نہیں سکتی "۔ یہ ایک سخت فریب تھا، لیکن میں صحیح طور پر کہتا ہوں کہ قانون صرف ڈگری دے سکتا ہے۔ پر مظلوم کو بچا نہیں سکتا۔

ان کابلیوں کا کاروبار ایک طلسم عذاب ہے، جسمیں ایک مرتبہ اگر کوئی شخص گیا تو پھر " سود در سود " کے پھیر سے نکلنا محال ہے، ساری عمر سود کے دیتے ہی میں گزر جاتی ہے، اور پھر بھی وہ پورا نہیں ہوتا، اصل رقم کا کیا سوال ہے؟

ابھی کل کی بات ہے کہ کلکتہ کی عدالت خفیفہ میں ایک یوریشین عورت نے ایک کابلی پر مداخلت بے جا کی نالش کی تھی، جو روپیہ مانگتے ہوتے اس کے مکان میں گھس آیا تھا، مقدمے کے چلنے سے معلوم ہوا کہ مدعیہ کی نانی نے ۲۴ روپیہ اس سے قرض لیا تھا، جس کا سود ادا کرتے ہوئے دو نسلیں گزر گئیں، اصل رقم اب تک باقی ہے، اور ابھی سود کا سود بھی پورا ادا نہیں ہوا۔

سب سے زیادہ عجیب بات روپیہ کے دینے میں اُن کی دلیری اور کسی فیاض آدمی کی

Marfat.com

طرح بے عذری ہے۔ لین دین کا عدم اعتماد اور قانون تحفظ معاملہ کی شرائط کا پورا نہ ہونا بھی معاملات قرض کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ اور اسکی بدولت بہت سے لوگ قرض لینے سے بچ جاتے ہیں۔ مگر کابلیوں کے لئے یہ تمام چیزیں بے اثر ہیں، ان سے معاملہ کرنے کے لئے صرف ایک ہی شرط کافی ہوتی ہے، یعنی ان سے معاملہ کرنا اور روپیہ کی طلب - پھر خواہ کیسا ہی بے اعتبار اور مفلوک الحال شخص طالب قرض ہو۔ لیکن انہیں ابداً انکار نہیں۔ اس لئے کہ ان میں اپنے پاؤں کی قوت پر بھروسہ اور سب سے زیادہ اپنی لاٹھی کی بے امان قہرمانیت، اور ہمہ وقت مستعد قوتوں پر پورا اعتماد ہے۔ ان کا قانون، ان کی عدالت، ان کا جج، سب کچھ وہی ایک سحر کار لاٹھی ہے، وہ بخطر روپیہ دیدیتے ہیں، کیونکہ جانتے ہیں کہ ان کا مقروض قرض لیتے وقت انکے دہنے ہاتھ سے روپیہ ہی نہیں لے رہا تھا، بلکہ بائیں ہاتھ کی جبار و قہار لاٹھی کو بھی دیکھ رہا تھا!!

میں جہاں رہتا ہوں، اسکے قریب ہی چند غریب دھوبیوں کے گھر ہیں۔ کوئی ہفتہ اس سے خالی نہیں جاتا کہ اس بے امان گروہ کی قساوت اور سود کے نتائج محزنہ کا کوئی المناک نظارہ نہ دیکھتا ہوں۔ میں نے بارہا دیکھا ہے کہ عین دن کے وقت، کلکتہ جیسے عظیم الشان شہر کے یورپین کوارٹر میں ایک قسی القلب کابلی، اپنے مقروض کو اسکے گھر کے اندر سے گھسیٹتا ہوا سڑک پر لے آتا ہے۔ وہ رو رہا ہے۔ منتیں کر رہا ہے۔ اسکے پاؤں پر لوٹ رہا ہے، لیکن کوئی طاقت نہیں ہے۔ جو اسکی قہار لاٹھی سے اُسے امان دے سکے۔ اور کوئی ہاتھ نہیں ہے جو اس ظلم کے لئے منتقم ہو۔ پینل کوڈ ہائی کورٹ کے کتبخانہ کی الماری میں، اور جج، ایک عالیشان ایوان انصاف کے تخت عدالت پر بےخبر متمکن ہے!!

قانون کی دردانگیز ناکامی حقیقت میں یہ عجیب بات ہے کہ قانون انصاف کے نام سے پوجا کراتا ہے لیکن جنکو انصاف کی ضرورت ہے وہی سب سے زیادہ انصاف سے محروم ہیں، دُنیا میں قانون کی مجلدات سے صدہا کتبخانے بھرے ہوئے ہیں، عدالتوں کی عمارتیں سر بفلک کھڑی ہیں، پولیس کا دیوتا سڑکوں کے ہر ناکے پر اپنا علم انصاف لئے ہوئے اثبات وجود کر رہا ہے، اور یہ تمام سامان اس درجہ وسیع اور عظیم الشان ہے، جس کو دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ دُنیا عدل و داد سے معمور اور ظلم و بے انصافی سے پاک ہوگئی ہے اور انصاف کا فرشتہ دنیا

کے کونے کونے میں مظلوموں کی فریاد الغیاث کو ڈھونڈھنا پھرتا ہے، تاکہ اُن کو اپنے پردوں کے اندر پناہ دے۔

لیکن اگر عدالت کدوں کے سربفلک میناروں سے نظریں ہٹاکر، زمین کی آبادیوں کے اندر جائیے، اور کسی ایک شہر کا ایک محلہ، ایک محلہ کا ایک مکان، اور ایک مکان کا ایک گوشہ بھی دیکھئے، تو اس وقت نظر آجائے کہ ظلم کا خونخوار دیو اب تک بدستور آزاد و حکمران ہے۔ اسکے پاؤں میں کوئی بیڑی نہیں۔ اس کا خنجر پُرانے سے پُرانے غیر متمدن عہد کی طرح بے نیام ہے۔ اسکی بے امان کاٹ برابر اپنا کام کر رہی ہے، مگر قانون کو اپنے قیمتی عدالت خانوں سے جھانکنے کی مہلت نہیں:۔

عسس بخانہ و شہ در حرم سرا خفت است

ممکن ہے کہ اُمرا کے جگمگاتے ہُوئے محل، قانون کی روشنی سے منور ہوتے ہوں مگر روشنی کی ضرورت برق تاب ایوانوں میں نہیں ہوتی، بلکہ تاریک حجروں اور تہ خانوں میں، اور افسوس ہے کہ انکی تاریکی کے لئے کوئی وسیلہ نہیں۔

فی الحقیقت دُنیا میں حکومتوں کا قانون کبھی بھی انسداد مفاسد و مظالم میں کامیاب نہیں ہوا اور یہی ناکامی ہماری رہنمائی کرتی ہے، اور بتلاتی ہے کہ نظام اصلاح و عدل کے قیام کے لئے دُنیا ان قوانین سے بالاتر ایک الٰہی قانون یعنی مذہب کی محتاج ہے، جس کی حکومت جسموں پر نہیں بلکہ دلوں پر ہو۔

اَضْعَافًا مُضَاعَفَۃً پس یہی سبب ہے، کہ قرآن کریم نے "اضعافاً مضاعفۃ" کہہ کر سُود در سُود پر خاص طور پر زور دیا۔

یہ "اضعافاً مضاعفۃ" اس سود در سود کے نتائج کی طرف اشارہ ہے، اور جو کابلیوں کے سُود اور ظالم مہاجنوں کی بڑھوتری کا آج نظر آرہا ہے، یہی ہے جو جاہلیت عرب میں رائج تھا، اور اسکی تفصیل ان روایات و آثار سے معلوم ہوتی ہے، جنکو (امام طبری)، نے اپنی عظیم الشان تفسیر میں بہ ذیل آیات ربا جمع کیا ہے۔ علی الخصوص حضرت (عبداللہ بن عباس)، کی مشہور حدیث، مطالعہ طلب ہے۔

اسلام دُنیا میں آیا، تاکہ ہر طرح کے ظلم و جور سے عالم انسانیت کو نجات دلائے۔ آج

Marfat.com

دُنیا کیونکر اس سے انکار کرسکتی ہے کہ سُود کے بارے میں اس کا ساتویں صدی عیسوی کی تاریک فضاء عالم میں اسقدر صاف اور صریح صدا بلند کرنا، ایک احسان عظیم اور ایک فضیلتِ کُبریٰ نہ تھا۔

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ (۳: ۱۰۳)

اور ظہور اسلام سے پہلے تمہارا یہ حال تھا کہ گویا تم آگ کے گڑھے کے کنارے آ لگے تھے، لیکن اسلام کا ہاتھ دستگیری کیلئے ظاہر ہوا، اور خدا نے تم کو بچا لیا، اسی طرح اللہ اپنی نشانیاں ظاہر کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

دُنیا آج سُود کے نتائج الیمہ کو محسوس کرے تو غنیمت ہے، اور قانون اس کے انسداد کو پالے تو بہت بہتر ہے، لیکن اللہ کے قانون کو جو کچھ کرنا تھا، وہ کر چکا، اور جو حکم دینا تھا، دے چکا، یہ ہماری گمراہی ہے کہ انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کی عزت کرتے ہیں، لیکن الٰہی قانون کو بھول گئے ہیں حالانکہ:۔

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ؟ (۵: ۵۰)

جو لوگ یقین کرنے والے ہیں، ان کے لئے اللہ سے بہتر حکم دینے والا اور قانون نافذ کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے۔

یہ مسلمانوں کا اصل مشن ہے

پس میں "سود" کے مسئلے کو عام نظروں سے مختلف دیکھتا ہوں کیونکہ بہتوں کے نزدیک میری سب سے بڑی سعادت، اور بہتوں کے نزدیک میری سب سے بڑی ضلالت یہی ہے کہ ہر مسئلے پر نظر ڈالتے ہوئے میرے لئے دلیل راہ صرف "اسلام" ہی کا ہاتھ ہوتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔ (۴۸: ۱۰)

جو لوگ داعی اسلام کے ہاتھ میں اتباع و بیعت کے عہد کا ہاتھ دیتے ہیں تو انکے ہاتھ پر اس کا ہاتھ نہیں ہوتا، بلکہ دراصل خود خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔

(فالحمد للہ الذی ھدٰنا لھٰذا، وھو یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم۔)

پس میں "مسئلہ سُود" کی تحریک کو محض مُلک کا اقتصادی مسئلہ نہیں سمجھتا بلکہ یہ ایک خالص

Marfat.com

اسلامی تحریک، اور اسلام کے مشن کا احیاء ہے، اور تمام مسلمانوں کو اپنا فرض دینی سمجھ کر اس کے مصائب و شدائد کے انسداد کی سعی کرنا چاہیئے، اور یقین کرنا چاہئے کہ بہ حیثیت اسلام کے فرزند ہونے کے ان کا اصلی مشن یہی ہے کہ خدا کے بندوں کو ظلم و بربادی کے مصائب سے نجات دلائیں۔ سود کے لئے جب اور جہاں کام ہوگا، وہ اسلام ہی کا کام ہے۔

اس تحریک کی سلسلہ جنبانی کرتے ہوئے، آنریبل خواجہ غلام الثقلین نے فی الحقیقت ایک اسلامی فرض ادا کیا ہے، اور مسلمانوں کو اس کا اعتراف کرنا چاہیئے۔

ہندوستان میں اسلام کو اپنا فرض ادا کرنا ہے، وہ ہر طرح کے ظلم و عدوان کی بیڑیاں کاٹنے کے لئے آیا ہے، اور تمام عالم سے قطع نظر خود ہندوستان کے پاؤں ابھی بہت بوجھل ہیں، ظلم و زیادتی کی یہ بھی ایک زنجیر ہے، اور مسلمانوں کو اپنا فرض دین سمجھ کر اس سے ملک کو نجات دلانے کے لئے سعی کرنا چاہیئے۔

خواجہ صاحب کا ارادہ ہے کہ وہ اس کے لئے ایک انجمن قائم کریں گے، اور باقاعدہ طور پر اسکی کوشش جاری رکھی جائے گی۔ کام کرنے کے لئے اس صیغے میں بہت بڑا وسیع میدان موجود ہے، اور انجمن کا خیال نہایت صحیح اور ایک بالکل وقت کی ضرورت ہے، امید ہے کہ ارباب رائے و اثر اس بارے میں ضرور خواجہ صاحب کی اعانت فرمائیں گے۔ و نسأل اللہ اللہ تعالیٰ ان یوفقنا و سائر اخواننا المسلمین لما یحبہ و یرضاہ:

Marfat.com

ابوالکلام آزاد

مولانا ابوالکلام آزاد کی زندگی کے سیاسی، مذہبی اور ادبی پہلوؤں پر ہندوستان کے مایہ ناز ادیبوں، سیاست دانوں اور اہل قلم حضرات کے مقالات کا مجموعہ۔ مقالہ نگار حضرات میں پنڈت جواہر لال نہرو، سید سلیمان ندوی، خواجہ حسن نظامی، مسٹر آصف علی بیرسٹر، مہادیو ڈیسائی، مولانا نصر اللہ خاں عزیز، مولانا محمد حنیف ندوی، کامریڈ یوسف مہر علی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ کتاب سوانحی ادب میں جدید مدرسہ فکر کی حامل اور ہر اعتبار سے بے نظیر ہے۔

طباعت اور کاغذ عمدہ۔ قیمت مجلد دو روپے آٹھ آنہ

ٹیپو شہیدؒ

آزادی ہند کے سب سے پہلے علم بردار کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر ہندوستان بھر کے اہل قلم اور مورخین کے مقالات کا مجموعہ۔

(جا بجا نظمیں اور تصویریں، لکھائی چھپائی اور کاغذ اعلیٰ۔ قیمت مجلد دو روپے آٹھ آنہ۔)

"علمی و ادبی حلقوں میں یہ کتابیں مسٹر عبداللہ بٹ کے حسن ترتیب کا شاہکار قرار دی جا چکی ہیں، سیاسی حلقوں میں ان کتابوں نے قابل رشک مقبولیت حاصل کی ہے۔"

قومی کتب خانہ۔ ریلوے روڈ لاہور

Marfat.com

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

اسلام کے مایۂ ناز فرزند، تیرہویں صدی ہجری کے سب سے بڑے مجاہد، مجدد اعظم شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی کے پوتے اور حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی کی زندگی اور تحریک اصلاح کے مفصل حالات، معرکۂ بالاکوٹ کے متعلق جدید تحقیقات اور سرزمین ہند میں اسلامی جہاد کے مختلف پہلوؤں پر مقالات کا عدیم المثال مجموعہ۔ اُردو حصہ کے مقالہ نگاروں میں مو[illegible] مولانا نصراللہ خاں عزیز، مولانا محمد میاں دیوبندی، پرنسپل یوسف سلیم چشتی اور خواجہ عبدالوحید کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

دیباچہ از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، حصہ انگریزی کے مقالہ نگاروں میں ڈاکٹر محمد باقر ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (لندن)، ڈاکٹر تصدق حسین بار ایٹ لاء۔ پروفیسر عبدالقیوم ایم۔ اے۔ مولانا سعید احمد ایم۔ اے۔ ایڈیٹر "برہان" اور مرزا عبداللہ انور بیگ ایڈوکیٹ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

ابتدائیہ از ڈاکٹر برکت علی قریشی ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی (برلن) صدر شعبۂ عربی، پنجاب یونیورسٹی۔

مُرتبہ

عبداللہ بٹ بی۔ اے (آنرز)

طباعت دیدہ زیب، کاغذ عمدہ۔ حِصّہ اُردو مجلد۔ قیمت (عہ)، حصہ انگریزی مجلد (عہ) ہر دو حصص۔ تین روپے (سے)

قومی کتب خانہ۔ ریلوے روڈ۔ لاہور

استحاد پریس ریل روڈ لاہور میں باہتمام شیخ محمد نصیر ہمایوں بی۔ اے طبع ہو کر قومی کتبخانہ لاہور سے شائع ہوئی

Marfat.com

مضامینِ آزاد

مرتبہ

عبداللہ بٹ

بی۔اے (آنرز)

ناشر

قومی کتب خانہ۔ ریلوے روڈ۔ لاہور

Marfat.com